جدید اضافہ شدہ

تقریر سیکھیے

اوّل

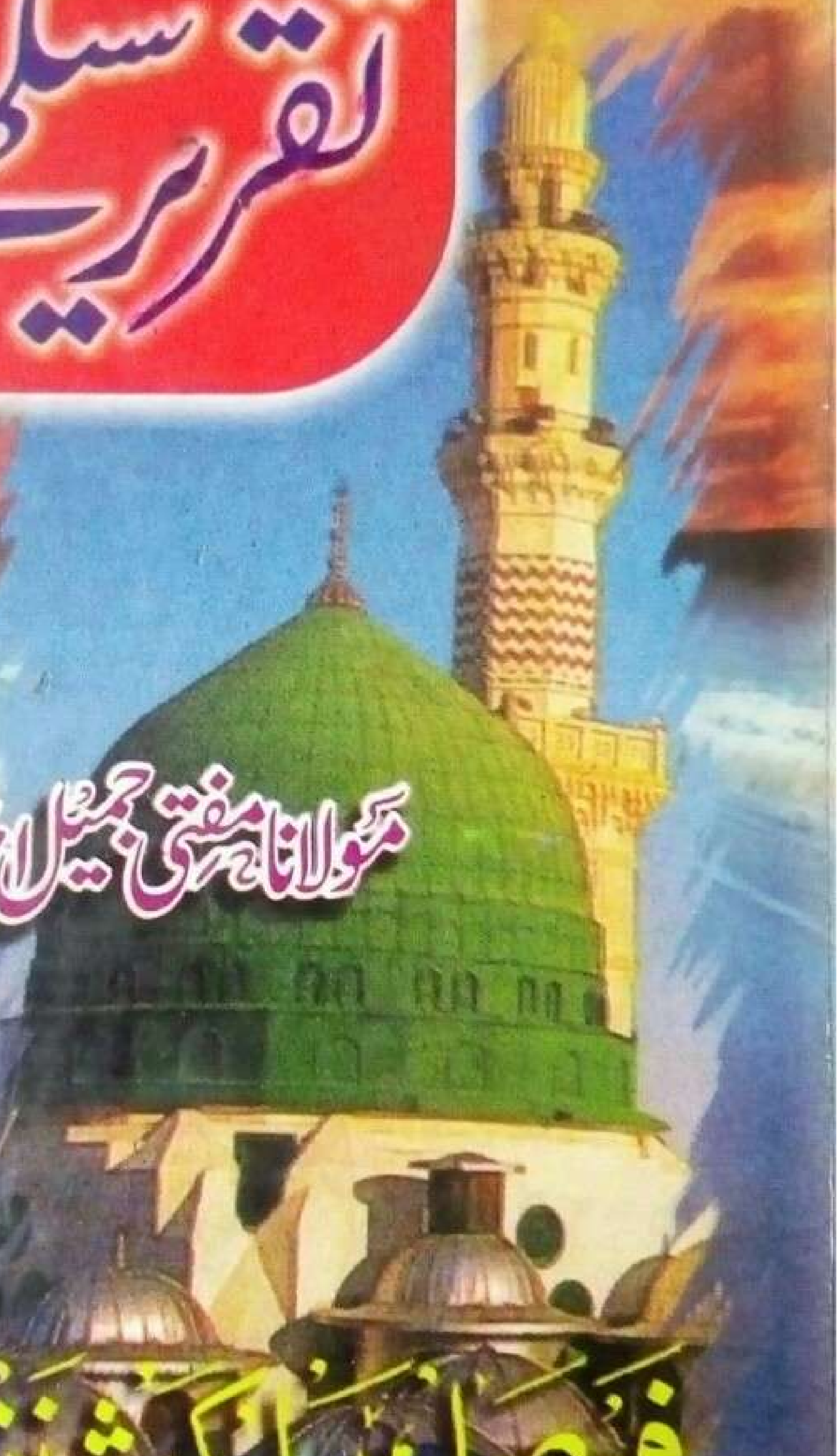

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری

فیصل پبلیکیشنز دیوبند

Scanned by CamScanner

فہرست مضامین

"تقریر سیکھئے" حصہ اول

کچھ بات ہماری بھی ۵

طلوع اسلام ۶

حقوق سے متعلق تقریریں

حقوق اللہ ۷

حقوق العباد ۱۲

حقوقِ مسلم ۱۸

حقوقِ والدین ۲۴

حالات انبیاء سے متعلق تقریریں

تخلیقِ آدم ؑ ۳۰

حضرت نوح علیہ السلام ۳۷

حضرت ابراہیم علیہ السلام ۴۴

سیرت پر تقریریں

حقوقِ رسول ﷺ ۶۰

فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ۶۷

پیارے نبی ﷺ کیسے تھے؟ ۷۲

اتباعِ رسول ﷺ ۷۶

مکی زندگی ۸۵

ہجرت ۹۲

فتح مکہ ۹۹

درسگاہِ رسول ﷺ اور درسِ انسانیت ۱۰۵

فضائل صحابہ پر تقریریں

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ۱۰۹

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ۱۱۹

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ۱۲۷

عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۱۳۲

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۱۳۷

مختلف مواقع کی تقریریں

واقعہ معراج ۱۴۲

Scanned by CamScanner

شبِ قدر	۱۴۹
شب برأت	۱۵۲
۱۰ محرم الحرام (یوم عاشوراء)	۱۵۸
یوم جمعہ	۱۶۸
فضائل مساجد	۱۷۳
حضرت نانوتویؒ اور ان کے شاگردوں کا عظیم کارنامہ، قیام مدارس	۱۷۸
ہمارے خوابوں کا ہندوستان	۱۸۴

فکرِ آخرت سے متعلق تقریریں

موت کی یاد	۱۸۹
آخرت	۱۹۴
قبر کی منزل	۱۹۹
میدانِ حشر	۲۰۵
جنت	۲۱۱
دوزخ	۲۱۴
کامیاب کون ؟	۲۱۷
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر	۲۲۴

عام اصلاحی تقریریں

مسلمانوں کی موجودہ مشکلات اور ان کا حل	۲۲۹
مسلم پرسنل لا	۲۳۷
دعوت و تبلیغ	۲۴۲
قرآن مجید	۲۴۹
کسبِ حلال کی فضیلت	۲۵۶
اخلاصِ نیت	۲۶۱
سلام و مصافحہ	۲۶۷
طہارت	۲۷۱
ملکی مسائل کا حل تعلیمات رسولؐ کی روشنی میں	۲۷۴
توبہ	۲۷۸
بھیک مانگنا	۲۸۲
خودکشی حرام ہے	۲۹۰
حوادثِ زمانہ اسلام کی راہ میں حائل نہیں ہوتے	۲۹۸
جنت کے راستے	۳۰۷

کیا ہوا ہم کو اگر دو چار موجیں چھو گئیں
ہم نے بدلا ہے نہ جانے کتنے طوفانوں کا رُخ

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ بات ہماری بھی

طلبۂ مدارس، ائمہ مساجد اور خطباء ومبلغین کے لئے مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نذیری مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ کی تصنیف "تقریر سیکھئے" کافی عرصہ سے چھپ رہی ہے، اور الحمد للہ دینی وعلمی حلقوں میں بیحد مقبول ہے۔

موضوعات کے تنوع، آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ سے مزین، غیر مستند واقعات سے پاک، زندگی کے ہر گوشے سے متعلق عمدہ، سلیس، رواں دواں اور شگفتہ تقریروں کا دلکش مجموعہ ہونے کی وجہ سے تقریر سکھانے والی کتابوں میں یہ ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔

جب یہ کتاب منظر عام پر آئی تھی تو ایک ہی کتاب تھی، اسکے حصے نہیں بنائے گئے تھے اور اس کا تصور بھی نہیں تھا، اسی لئے کسی نسخے میں حصہ اول لکھا ہوا نہیں ملے گا، لیکن جب قارئین کے اصرار پر دوسرا لکھا گیا اور چھپ گیا تو زیر نظر "تقریر سیکھئے" جو اب تک چھپتی رہی ہے، کو حصہ اول کا نام دیدیا گیا اور درج ذیل تبدیلیاں بھی کر دی گئیں۔

(۱) تمام تقریروں پر نظر ثانی کی گئی (۲) سائز بدل دیا گیا، پہلے سائز ۲۰×۳۰/۱۶ تھا، اب ۱۸×۲۲/۸ کر دیا گیا، حصہ دوم کا بھی یہی سائز ہے۔ (۳) دس تقریروں کا اضافہ کیا گیا جو کہ یہ ہیں —— پیارے نبی ﷺ کیسے تھے؟، اتباعِ رسول ﷺ، حضرت نانوتویؒ اور ان کے شاگردوں کا عظیم کارنامہ، قیام مدارس، ہمارے خوابوں کا ہندوستان، کامیاب کون؟ اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر، بھیک مانگنا، خودکشی حرام ہے، حوادث زمانہ اسلام کی راہ میں حائل نہیں ہوتے، جنت کے راستے۔

بہر حال تقریر سیکھئے حصہ اول کا اضافہ ونظر ثانی شدہ ایڈیشن حاضر خدمت ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی حسبِ سابق قبولیت سے نوازے۔ آمین)

۶ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ یوم دوشنبہ
۲۱ جون ۱۹۹۹ء

ادارہ

Scanned by CamScanner

طلوعِ اسلام

تو رازِ کُن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اُچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اُڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا
خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا
مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گذر جا بن کے سیلِ تند رَو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا
ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

علامہ اقبال

حقوق اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
اَمَّا بَعْدُ:

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے ۔۔۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

محترم بزرگو اور دوستو!

آپ دنیا پر ایک نگاہ ڈالیے، لوگوں کی آوازوں کو سنیے، آس پاس کی صداؤں پر دھیان دیجئے، آپ کو ایک آواز سب سے زیادہ سنائی دے گی، وہ ہے حقوق طلبی کی آواز، ہر شخص دوسرے سے اپنے حق کا طلبگار ہے۔ ہر شخص کی زبان پر شکوہ ہے کہ اسے اس کا حق نہیں ملتا۔ اس کے حقوق دبائے جارہے ہیں، اس کا استحصال کیا جارہا ہے، اس کے ساتھ ظلم وزیادتی ہو رہی ہے، آقا کو شکایت ہے کہ اس کا ملازم اس کے حقوق ادا نہیں کرتا، ملازم کو شکوہ ہے کہ آقا اس کی محنت کے مطابق اس کا حق نہیں دیتا۔ اسی طرح ہر شخص دوسرے سے حق تلفی کا شاکی ہے۔ گھر، باہر، شہر، دیہات، امیر وغریب، عورت، مرد، بچے، بوڑھے، ہر جگہ اور ہر ماحول میں حقوق طلبی کی صدائیں گونجتی نظر آئیں گی۔

دوستو! ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے کس قدر تگ ودو کرتے ہیں، کتنی محنت اور دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ ہمیں جب ہمارا حق نہیں ملتا تو ہمیں کس قدر ملال ہوتا ہے اور ہم شکایات کے کیسے کیسے دفتر کھول دیتے ہیں

Scanned by CamScanner

مگر احکم الحاکمین جس کے قبضہ و قدرت میں ہماری ذات، ہماری جان و مال اور دنیا کا یہ سارا کارخانہ ہے ہر لحظہ، ہر ساعت جس کے ہم پر بیشمار احسانات و انعامات ہیں، کیا ہم نے اس کے حقوق کی ادائیگی کی فکر کی، کیا اس کے جو حقوق ہم پر عائد ہیں وہ ہم نے ادا کر دیئے۔ باری تعالیٰ بھی ہم سے اپنے حقوق کی ادائیگی کا طلبگار رہے وہ بھی اس کے فائدے کے لئے نہیں بلکہ ہمارے ہی فائدہ کیلئے، کیا ہم نے اس کی طرف دھیان دیا اور کتنی مرتبہ دھیان دیا؟ کیا ہم نے اس کی طرف توجہ کی اور کب کب توجہ کی؟

اگر ہم اللہ کے حقوق کو ادا کرنے والے نہ بنیں گے تو کیا اللہ ہم سے خوش رہے گا، کیا اس کی رضامندی ہمیں حاصل ہوگی؟ کیا اللہ کے حقوق تلف کرنے کے بعد ہم اللہ کے غیظ و غضب اور اس کی زبردست پکڑ سے بچ سکیں گے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

محترم دوستو! ہماری سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اللہ کو پہچانیں پھر اس کے حقوق کو پہچانیں اور حقوق پہچاننے کے بعد جان و تن سے اسکی ادائیگی میں لگ جائیں۔ اس کے بغیر نہ ہمیں دنیا میں کامیابی مل سکتی ہے نہ آخرت میں۔ اللہ کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اسے یکتا و بے نیاز تسلیم کریں، ارشاد باری ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ اے نبیؐ! کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے

اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک و ساجھی قرار دینا شرک ہے، اور شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے

ہر گناہ کی بخشش ہو سکتی ہے مگر شرک کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ ارشاد ربانی

Scanned by CamScanner

ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○

بیشک اللہ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور بخشدے گا اس کے علاوہ جو چاہے گا، اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اس نے بہت بڑے گناہ کا افترا کیا۔

جس طرح اللہ کا ہم پر حق ہے کہ ہم اس کی ذات کو ایک مانیں، اس کے ساتھ کسی اور کو خدائی میں شریک نہ سمجھیں، اسی طرح ہم پر یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی صفات میں بھی کسی کو شریک نہ جانیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو دور و نزدیک کی خبر ہے ہر کھلی اور چھپی چیز کا علم ہے۔ کسی اور کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ نہ ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے قبضہ و تصرف میں یہ ساری کائنات اور اس کا نظام ہے، وہ اس میں جیسے چاہتا ہے بناتا اور بگاڑتا ہے، کسی اور کے اندر یہ قدرت و طاقت نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بھی حق ہے کہ ہم اس کی عبادت و اطاعت کریں، اس کے حکموں کے آگے سر جھکا دیں، اس نے اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دینِ اسلام بھیجا ہے ہم اس کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ اور اللہ کی عبادت اس طرح کریں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں، اگرچہ ہم اپنی ان ظاہری آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھتے مگر اس میں کیا شک و شبہ ہے کہ خدا ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ ہماری ہر حرکت و سکون اس کی نگاہ میں ہے۔ ہمارا ہر قدم اس کے ارادہ و مشیت کا مرہونِ منت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ

اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، پس اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو بیشک

Scanned by CamScanner

اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ ہی رہا ہے — یَرَاکَ (بخاری)

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ کا ہم پر حق ہے کہ ہم اس کی عبادت و پرستش کریں۔ اور اس کی عبادت و پرستش میں کسی کو شریک نہ کریں، اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہم اللہ کا حق ادا کرنے والے نہ بنیں گے بلکہ حق مارنے والے بن جائیں گے۔ اور حق مارنے کا جو خوفناک انجام ہوگا وہ کون نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر حق ہے کہ ہم سر اُسی کے آگے جھکائیں، کسی اور کے آگے نہیں، سجدہ اسی کی ذات کو کریں، کسی قبر کو نہیں، طواف اُسی کے گھر خانہ کعبہ کا کریں، کسی مزار کا نہیں، نذر اور قربانی اسی کے نام کی ہو، کسی پیر اور فقیر کیلئے نہیں۔

حقیقی وحدانیت اور یہی حقوق اللہ کی ادائیگی اسی وقت ممکن ہے جب ہم یہ ساری چیزیں صرف اور صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص سمجھیں، کسی اور کو خواہ وہ خدا کا کتنا ہی مقرب کیوں نہ رہا ہو، اس کا اہل نہ سمجھیں۔

سوچئے! کتنی ناسمجھی اور نادانی کی بات ہے کہ ہمارے کچھ مسلمان بھائی بزرگوں کی قبروں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو خدا کے ساتھ مخصوص ہے، مزارات کو چومنا، ان کا طواف کرنا، مزارات کو سجدہ کرنا، ان پر منتیں ماننا، چادر و گاگر اور اس طرح کی بہت سی خرافات میں مبتلا ہیں۔ اور سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ وہ ان امور کو توحید کے خلاف نہیں سمجھتے بلکہ اُسے کارِ ثواب سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ مولانا حالی نے اپنی مسدس میں ایسے ہی لوگوں کا نقشہ کھینچا ہے

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

Scanned by CamScanner

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں، اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ جا جا کے نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

آج عالم یہ ہے کہ آپ کسی بھی "درگاہ" یا "مزار شریف" پر جا کر دیکھ لیجئے وہاں مزار پر جو رونق نظر آئے گی، مزار پر جو سج دھج دکھائی دے گی وہ اسی کے بغل میں مسجد کو حاصل نہ ہوگی۔ عرس کے موقع پر زائرین کے ہجوم کی وجہ سے راستہ چلنا دشوار ہوگا۔ کندھے سے کندھا چھل رہا ہوگا۔ مگر وہیں نماز کے وقت مسجد ویران و سنسان نظر آئے گی دو چار اللہ کے بندے پہونچ گئے تو پہنچ گئے ورنہ "مزار شریف" کو چھوڑ کر مسجد کون جاتا ہے۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے

رہ گئے قبروں کے پتھر سجدہ ریزی کے لئے
ہو چکا رخصت دلوں سے مسجدوں کا احترام

بزرگو اور دوستو! ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ ہم اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، مگر اللہ کا بھی حق ادا کر رہے ہیں یا نہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کا تقاضہ ہے کہ ہم اس کے حقوق کو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ادا کریں۔ اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ہو جس میں عبادت کا دھوکہ مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر
جو خاص خدا کا حصہ ہے بندوں میں اسے تقسیم نہ کر

وما علینا الا البلاغ

Scanned by CamScanner

حقوق العباد

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو
پیکرِ عمل بن کر غیب کی صدا بن جا

محترم بزرگو اور دوستو!

آج دنیا میں ظلم کا دور دورہ ہے، ہر شخص ایک دوسرے کا مال دابنا ہڑپ کرنے کے چکر میں ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ دوسرے کا مال ہتھیا کر میں اپنی جائداد میں اضافہ کرلوں گا، میری دوکان ترقی کر جائے گی، میری کھیتی باڑی بڑھ جائے گی میرے بود و باش اور رہن سہن میں تبدیلی آجائے گی، حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتا ہے کہ دوسرے کا مال اپنے مال میں ملا کر، دوسرے کا کھیت اپنے کھیت میں شامل کرکے وہ اپنے آپ کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کا مستحق بنا رہا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ دوسرے کا کھیت غصب کرکے اس نے اپنے کھیت کی مقدار میں اضافہ کر دیا، حالانکہ حقیقت میں اس نے اپنے کھیت کی مقدار نہیں بڑھائی، بلکہ اپنے لئے جہنم کے انگاروں کی مقدار بڑھالی، وہ باور کئے ہوتے ہے کہ دوسرے کے روپئے پیسے نہ دیکر اس نے اپنے آپ کو ظاہری نقصان سے بچا لیا ہے حالانکہ اُس کی اِس حرکت کی وجہ سے اَبدی دنیا کا نقصان اس کا مقدر بن چکا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ دوسروں پر ظلم و زیادتی کرکے میں اپنے جاہ و حشم اور اقتدار میں اضافہ کر رہا ہوں، اپنا معیارِ زندگی بلند سے

بلند تر کر رہا ہوں۔ حالانکہ اس کے یہ افعال دوزخ کے شعلوں کا لباس پہنا رہے ہیں۔

آہ آج کا یہ انسان کس قدر نادان ہے۔ جن چیزوں کو وہ اپنے فائدہ کا سودا سمجھتا ہے وہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے مگر اسے سمجھ میں نہیں آتا۔ اسے دوسروں پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے لطف آتا ہے، وہ دوسروں کا مال ہڑپ کر کے خوش ہوتا ہے۔ وہ دوسرے کی جائداد غصب کر کے اپنی عقلمندی کی داد حاصل کرنا چاہتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ اس کی یہ حرکتیں کتنی خطرناک ہیں اور کتنا خوفناک ہے وہ راستہ جس پر وہ چل رہا ہے۔

آج کا انسان عدالتوں کا سہارا لے کر، مقدمات لڑ کے جھوٹی سچی گواہیاں دلوا کر، رشوت کی تھیلیاں کھول کر، دوسروں کی جائداد کو اپنی بنا لیتا ہے۔ دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دنیاوی قانون کی رو سے جو چیز میری ہو گئی تو خدائی قانون میں بھی میری ہو گئی۔ حالانکہ یہ اس کی بھول ہے، قیامت تک وہ چیز اس کی نہیں ہو سکتی، اُسے اُس چیز سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے وہ اُس کے ذریعہ جو کچھ حاصل کر رہا ہے سب حرام ہے۔ وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے جھوٹی گواہیاں دلوا کر اور رشوت دے کر حاصل کیا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ	میں ایک انسان ہی ہوں، تم لوگ اپنے جھگڑے
إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ	میرے پاس لے کر آتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں کا
أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ	کوئی دوسرے کے مقابلے میں اپنی بات کو زیادہ
لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ	بنا سنوار کر پیش کرنے کا ماہر ہو، لہٰذا میں اُس
قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ	کو سچا سمجھ کر اُسی کے حق میں فیصلہ کر دوں، پس

Scanned by CamScanner

أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (متفق علیہ)

سُن لو جس کے لئے میں اس کے بھائی کے حق سے فیصلہ کر دوں تو وہ اُسے ہرگز نہ لے۔ کیونکہ وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے جو میں اسے کاٹ کر دے رہا ہوں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے

مَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (مسلم)

جو کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہ ہو، وہ ہم سے نہیں، ایسے شخص کو اپنا ٹھکانا جہنم میں ڈھونڈھ لینا چاہیے۔

محترم حضرات! یہ ظلم و زیادتی اور دوسروں کی جائداد پر ناجائز قبضہ کرنا، حقوق العباد میں سے ہے، اور حقوق العباد، حقوق اللہ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حق چاہے گا تو معاف کر دے گا مگر بندوں کا حق بندے ہی معاف کریں تو کریں، اللہ معاف نہیں کرے گا۔ بلکہ قیامت کے دن بڑے خطرناک طریقے سے وصول کیا جائے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کی کوئی چیز ظلماً لے لی ہو یا اس سے تعرض کیا ہو تو چاہئے کہ وہ دنیا ہی میں معافی تلافی کرالے، قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن درہم و دینار نہ ہوں گے، اگر عمل صالح ہوگا تو اُس سے اُس کے ظلم کی مقدار لے لیا جائے گا اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ، ظالم کے اوپر لاد دیئے جائیں گے۔

Scanned by CamScanner

بھائیو! آج موقع ہے ہم کو چاہئے کہ اس موقع کو غنیمت جانیں۔ ہم سے حقوق العباد میں جو کوتاہیاں ہوئی ہوں، ان کی یہیں معافی تلافی کرالیں، ہم میں سے جس نے اپنے کسی دوسرے بھائی کی جائداد خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہی، ظلماً لے لی ہو وہ اسے واپس کردے، اگر وہ بھائی زندہ نہ ہو تو اُس کے ورثا کو دیدے اگر بالفرض وارث بھی نہ ہوں تو اُسے صدقہ کردے، لیکن بہرحال اسے اپنے پاس نہ رکھے اور اللہ سے صدق دل سے اپنی اِس غلطی کی معافی مانگے، اللہ غفورٌ رحیم ہے، امید ہے کہ معاف کردے گا۔

لیکن اگر آج ہم نے اس موقع کو غنیمت نہ جانا اور معافی تلافی نہ کی تو قیامت کے دن ہماری یہ ڈھیر ساری نمازیں، روزے اور حج وزکوٰۃ ہمیں کام نہ آئینگے ہم خواہ وہاں نیکیوں کے انبار لے کر جائیں مگر اُن سے ہماری گلو خلاصی نہ ہوگی۔ ہماری یہ عبادات، حقوق العباد کے سامنے بالکل بے حیثیت ہو کر رہ جائیں گی اور ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے گا۔ اس دن ہم سے زیادہ بے چارگی اور مفلسی میں کوئی نظر نہ آئے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ (کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا فِیْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ لَا دِرْہَمَ لَہٗ وَلَا مَتَاعَ (ہم تو مفلس اُسی کو سمجھتے ہیں جس کے پاس مال و متاع نہ ہو) حضورؐ نے فرمایا

اَلْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ	میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن
یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَصِیَامٍ	بہت سی نمازیں، روزے اور زکوٰۃ وغیرہ
وَزَکٰوۃٍ وَیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ ھٰذَا	لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ کسی کو گالی دی ہوگی

Scanned by CamScanner

وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُقْعَدُ فَيَقْتَصُّ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ

کسی پر الزام لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا، لہٰذا وہ بٹھا دیا جائے گا اور ہر شخص اپنا بدلہ لینے آجائے گا، اس کی نیکیاں اٹھا اٹھا کر دی جانے لگیں گی، یہاں تک کہ نیکیاں سب ختم ہوجائیں گی مگر دعویدار باقی رہ جائیں گے لہٰذا اُن دعویداروں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے، پھر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

آج ہم غیبت اور چغلخوری میں لگے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اتہام و بہتان لگاتے ہیں، ایک دوسرے کو ستانے اور نیچا دکھانے کی فکر میں رہتے ہیں، ذرا سوچئے! جب قیامت کے دن ان کے عوض ہماری نیکیاں لی جانے لگیں گی تو ہم کس لائق رہ جائیں گے، ہمارے اوپر جب ہمارے ظلم کے بدلے مظلوموں کی بُرائیاں لادی جانے لگیں گی تو ہم اپنی بےچارگی کی فریاد کس سے کرسکیں گے؟ خدا بھی ہماری کوئی فریاد نہ سنے گا کیونکہ یہ سب اسی کے حکم سے ہوگا اور خدا بھی حق والوں کو حق لینے سے نہ روکے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ (بیہقی)

سچ بات تو یہ ہے کہ اگر وہاں بھی مظلوموں کو اپنا حق نہیں ملے گا تو کہاں ملے گا؟ اگر وہاں بھی انصاف نہ ہوگا تو کہاں ہوگا؟ اسی لئے حدیث شریف میں ہے

لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقُ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ (مسلم)

قیامت کے دن حقوق، حقداروں تک ضرور بالضرور پہونچائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کے لئے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائیگا

یعنی جانوروں تک میں مظلوموں کی داد رسی ہوگی اور حق داروں کو ظالموں سے حق دلایا جائے گا۔ پھر بھلا انسان اشرف المخلوقات ہوکر اور بڑی ذمہ داریوں کا اہل ہوکر، اس قانون سے مستثنیٰ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی گرفت تو سب سے پہلے ہوگی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّہٗ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لے لی ہوگی وہ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

بزرگو اور دوستو! ہمیں ان وعیدوں سے ڈرنا چاہئے اور ظلم وزیادتی اور حقوق العباد میں کوتاہی کرنے سے باز آجانا چاہئے ورنہ ہماری ساری زندگی کے اعمال اکارت ہوجائیں گے۔ قیامت کے دن ان اعمال کا ہمیں کوئی فائدہ نہ پہونچے گا۔ اس دن ہم افسوس سے ہاتھ ملیں گے مگر اُس دن کا ہاتھ ملنا کام نہ آئے گا۔

وہ غیرتیں، وہ صبر، وہ ایمان ہیں کہاں
حسنِ عمل کے دل میں وہ ارمان ہیں کہاں
اک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہیں خستہ حال
پوچھے ذرا کوئی کہ مسلمان ہیں کہاں

اکبر الہ آبادی

Scanned by CamScanner

حقوقِ مسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَفْضَلِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَمَنِ اهْتَدٰى بِهُدٰهُمْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اَمَّا بَعْدُ
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا
مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ
وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ج وَ
مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا
مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا
اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

صدرِ محترم! حاضرینِ مجلس

میں نے ابھی ابھی آپ حضرات کے سامنے سورہ حجرات کی جو آیاتِ کریمہ تلاوت کی ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے

"اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے، کیا عجب ہے کہ جن پر ہنستے ہیں وہ ان ہنسنے والوں سے خدا کے نزدیک بہتر ہوں، اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے، کیا عجب ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے

طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا ہی برا ہے۔ اور جو ان حرکتوں سے باز نہ آئیں تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو۔ اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔"

بزرگو اور دوستو! ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی تصویر کھینچی ہے اور بتایا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ کس قدر ہمدردی اور بہی خواہی کا سلوک کرنا چاہئے اور اس کو اذیت دینے والی اور تکلیف پہونچانے والی باتوں سے بچنا چاہئے۔ آیاتِ کریمہ کے علاوہ احادیثِ نبویہ میں بھی یہ ہدایات جابجا وارد ہوئی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ — مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

دوسری حدیث میں ہے

لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَتَبَّعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَتَبَّعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ۔

(اپنے) مسلمان بھائیوں کو ایذا نہ پہونچاؤ، انکی برائی نہ بیان کرو اور ان کے عیوب نہ تلاش کرو، ورنہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا عیب تلاش کرتا ہے اور جس کا عیب اللہ تلاش کرے گا اسے رسوا کردے گا خواہ وہ عیب کتنا ہی پوشیدہ ہو۔

Scanned by CamScanner

میرے بھائیو! اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں ترقی کریں، ہماری عظمت رفتہ اور کھویا ہوا وقار ہم کو واپس مل جائے تو ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہمارے آپسی تعلقات کس قسم کے ہیں، ہم ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں یا بدخواہ، ایک دوسرے کے ہمدرد وغم گسار ہیں یا جانی دشمن؟ —— بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ہم مسلمان ایک دوسرے کو زیر کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، ایک دوسرے کی جائداد کو ہڑپ کرنا ایک دوسرے کی جائداد کو لوٹنا، ایک دوسرے پر طعن وتشنیع، اتہام وبہتان اور غیبت وچغل خوری کرنا، آج ہم مسلمانوں کا شیوۂ زندگی بن گیا ہے۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ سچا پکا کامل الایمان مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ	کامل مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے اس کے دوسرے مسلمان بھائی محفوظ رہیں۔

قرآن وحدیث میں مسلمانوں کے جو آپسی حقوق بیان کئے گئے ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے لئے سراپا خیر ہونا چاہئے، دنیا میں جتنے مسلمان ہیں، قرآن نے سب کو بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ سورہ حجرات میں ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ	تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ۔	تمام مومنین فرد واحد کی طرح ہیں، اگر آنکھ میں تکلیف ہو تو پورا بدن تکلیف محسوس کرتا ہے اگر سر میں تکلیف ہو تو بھی پورا بدن تکلیف محسوس کرتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور اتحاد وتعاون کو

Scanned by CamScanner

عمارت کے مثل کہا گیا ہے۔ جس طرح کسی عمارت کا ہر جز۔ دوسرے جز کو مضبوطی سے تھامے ہوتے ہے اور ہر جز۔ کو دوسرے جز کے ذریعہ استحکام پہونچتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی ایک دوسرے کا معاون اور بہی خواہ ہونا چاہیے۔ اپنی ہمدردی اور مدد کے ذریعہ آپسی اتحاد و اتفاق کی عمارت کو مضبوطی اور استحکام عطا۔ کرنا چاہیے تاکہ کوئی اُسے گرا نہ سکے۔ تباہ و برباد نہ کر سکے۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند ہو، وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی ناپسند ہونا چاہیے ایسا نہ ہو کہ اپنے لئے خواہش ہو کہ میں دولتمند بن جاؤں۔ آرام و راحت سے گزر بسر کروں، کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہو، مگر دوسرے مسلمان بھائی کی دولت ایک آنکھ نہ بھائے۔ مسلمان بھائی کا چین و سکون اور آرام و راحت سوہان روح بن جائے اور یہی فکر رہے کہ مجھے کوئی پریشانی نہ ہو مگر دوسرا مسلمان خوب پریشان رہے۔

سوچ بچار کا یہ طریقہ اور غور و فکر کا یہ انداز سچے اور پکے مسلمان کا نہیں ہے۔ سچا اور کامل مسلمان وہ ہے جو حضورؐ کے اس فرمان کے مطابق ہو۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ	اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں
لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی	میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک مومن
یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ	کامل نہیں ہو سکتا جبتک اپنے بھائی کے لئے
لِنَفْسِہٖ	وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک کامل مسلمان نہ تو دوسرے مسلمان پر ظلم کر سکتا ہے نہ اس پر ظلم کرنے والے کی مدد کر سکتا ہے۔ نہ ہی اس کی تحقیر و تذلیل کے درپے ہو سکتا ہے۔ جو مسلمان

Scanned by CamScanner

دوسرے مسلمان کی ضرورت پوری کرے گا، اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی پریشانی دور کرے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور کرے گا، جو مسلمان دوسرے مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب یعنی گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ ہر مسلمان کی، دوسرے مسلمان پر تین چیزیں حرام ہیں

دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرْضُہٗ اُس کا خون، اُس کا مال، اُس کی عزت۔

مسلمان کو دھوکہ دینا اور اُسے نقصان پہونچانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے

مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان کو ضرر پہونچائے

اَوْمَکَرَبِہٖ یا اس کے ساتھ مکر کرے۔

مسلمان بھائی کو ہنسی مذاق میں بھی ڈرانے دھمکانے یا اس کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ دو مسلمانوں کے درمیان تین دن سے زیادہ سلام وکلام اور بول چال بند رکھنا حرام ہے اور اُن میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو سلام وکلام میں پہل کرے اور یہ سوچ لے کہ

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

محترم بزرگو اور دوستو! مسلمانوں کے آپسی تعلقات اور حقوق کی کہاں تک تفصیل بیان کی جائے، بے شمار قرآنی آیات واحادیث نبویہ میں ان باتوں کو بہت کھول کھول کر بتا دیا گیا ہے۔ اُن ہدایات کے بعد بھی

Scanned by CamScanner

اگر ہم مسلمان، ایک دوسرے کے ہمدرد نہ بنے، ہم نے آپسی رنجشوں کو ختم نہ کیا، ایک دوسرے کو ایذا دینے سے باز نہ آئے اور تعلقات کو سدھارنے اور مسلمان بھائی کا حق ادا کرنے کی فکر نہ کی تو کیا ہم سچے اور پکے مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں ؟!

اثر کرے نہ کرے، سُن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

بنائیں کیا سمجھ کر شاخِ گُل پر آشیاں اپنا
چمن میں آہ! کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

اقبالؔ

حقوقِ والدین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِلدِّیْنِہِ الْقَوِیْمِ وَمَنَّ عَلَیْنَا
بِبِعْثَۃِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ
وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ
مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۰

ع ارحمھما

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ!

میں نے آپ حضرات کے سامنے ابھی ابھی سورۃ بنی اسرائیل کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے ــــــ اور حکم دیا ہے آپ کے رب نے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تمہارے سامنے تمہارے والدین میں سے کوئی یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہونچ جائیں تو اُن کو اُف بھی نہ کہنا اور اُن کو نہ جھڑکنا، اور اُن سے نرم بات کہنا، اور اُن کے آگے عاجزی کا بازو جھکا دو، اور کہو کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے مجھکو چھوٹے سے پالا ہے۔"

حضرات! اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے حقوق کو بیان

Scanned by CamScanner

لیل ہے۔ لیکن یہی ایک آیت نہیں ہے بلکہ قرآن میں دیگر مقامات پر بھی یہی احکام موجود ہیں، مثلاً سورہ لقمان میں ہے

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۝

ہم نے تاکید کر دی انسان کو اُس کے ماں باپ کے واسطے، اُس کی ماں نے اُس کو اپنے پیٹ میں رکھا تھک تھک کر، اور دودھ چھڑانا دو برس میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا حق مانو اور تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اگر وہ کوشش کریں کہ تم میرے ساتھ اُس چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو تم اُن کی بات نہ ماننا، اور دنیا میں دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ گناہ اور معصیت کے علاوہ ہر کام میں والدین کی اطاعت ضروری ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسکی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، حضورؐ! کس کی ناک خاک آلود ہو، آپ نے فرمایا مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ (اُس شخص کی، جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کے عالم میں پایا، پھر اُن کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہیں بنایا)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں آکر دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ (والدین کا حق کیا ہے؟) حضورؐ نے فرمایا هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ (وہی تمہاری جنت بھی ہیں، وہی تمہاری دوزخ بھی) مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کی فرمانبرداری

Scanned by CamScanner

کروگے تو جنت کے حقدار بن جاؤ گے اور اگر اُن کے ساتھ بُرا سلوک کروگے تو جہنم میں جلوگے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نیک اولاد اپنے ماں باپ کی طرف محبت کی نظر سے دیکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہر نظر کے بدلے ایک حج مبرور کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ دن میں سو مرتبہ نظر ڈالے؟ حضورؐ نے فرمایا نَعَمْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَطْیَبُ (ہاں! اللہ کی عطا اور بخشش تمہارے تصورات سے بڑھ کر ہے)

محترم دوستو! غور کرنے کا مقام ہے کہ ماں باپ کو صرف محبت کی نظر سے دیکھنے کا کتنا بڑا ثواب ہے۔ لہذا جو لوگ ماں باپ کی دل وجان سے خدمت کرتے ہیں، ہر دم اُن کا حق ادا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، اُن کے آرام وراحت کا خیال رکھتے ہیں، وہ اللہ کے نزدیک کتنے بلند مقام کے مستحق ہیں، ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صُحْبَتِیْ (میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟) حضورؐ نے فرمایا اُمُّکَ (تمہاری ماں) اس نے کہا ثُمَّ مَنْ (پھر کون؟) حضورؐ نے جواب دیا ثُمَّ اُمُّکَ (پھر تمہاری ماں) اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا، تینوں مرتبہ حضورؐ نے یہی جواب دیا۔ جب اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا ثُمَّ مَنْ (پھر کون؟) تو حضورؐ نے فرمایا ثُمَّ اَبُوْکَ (پھر تمہارا باپ)

نیک اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے والدین کی خبر گیری کرے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک اور ہر ایک کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رِضَی الرَّبِّ فِی رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ

Scanned by CamScanner

فِی سَخَطِ الْوَالِدِ (باپ کی رضا میں اللہ کی رضا ہے، باپ کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے) دوسری روایت میں ہے کہ باپ جنت کے دروازوں میں سب سے بیچ کا دروازہ ہے، خواہ تم اُسے محفوظ رکھو یا ضائع کر دو۔

بزرگو اور دوستو! والدین کی خدمت گذاری صرف آخرت کے ہی اجر و ثواب کا ذریعہ نہیں بلکہ دنیا میں بھی رحمتِ الٰہی کا سبب ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کا واقعہ بیان فرمایا۔ تینوں آدمی کہیں جا رہے تھے، راستہ میں بارش ہونے لگی، بارش سے بچنے کے لئے تینوں ایک غار میں چھپ گئے۔ غار ایک پہاڑ کے نیچے واقع تھا۔ موسلا دھار بارش میں پتھر کی ایک بھاری چٹان اوپر سے پھسل کر غار کے منھ پر گری، غار کا منھ بند ہو گیا اور یہ تینوں اس میں قید ہو کر رہ گئے۔ چٹان اتنی بھاری تھی کہ تینوں مل کر بھی اس کو ہٹا نہیں سکتے تھے۔ بڑی مصیبت کی گھڑی تھی غار کا منھ اس طرح بند ہو گیا کہ باہر کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ تینوں نے اللہ کو یاد کیا اور ایک دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا کوئی ایسا نیک عمل یاد کرے جو اس نے خالص اللہ کی رضامندی کے لئے کیا ہو، اور ہر ایک اپنے اسی عمل کا حوالہ دیکر اللہ سے دعا کرے شاید اللہ ہماری مشکل کو حل فرما دے اور یہ چٹان غار کے منھ سے ہٹ جائے۔

ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے، میں بکریاں چرا کر ان سب کی خبر گیری کرتا تھا۔ جب میں شام کو واپس آتا تو دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا پھر اپنے بچوں کو۔ ایک دن بکریاں چراتے ہوئے میں دور نکل گیا تھا جب واپس آیا تو رات ہو چکی تھی، میرے والدین سو چکے تھے، میں نے اپنی عادت کے مطابق

Scanned by CamScanner

دودھ دوہا اور دودھ کا برتن لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ مجھے یہ بھی پسند نہیں تھا کہ والدین کو جگاؤں اور ان کی نیند میں خلل ڈالوں اور یہ بھی پسند نہیں تھا کہ والدین سے پہلے اپنے بچوں کو پلا دوں بچے بھوک کے مارے میرے قدموں کے پاس روتے اور چیختے رہے، مگر میں نے انھیں دودھ نہ پلایا، اور ماں باپ کے سرہانے دودھ کا برتن لئے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس چٹان کو اس غار سے اتنا ہٹا دے کہ آسمان نظر آنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اُس کی دعا قبول فرمائی اور چٹان اتنی کھسک گئی کہ آسمان نظر آنے لگا۔

دوسرے نے کہا اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی، جس سے میں محبت کرتا تھا۔ ایسی ہی شدید محبت جیسی مرد۔ عورت سے کرتا ہے، میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ اگر میں اسے سو دینار لاکر دیدوں تو وہ میری خواہش پوری کردے گی۔ چنانچہ میں نے محنت اور کوشش کرکے سو دینار جمع کئے اور اسے لاکر دیئے وہ خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہو گئی، مگر عین وقت پر اس نے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور یہ حرکت نہ کر۔ چنانچہ میں فوراً وہاں سے اٹھ گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس چٹان کو ہٹا دے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی بھی دعا قبول فرمائی، اور چٹان کچھ اور ہٹ گئی۔

تیسرے نے کہا اے اللہ! میں نے ایک شخص کو اجرت پر رکھا تھا اسکی اجرت سولہ رطل دھان طے ہوئی تھی، جب اس نے کام پورا کرلیا تو اس نے اپنی اجرت مانگی۔ میں نے اجرت اس کے سامنے رکھ دی، مگر اس نے اس کو لیا نہیں بلکہ چھوڑ کر چلا گیا۔ میں اس دھان کو برابر بوتا رہا یہاں تک کہ اس کی خرید و فروخت سے بہت سی گائیں اور چرواہے جمع کرلئے، پھر ایک دن وہی شخص آیا اور اس نے

Scanned by CamScanner

کہا اللہ سے ڈرو! مجھ پر ظلم نہ کرو اور میرا حق دیدو۔ میں نے کہا جاؤ وہ گائیں اور چرواہے لے جاؤ۔ اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور مجھ سے مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں تم سے مذاق نہیں کرتا جاؤ! گائیں اور چرواہے لے جاؤ۔ وہ شخص ان گایوں اور چرواہوں کو لے گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو باقی ماندہ چٹان بھی ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا بھی قبول کی اور چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اور تینوں صحیح سالم نکل آئے۔

محترم حضرات! یہ ہے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اعمال صالحہ کی برکت کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی کتنی بڑی مصیبت سے نجات عطا فرمائی۔ آئیے ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو اپنے والدین کا فرمانبردار اور اطاعت شعار بنائے اور اعمالِ صالحہ کی دولت عطا فرمائے۔

(آمین)

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

اقبال

Scanned by CamScanner

تخلیقِ آدمؑ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم! حاضرینِ جلسہ!

تصور کیجیے اُس وقت کا جب دنیا میں انسانوں کی آبادی نہ تھی، نہ آدمؑ تھے نہ آدم زاد، نہ حواؑ تھیں نہ حواؑ کی اولاد، یہ دنیا کتنی ویران اور اداس رہی ہوگی نہ چہل پہل نہ رونق، نہ شور و غل، نہ ہنگامہ، سارا ماحول بے کیفی اور بے لطفی میں ڈوبا ہوا، نہ محبت نہ عداوت، نہ اتحاد، نہ اختلاف، نہ فکرِ معاش، نہ فکرِ آخرت، ہر چیز سے عاری اور ہر چیز سے خالی دنیا، نہ زندگی کی بہار، نہ زندگی کی رنگینیاں، جب دنیا میں آدمی ہی نہیں تھا تو یہ چیزیں کہاں سے ہوتیں، یہ ساری بہار تو انسان ہی کے دم سے ہے۔ انسانی وجود نے دنیا کے ماحول کی کایا پلٹ دی دنیا کی اداسی اور ویرانی کو رونق و ہنگامہ میں بدل دیا، دنیا میں انسان کے آتے ہی زندگی کی تگ و دو شروع ہو گئی، کائنات کی کھوج کرید اور تحقیق و تفتیش کا سلسلہ چل پڑا۔ اس ہنگامۂ ہستی نے جہاں ہزاروں فتنوں کو جنم دیا، وہیں کائنات کے رازہائے سربستہ کھولے، زندگی کے عُقدۂ لاینحل کی گتھیاں سلجھائیں جہاں اس نے اپنی گمراہی و ضلالت کے اسباب فراہم کیے وہیں حق و صداقت کے

Scanned by CamScanner

روشن مینار بھی تعمیر کئے، انسان نہ سراپا خیر تھا، نہ سراپا شر، اس میں شر اور خیر دونوں تھا۔ لہٰذا دونوں فطرتوں کا ظہور ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک نے انسان کو کامیابی سے ہمکنار کیا، دوسرے نے اسے گمراہی پر ڈال دیا۔

ذرا اور پیچھے ہٹ کر سوچئے! جب یہ دنیا بھی نہ رہی ہو دنیا کا کارخانہ نہ رہا ہو، یہ کائنات نہ رہی ہو۔ کائنات میں پائی جانے والی مخلوقات نہ رہی ہوں۔ تب کیسا لگتا ہوگا، اور خالق کائنات کیا سوچتا رہا ہوگا۔؟!

ایک حدیث قدسی ہے جو اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے مگر ہمارے اس تصور کے لئے معین و مددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ
میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

گویا مخلوقات کی پیدائش کا مقصد خالق کائنات کو پہچاننا ہے، لہٰذا جو مخلوق اپنے خالق کو نہ پہچانے وہ اپنے مقصد تخلیق اور مقصد آفرینش سے ناواقف و بیگانہ ہے ــــ خالق کو پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق، خالق کی مطیع و فرمانبردار ہو۔ اسکے حکموں پر چلنے والی ہو، اسکی عبادت میں منہمک رہنے والی ہو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ
ہم نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

انسانوں سے پہلے اس دنیا میں جنات آباد تھے۔ مگر ان کے ذریعہ دنیا میں وہ رنگارنگی نہ پیدا ہو سکی جو حضرت انسان کا مقدر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ اور نائب پیدا کرنے والا ہوں۔ فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے کہ بارِ الٰہا! اگر ایک نئی مخلوق کو پیدا کرنے کا مقصد آپ کی تسبیح و تہلیل ہے تو اسکے

Scanned by CamScanner

نے ہم تو ہر وقت حاضر ہی رہتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مخلوق زمین میں فساد پھیلائے، خون خرابہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ مخلوق مفسد ہوگی یا مصلح، اچھی ہوگی یا بُری، خون خرابہ کرے گی یا امن و آشتی کی پیامبر، ان سب کے بارے میں حقیقت کا علم مجھے ہے، تمہیں نہیں۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ	اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں
جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا	سے کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں
اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ	تو فرشتوں نے کہا کیا ایسی ہستی کو خلیفہ بنایا جا رہا
یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ	ہے جو زمین میں فساد پھیلائے اور خون بہائے
بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ	حالانکہ ہم تو تیری تسبیح و تقدیس میں لگے ہی رہتے ہیں۔
اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ط	اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

آدم کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا۔ جب وہ مٹی پختہ ٹھیکری کی طرح کھنکھنانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس جسدِ خاکی میں روح پھونکی۔ دفعتہً وہ جسدِ خاکی گوشت پوست کا ایک انسان بن گیا ساتھ ہی تمام انسانی اوصاف و خصائل کا حامل بھی

فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں تاکہ فرشتوں پر آدمؑ کی برتری ثابت ہو جائے۔ فرشتے حکمِ الٰہی کے پابند تھے، فوراً آدمؑ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے مگر ابلیس لعین نے سجدہ سے انکار کر دیا اور مردودِ بارگاہ ہوا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ	اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَ	کرو۔ پس سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدے سے انکار کیا
اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ○	اور تکبر کیا اور وہ (علمِ الٰہی میں) پہلے ہی سے کافروں میں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تم نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا، ابلیس نے جواب دیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں، آدم سے اونچی مخلوق ہوں، پھر اپنے سے نیچی

Scanned by CamScanner

مخلوق آدم کو کیوں سجدہ کروں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میرے حکم سے بھی اونچے تھے کہ میرے حکم کے بعد تم نے نافرمانی کی، نکل جاؤ یہاں سے، تم ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ ہوگئے۔ سورۂ اعراف میں ہے۔

مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ

کس بات نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں حکم دے چکا تھا، ابلیس نے کہا میں آدمؑ سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری یہ ہستی نہیں ہے کہ یہاں رہ کر سرکشی کرے یہاں سے نکل دور ہو، بیشک تو ذلیلوں میں سے ہے۔

شیطان نے کہا اسی آدم کی وجہ سے مجھے تیرے دربار سے نکالا گیا، لہذا تو مجھے مہلت دے کہ میں آدمؑ اور آدمؑ کی اولاد کو بہکاؤں، انھیں گمراہ کروں، ان کے سامنے دنیا کو مزین کر کے پیش کروں، طرح طرح سے دل میں وسوسے ڈالوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا! میں نے تجھ کو مہلت دیدی اور قیامت تک کی مہلت دی۔ لیکن یاد رکھ! جو تیرے بہکاوے میں آئیں گے، جو تیری راہ اختیار کریں ان کو اور تجھ کو، سب کو جہنم میں جھونک دونگا۔ اور یہ بھی یاد رکھ کہ میرے مخلص بندے تیرے پھندے میں نہ آئیں گے، تیرا کوئی داؤ اور فریب ان پر نہ چلے گا۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہی سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہونچانے والی ہے۔ جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہ چلے گا مگر انھیں پر چلے گا جو بندگی کی راہ سے بھٹک گئے۔ ان سب کے لئے جہنم کے عذاب کا وعدہ ہے

بزرگو اور دوستو! اس وقت سے لے کر آج تک شیطان انسان کے پیچھے پڑا ہوا ہے، وہ انسانوں کو طرح طرح کے حیلوں، قسم قسم کی تدبیروں سے گمراہ

Scanned by CamScanner

کرتا رہتا ہے مگر اللہ کے مخلص اور نیک بندے ، شیطان کے فریب میں نہیں آتے ، وہ انبیاء کرامؑ کے ذریعہ بھیجی ہوئی ہدایت پر چلتے ہیں ۔ لیکن جو لوگ شیطان کے مکر و فریب میں آگئے ۔ ان کا ٹھکانا وہیں ہے جہاں شیطان کا ٹھکانا ہے یعنی جہنم اور اسکے دہکتے ہوئے انگارے ، جہنم اور جہنم کے سانپ ، بچھو اور طرح طرح کے عذاب ۔

لیکن قصہ آدم کا یہ باب یہیں بند نہیں ہوتا ، فرشتوں کے سامنے آدم کی برتری دکھانے کا انتظام ہو رہا ہے ۔ تاکہ فرشتے انسان کو سراپا شر نہ سمجھیں ، وہ انسان کو فتنہ و فساد اور خون خرابے کا ہی آلہ تصور نہ کریں ۔ بلکہ اس کی مخفی صلاحیت اس کی قوت ادراک اور اس کے علمی تفوق کا بھی جائزہ لے سکیں ۔ اور انسانی علم کے آگے اپنی عاجزی و درماندگی کا اعتراف کریں ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم اسماء کی دولت عطا فرمائی ، پھر فرشتوں سے بھی علم اسماء کے متعلق استفسار ہوا اور آدم سے بھی ۔ فرشتے نہ بتا سکے ۔ حضرت آدمؑ نے فوراً بتا دیا ۔ اور آدمؑ کا استحقاق خلافت ثابت ہو گیا ۔ فرشتوں نے اعتراف کیا کہ انسان علم میں ان سے بڑھ کر ہے وہ ان سے زیادہ حقائق اشیاء کی دریافت پر قادر ہے ۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ج	اور اللہ نے آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے پھر انھیں فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ ، اگر تم درستگی پر ہو ۔ فرشتوں نے کہا اے پروردگار ! تیری ذات پاک ہے ۔ ہمیں بس وہی علم ہے جو تو نے سکھایا ۔ تو ہی جاننے والا ، حکمت والا ہے ۔ کہا اے آدمؑ ! ان چیزوں کے نام بتاؤ ، پس جب آدمؑ نے ان چیزوں کے نام بتا دیئے

Scanned by CamScanner

فَلَمَّآ اَنۢبَاَھُمۡ بِاَسۡمَآئِھِمۡ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ ۝

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کی غیب کی باتیں میں ہی جانتا ہوں اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

بہرحال آدم کی برتری فرشتوں پر ظاہر ہو گئی اور فرشتوں نے بھی اس کا اعتراف واقرار کیا، اس کے بعد حضرت آدمؑ کو حکم ہوا کہ وہ جنت میں رہیں، جنت کے میوے اور پھل کھائیں، آرام وراحت سے گزربسر کریں۔ لیکن تنہا رہتے ہوئے آدمؑ کو وحشت ہو رہی تھی، کسی ساتھی کی تلاش تھی، جس کو اپنا ہم دم وہم نفس اور مونس وغم خوار بنائیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی انتظام فرمایا اور حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا وَخَلَقَ مِنۡھَا زَوۡجَھَا (اور اسی کے نفس سے اس کا جوڑا بنایا) آدمؑ وحواؑ دونوں ہنسی خوشی جنت میں رہنے لگے، جنت میں ہر طرح کی آزادی تھی مگر ایک چیز کی پابندی تھی۔ پابندی یہ تھی کہ جنت کے فلاں درخت کا پھل نہ کھانا، پھل کھانا درکنار اس کے قریب بھی نہ جانا مگر انسان کا ازلی دشمن شیطان تاک میں تھا، اس نے آدمؑ وحوؑا کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ جس درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا ہے وہ "شجرۂ خلد" ہے۔ اسکے پھل کا کھانا جنت کے سرمدی آرام اور ہمیشہ کی راحت کا ضامن ہے، شیطان نے قسمیں کھا کھا کر باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، چنانچہ آدم وحوّا پر لازمۂ بشریت یعنی خطا۔ ونسیان کا ظہور ہوا اور ممانعت کے باوجود ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا۔ پھل کھاتے ہی جنت کا لباس اتر گیا دونوں کا ستر کھل گیا۔ آدمؑ وحوؑا پتوں سے اپنا بدن چھپانے لگے۔ گویا انسانی تمدن کی ابتدا ہو رہی تھی کہ انسان ستر پوشی کے لئے سب سے پہلے درخت کے پتوں کو استعمال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا اے آدمؑ! ممانعت کے باوجود یہ حکم عدولی کیسے ہوئی؟ آدمؑ پھر آدمؑ تھے سراپا اطاعت شعار و فرمانبردار، شیطان کی طرح اپنی غلطی کی تاویل کرنے والے یا اپنی غلطی پر جم جانے والے نہ تھے، انھوں نے صاف صاف اپنی خطا کا اقرار کیا کہ بارِ الٰہا! یہ حکم عدولی تمرد و سرکشی کا نتیجہ نہیں، یہ ذہول و نسیان کا نتیجہ ہے پھر بھی اے اللہ! میں اپنی خطا پر نادم ہوں، عفو و مغفرت کا طلبگار ہوں۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا
ہم نے آدمؑ سے پہلے ہی عہد لے لیا تھا مگر وہ بھول گیا، اور ہم نے اس میں نافرمانی کا قصد نہ پایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ و حواؑ کی غلطی معاف فرمادی لیکن حکم ہوا کہ زمین میں اترو تاکہ نسل انسانی آباد ہو، دنیا کی ویرانی دور ہو، انواع و اقسام کی تحقیقات و انکشافات سے دنیا کی رونق دوبالا ہو، یہ خاموش اور بے کیف ماحول کیف و سرور اور رنگ و نور میں تبدیل ہو۔

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ○
اور ہم نے کہا یہاں سے اترو، تم میں کا بعض بعض کا دشمن ہوگا۔ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور فائدہ اٹھانا ہے ایک وقت مقررہ تک

کھول آنکھ زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایامِ جدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ
بیتاب نہ ہو معرکۂ بیم و رجا دیکھ

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

Scanned by CamScanner

حضرت نوح علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ۔ اَمَّا بَعْدُ

صدر محترم حاضرین جلسہ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بہت سے نبی اور رسول بھیجے، سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے، اور سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام تھے، مسلم شریف کی حدیث میں ہے یَا نُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلَی الْاَرْضِ (اے نوح! تمہیں زمین پر سب سے پہلا رسول بنایا گیا)

حضرت نوح علیہ السلام ایک ایسی قوم میں مبعوث کئے گئے تھے جو توحید سے یکسر ناآشنا تھی، خدائی تعلیمات و احکام کو بالکل بھلا بیٹھی تھی۔ خدائے واحد کی جگہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش و پوجا میں مصروف تھی، قوم نوح کے پانچ مشہور بت تھے جن کا نام وَد، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ یہ پانچوں قوم نوح کے صالحین کے نام تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو اس زمانہ کے لوگوں نے ان کی یادگاریں ان کی مورتی بنا کر رکھ لی، ان لوگوں کے بعد جب دوسری نسل آئی تو اس نے اُن مورتیوں کا احترام کرنا شروع کر دیا، جب وہ بھی چلے گئے اور تیسری نسل کے لوگ آئے تو انھوں نے احترام سے بڑھ کر پوجا شروع کر دی اور انھیں پانچوں مورتیوں کے آگے سجدہ ریز ہونے لگے اور اس طرح بت پرستی شروع ہو گئی۔

Scanned by CamScanner

گویا دنیا میں بت پرستی کی ابتداء اولیاء پرستی سے ہوئی ہے۔ دنیا میں پہلے بت پرستی کا وجود بھی نہ تھا۔ سب سے پہلے بزرگوں کی یادگار کے لئے مورتیاں بنیں اور وہی مورتیاں بعد میں پوجی جانے لگیں۔

نوح علیہ السلام نے جب قوم کو اللہ کی طرف بلایا، شرک کو چھوڑ دینے کی تلقین کی، حق و راستی کی راہ اختیار کرنے کی تبلیغ کی تو قوم کی اکثریت نے بات ماننے سے انکار کر دیا۔ بہت کم لوگوں نے حضرت نوحؑ کی دعوت پر لبیک کہا، وہ بھی بیچارے معمولی حیثیت رکھنے والے اور کمزور لوگ تھے، قوم کے بڑے لوگوں نے حضرت نوحؑ کا مذاق اڑایا۔ ان کی دعوتی کوششوں کا استہزا کیا اور اس بات کا بھی طعنہ دیا کہ تمہارے ساتھ معمولی لوگ ہیں، غریب اور کمزور طبقے کے افراد ہیں۔

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ	ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری اتباع کرنیوالے
هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَ	ہم میں ذلیل و حقیر لوگ ہیں اور بے سوچے
مَا نَرٰی لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ	سمجھے تمہارے پیچھے ہولئے ہیں ہم تو تم لوگوں میں
بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ○	اپنے سے کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو

حضرت نوح علیہ السلام نے صاف صاف کہہ دیا کہ اے رؤسائے قوم! تم لوگ میری دعوت کو مانو یا نہ مانو، تم میری آواز پر لبیک کہو یا نہ کہو، میں ایمان لانے والوں کو اپنے سے الگ نہیں کر سکتا وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (میں انہیں دھتکارنے والا نہیں جو ایمان لے آئے)

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو طرح طرح سے سمجھایا، رات میں بھی، دن میں بھی، کھلم کھلا بھی، پوشیدہ طور پر بھی مگر قوم نہ مانی، حضرت نوحؑ کے سمجھانے پر اور بھی برگشتہ ہوگئی۔ کانوں میں انگلیاں اور کپڑے ٹھونس لئے، نوح علیہ السلام نے عذاب الٰہی سے ڈرایا تو کہنے لگے اے نوحؑ! تم اپنے رب کا عذاب کیوں نہیں

Scanned by CamScanner

لے آتے، روزانہ دھمکاتے کیا ہو۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥	قوم نے کہا اے نوحؑ! تونے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑا کیا، پس جس عذاب کا تو وعدہ کرتا ہے اُسے لے آ، اگر تو سچا ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام دین کی دعوت دیتے رہے، لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے، لیکن قوم بہت ہی ہٹ دھرم اور سرکش تھی، وہ حضرت نوحؑ کی بات کسی طرح ماننے کے لئے تیار نہ تھی، دن بدن اس کی سرکشی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ ساڑھے نوسو برس تک دعوت دینے کے بعد جب حضرت نوحؑ علیہ السلام بالکل ناامید اور مایوس ہوگئے تو بارگاہ الٰہی میں یوں دعاء فرمائی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ٥	اے پروردگار! تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ، اگر تو ان کو یوں ہی چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی نسل بھی انہی کی طرح نافرمان پیدا ہوگی۔

بارگاہِ الٰہی میں حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعاء قوم کے حق میں بددعاء تھی اور ہر طرح کی کوششوں کے بعد وہ اس بددعاء پر مجبور ہوئے تھے، پیغمبر کی بددعاء رائیگاں کیوں جاتی، فوراً قبول ہوئی اور حکم ہوا کہ اے نوح ایک کشتی تیار کرو، ایک طوفان آنے والا ہے، یہ سرکش ونافرمان قوم اسی طوفان میں غرق ہوجائے گی اور جو اہل ایمان ہوں گے وہ کشتی میں محفوظ رہیں گے۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ٥	اے نوح! ہماری حفاظت میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ اور مجھ سے ظالموں کے متعلق کچھ نہ کہو، یہ لوگ غرق ہونے والے ہیں۔

Scanned by CamScanner

نوح علیہ السلام نے کشتی بنانی شروع کی، قوم نے دیکھا تو مذاق اڑایا کہ نہ پانی، نہ پانی برسنے کا کوئی امکان، کیا خشکی پر کشتی چلائیں گے، لیکن حضرت نوح علیہ السلام ان سب ـــ سے بے نیاز اپنے کام میں مصروف رہے اور کشتی بن کر تیار ہو گئی۔ اب عذاب الٰہی آگیا، آسمان سے بھی ٹوٹ کر پانی برسنے لگا اور زمین بھی اپنے چشمے ابلنے لگی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا اے نوح! اپنے اہل وعیال اور دیگر ایمان والوں کو لے کر کشتی میں بیٹھ جاؤ اور ہر مخلوق کا ایک ایک جوڑا بھی ساتھ رکھو۔ اب وہی لوگ عذاب الٰہی سے بچیں گے جو کشتی میں ہوں گے۔ انکے سوا کوئی نہ بچ سکے گا۔

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ	یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہونچا اور تنور نے جوش مارا
قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ	ہم نے کہا چڑھا لو کشتی میں ہر قسم سے جوڑا اور اپنے
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا	گھر کے لوگوں کو سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں
مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ	پہلے فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور سب ایمان والوں کو بھی،
اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ	اور ایمان نہ لائے تھے ان کے ساتھ مگر تھوڑے،

آپ لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایمان لانے والے کتنے ہیں؟ صرف چالیس افراد، یا بقول بعض اسّی کے قریب یعنی ساڑھے نو سو برس کی تبلیغ کا نتیجہ چالیس یا اسّی نفر اہل ایمان۔ بہر حال ناکام حضرت نوح علیہ السلام نہیں تھے۔ انھوں نے اپنی کوشش میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ ناکام تو وہ قوم تھی جس نے دعوت الٰہی کو ٹھکرایا اور گمراہی اور ضلالت پر تکیہ کر کے بیٹھ گئی۔

عذاب الٰہی آچکا تھا، نافرمان اور سرکش قوم عذاب الٰہی کے شکنجے میں کسی جا چکی تھی اور اہل ایمان کی کشتی موجوں کے درمیان بڑی شان و شوکت اور اطمینان و سکون کے ساتھ تیر رہی تھی وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ (وہ کشتی انھیں ان موجوں کے بیچ لئے چل رہی تھی جو پہاڑوں کے مانند تھیں) پہاڑوں کی

Scanned by CamScanner

طرح اٹھتی ہوئی طوفانی لہروں میں سرکش قوم غرق کی جارہی تھی۔ اسی دوران ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے کنعان کو دیکھا کہ وہ طوفانی موجوں میں تھپیڑے کھا رہا ہے۔ نوح علیہ السلام دعوت حق کے جذبے سے بیتاب ہو اٹھے، پکار کر کہا یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ (اے میرے بیٹے! آ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوجا اور کافروں میں سے نہ ہو) مگر آہ وہ بدنصیب بیٹا جواب بھی نہ سمجھ سکا، جو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر بھی نہ سنبھل سکا۔ کہنے لگا کہ میں ابھی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا۔ وہ مجھے موج سے بچالے گی۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا "آج اللہ کے عذاب سے اللہ کے سوا کوئی نہ بچاسکے گا۔" ابھی یہی گفتگو ہورہی تھی تب تک ایک موج آئی اور باپ بیٹے کے درمیان حائل ہوگئی، سکنڈوں میں بیٹا نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا۔ عذابِ الٰہی کی غضبناک طوفانی لہروں نے اسے دبوچ لیا تھا۔ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ (اور دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا)

سوچئے! کنعان کون تھا؟ حضرت نوحؑ کا بیٹا، ایک جلیل القدر پیغمبر کا لخت جگر، ایک برگزیدہ رسول کا نور نظر، مگر انجام کیا ہوا؟ عذابِ الٰہی کے شکنجے میں گرفتاری، ہمیشہ کی ذلت ورسوائی۔

جب بیٹا ڈوبنے لگا اور عذابِ الٰہی کی تیز وتند موجوں میں ہچکولے کھانے لگا تو حضرت نوح علیہ السلام کی محبت پدری نے جوش مارا اور بارگاہِ رب العزۃ میں یوں التجا کی

رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ — اے میرے رب! میرا بیٹا میرے اہل وعیال میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوحؑ! یہ کنعان اگرچہ تمہارا صلبی بیٹا ہے مگر مومن

Scanned by CamScanner

نہیں ہے۔ تمہارا متبع اور فرمانبردار نہیں ہے۔ ایمان ویقین کی دولت سے مالامال نہیں ہے، بلکہ کفر و شرک کی آلائشوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس لئے حقیقت میں تمہارے اہل وعیال میں شامل نہیں۔ صرف صلبی بیٹا ہونے سے اہل وعیال میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمہارے اوپر ایمان نہ لائے۔ اس کے اعمال، گناہ و معصیت کے اعمال ہیں، نیکی اور عمل صالح سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لہٰذا اے نوحؑ! اسکے بارے میں سفارش نہ کرو۔ یہ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا۔

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ

فرمایا اے نوحؑ! وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے۔ اسکے اعمال اچھے نہیں ہیں۔ پس مجھ سے ایسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جسکے متعلق تمہیں علم نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم ناواقفوں میں نہ ہو۔

نوح علیہ السلام نے فوراً معافی مانگی اور کہا کہ واقعی مجھ سے بھول ہو گئی تھی کہ میں نے اپنے نافرمان بیٹے کے لئے سفارش کی۔ حقیقت میں اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور اے اللہ! اگر تو میری اس غلطی کو معاف نہ کرے گا تو میں بڑے خسارے میں مبتلا ہو جاؤں گا۔

حضرات! غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک سگا بیٹا بھی ایمان نہ لانے اور عمل صالح نہ کرنے کی وجہ سے نبی کے اہل وعیال میں داخل نہ رہا۔ تو وہ لوگ اچھی طرح سوچ لیں جو حسب نسب کے بیجا فخر میں مبتلا ہیں اور اعمال صالحہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے، یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کے یہاں بزرگی اور بڑائی کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری ہے، ایمان ویقین اور اعمال صالحہ کی دولت ہے نہ کہ خاندان کی بڑائی اور عظمت

سورہ حجرات میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا

ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

ہے اور تمہارے قبیلے اور خاندان اسلئے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو۔ خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے معرکۃ الآرا، خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْاٰبَاءِ ۝ اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ

جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

میرے دوستو! قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے، حسب نسب نہیں تولے جائیں گے، عمل کا پلڑا اگر بھاری نہ ہوا تو اونچے خاندان سے ہونا کچھ کام نہ آئے گا۔ اس لیے حسب نسب اور ذات برادری پر فخر و مباہات کے بجائے اعمال صالحہ میں لگ جانا چاہئے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

عروج نسل و نسب پر غرور بے معنیٰ ❊ عمل تلے گا قیامت میں خاندان نہیں

بہرحال قوم نوح اپنے کیفر کردار کو پہونچ گئی۔ جس عذاب کو وہ ایک مذاق اور کھیل سمجھتے تھے وہ حقیقت کا روپ دھار کر انھیں نگل چکا تھا۔ طوفان نوح تھم گیا۔ آسمان کو حکم ہوا اب نہ برس، زمین سے کہا گیا کہ پانی کو جذب کرلے۔ سفینۂ نوح صحیح وسلامت جودی پہاڑ پر لگ گیا۔ جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ مفسد قوم کیسے تباہ و برباد ہوتی ہے اور ایمان لانے والے کس طرح کامیاب و بامراد ہوتے ہیں۔

يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ

اے نوحؑ! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اترو اور برکتوں کے ساتھ تم پر بھی اور ان پر بھی جو تمہارے ساتھ ہیں۔

Scanned by CamScanner

حضرت ابراہیم علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

صدرِ محترم حاضرینِ جلسہ!

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، خدائے بزرگ و برتر کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات، دنیا کے تین بڑے مذاہب کی سرچشمہ ہے اسلام، یہودیت اور عیسائیت، حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کا سلسلۂ نسب بھی حضرت ابراہیمؑ تک پہونچتا ہے اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابراہیم کے لاڈلے فرزند حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی اولاد میں ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا باپ آزر بہت بڑا بت پرست اور بت ساز تھا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس نے بت ساز کے گھر میں بت شکن پیدا کردیا۔ مشرک باپ کا بیٹا موحد، بتوں کے آگے سر جھکانے والے کا لختِ جگر، خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونے والا، اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو تراش کر مورتیاں بنانے والے کا نورِ نظر مورتیوں کا دشمن۔

سچ ہے کہ اللہ کی قدرت کے آگے کوئی چیز ہیچ نہیں، وہ چاہے تو نبی کے گھر میں شیطان پیدا کردے اور چاہے تو شیطان کے گھر میں نبی کو پیدا فرمادے۔ حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے مگر اُن کا بیٹا بت پرست و مشرک تھا۔ آزر بت پرست و بت ساز

Scanned by CamScanner

تھا مگر اُسی کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ بت شکن و خدا پرست تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب آنکھیں کھولیں تو گھر کے ماحول کو دیکھا کہ ان کا باپ اپنے ہاتھوں سے مورتیاں بناتا ہے۔ اُن کی تراش خراش کرتا ہے۔ پھر بازار میں لے جاکر فروخت کر دیتا ہے، لوگ اُسے خریدتے ہیں، ان مورتیوں کو خدا سمجھتے ہیں، اُن کے آگے سر جھکاتے ہیں، ہاتھ جوڑتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں، انہیں ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کو یہ باتیں بہت عجیب لگتی تھیں، وہ سوچتے تھے کہ میرا باپ اور یہ سارے لوگ کس قدر گمراہی میں مبتلا ہیں۔ بظاہر میں آنکھیں رکھتے ہوئے دل کی بینائی سے محروم ہیں۔ بصارت تو ہے لیکن بصیرت نہیں، کان تو ہیں لیکن گوش حق نیوش نہیں، اُن کے پاس دل بھی ہے، دماغ بھی ہے۔ بظاہر عقل و شعور بھی ہے مگر کتنے بے شعور ہیں کہ اپنے سے کمزور کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو خدا سمجھتے ہیں، جو اتنے کمزور ہیں کہ مکھی بیٹھ جائے تو اُسے بھی نہیں بھگا سکتے، سامنے رکھی ہوئی چیز کو کھا نہیں سکتے، ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز اٹھا نہیں سکتے، کسی کی طرف قدم اٹھا کر چل نہیں سکتے۔ کہنے کو ان بتوں کے پاؤں بھی ہیں، ہاتھ بھی ہیں، کان بھی ہیں، آنکھ بھی ہیں، زبان بھی ہے چہرہ مُہرہ بھی ہے۔ بظاہر تو سبھی کچھ ہے، مگر صرف دیکھنے اور دکھانے کے لئے حقیقت میں کچھ نہیں ہے۔ حقیقت میں صرف ایک بے جان اور بے حیثیت پتھر ہے۔ جس کو عقل کے اندھوں اور شعور و فہم سے لابلد انسانوں نے اپنا خدا تصور کر رکھا ہے کتنی بڑی بھول میں انسان مبتلا ہے، کتنی بڑی گمراہی میں غرق ہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشادِ ربانی ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا	اُن کے دل ہیں پر وہ سمجھتے نہیں۔ اُن کے آنکھیں
لَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا	ہیں پر دیکھتے نہیں۔ اُن کے کان ہیں پر سُنتے نہیں

لَہُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِہَا ۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ہُمْ اَضَلُّ ۔ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

یہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔ یہی ہیں جو غفلت میں سرشار ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو سمجھایا، اپنی قوم کو نصیحت کی اور انھیں بت پرستی چھوڑ کر خدائے وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کی تلقین کی۔ قرآن عزیز میں ہے

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰہِیْمَ رُشْدَہٗ مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا بِہٖ عٰلِمِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖ مَا ھٰذِہِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَہَا عٰکِفُوْنَ ۝ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَہَا عٰبِدِیْنَ ۝ قَالَ لَقَدْ کُنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

بلاشبہ ہم نے ابراہیمؑ کو اول ہی سے رشد و ہدایت عطا کی تھی اور ہم اس کے جاننے والے تھے جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ مجسمے کیا ہیں؟ جن کو تم لے بیٹھے ہو۔ کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی پوجا کرتے پایا ہے، ابراہیمؑ نے کہا بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں ہیں۔

سورہ مریم میں ارشاد ہوتا ہے

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰہِیْمَ ۬ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا ۝ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۝ یٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ

اے پیغمبر! کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کرو، یقیناً وہ مجسم سچائی تھے اور اللہ کے نبی تھے۔ اس وقت کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تم کیوں ایسی چیز کی پوجا کرتے ہو جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے، نہ تمہارے کوئی کام آسکتی ہے۔ اے میرے باپ! مجھے علم کی ایسی روشنی مل گئی ہے جو تمہیں نہیں ملی، پس میری اتباع کرو میں تمہیں سیدھی راہ دکھاؤں گا، اے میرے باپ!

Scanned by CamScanner

لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝

شیطان کی بندگی نہ کرو، شیطان تو خدائے رحمٰن کا نافرمان ہو چکا ہے۔ اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ خدائے رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب تمہیں آگھیرے اور تم شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان نصیحتوں کا نہ باپ آزر نے مانا، نہ قوم نے بلکہ سبھی ابراہیمؑ کے دشمن بن گئے۔ آزر نے تو حضرت ابراہیم کو سنگسار کر دینے کی دھمکی دی اور کہہ دیا کہ تم گھر سے نکل جاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے باپ کو سلام کیا، گھر سے نکل گئے، اور جاتے جاتے باپ سے یہ بھی کہہ گئے کہ میں اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا۔ میرا رب مجھ پر بڑا مہربان ہے، ممکن ہے تمہیں بخش دے۔ اب میں تم کو بھی چھوڑ رہا ہوں اور تمہارے ان تمام معبودوں کو بھی جنھیں تم خدا کے سوا تم پوجتے ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کی قوم کواکب پرست تھی، چاند تاروں کو بھی اپنا معبود سمجھتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاند ستاروں سے بھی اپنا دامن چھڑا لیا اور معبود واحد سے اپنا رشتہ عبدیت جوڑا، لیکن اس کے لئے انداز اتنا عجیب و غریب اختیار کیا کہ چاند، سورج اور ستاروں کے آگے سربسجود ہونے والی قوم کی گمراہی کھل کر سامنے آگئی۔

تاروں بھری رات تھی۔ ایک ستارہ نہایت روشن و تابناک تھا۔ حضرت ابراہیم نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ هٰذَا رَبِّيْ (یہ میرا رب ہے) جب وہ وقت مقررہ پر ڈوب گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا) جو ڈوب جائے اور اتنا مجبور ہو کہ وقت مقررہ سے ایک دو گھڑی بھی نہ ٹھہر سکے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

اب چاند چمکتا ہوا نظر آیا، چاندنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ اگر کواکب کو ہی خدا ماننا ہے تو یہ چاند زیادہ مستحق ہے

Scanned by CamScanner

کیونکہ تمام ستاروں کے مقابلے میں یہ زیادہ روشن ہے اور اپنی ٹھنڈی روشنی سے سارے جہان کو منور کئے ہوتے ہے، مگر جب سحر قریب آئی تو چاند بھی دُھندلا پڑنے لگا اور جب اُجالا ہوا تو اس کی بھی روشنی غائب ہو چکی تھی حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ (اگر میرے پروردگار نے مجھے راہ نہ دکھائی ہوتی تو میں ضرور اسی گروہ میں سے ہو جاتا جو راہ راست سے بھٹک گیا)

اب دن نکل چکا تھا اور آسمان پر سورج پوری آب و تاب کے ساتھ روشن تھا۔ سورج! جو چاند سے بھی زیادہ کائنات عالم کے لئے روشنی کا منبع و مرکز تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا هٰذَا رَبِّي هٰذَا أَكْبَرُ (یہ میرا پروردگار ہے؟ کہ یہ سب سے بڑا ہے) مگر دن بھی دھیرے دھیرے ختم ہو رہا تھا اور شام کے سائے قریب آرہے تھے، شب دیجور آپہونچی، سورج بھی اپنا منھ چھپا کر مغرب میں روپوش ہو چکا تھا حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ مجبور و بیکس چاند، تارے اور سورج خدا نہیں ہو سکتے، لہٰذا

يٰقَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝	اے میری قوم! میں ان تمام سے جنکو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں۔ میں نے ہر طرف سے منھ موڑ کر صرف اس ہستی کیطرف اپنا رُخ کر لیا ہے جو آسمان و زمین کی بنانیوالی ہے اور میں شرک کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں۔

معبودان باطل کو لاچار و بے بس ثابت کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک اور موقع ہاتھ آیا اور وہ تھا قوم کے میلے کا دن، قوم نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا آپ بھی میلے میں چلئے، مگر حضرت ابراہیمؑ نے قوم کی گمراہی سے اپنی افسردگی اور رنج و ملال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ إِنِّي سَقِيمٌ (میں کچھ بیمار ہوں)

Scanned by CamScanner

قوم حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑ کر میلے میں چلی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اٹھے، کلہاڑی ہاتھ میں لی اور قوم کے سب سے بڑے بُت خانے میں پہونچ گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ بتوں کے سامنے طرح طرح کے چڑھاوے کے کھانے موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طنزیہ لہجے میں بتوں کو خطاب کر کے فرمایا یہ سب موجود ہے۔ تم کھاتے کیوں نہیں، میں تم سے بات کر رہا ہوں تم جواب کیوں نہیں دیتے اَلَا تَاْكُلُوْنَ مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (کیوں نہیں کھاتے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں بولتے) پھر بڑے بت کو چھوڑ کر سبھی کو توڑ ڈالا اور بڑے بت کے کاندھے پر کلہاڑی رکھ کر چلے آئے۔ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ (پس ابراہیمؑ نے سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر بڑے بُت کو چھوڑ دیا)

جب لوگ میلے سے واپس آئے اور بت خانے کا یہ حال دیکھا تو بہت برہم ہوئے اور تحقیق شروع کی یہ کس نے کیا ہے۔ ایک دوسرے سے پوچھتے رہے۔ آخر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ابراہیمؑ کی ہی حرکت ہوگی کیونکہ وہی ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا رہتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے گئے اور اُن سے سوال کیا گیا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰاِبْرٰهِيْمُ (اے ابراہیمؑ کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟)

حضرت ابراہیمؑ سے جس وقت یہ سوال ہو رہا تھا، قوم کا ایک مجمع کثیر موجود تھا کاہن، مذہبی پیشوا اور سرداران قوم بھی کھڑے تھے، اور سب کے کان حضرت ابراہیم کے جواب کی طرف لگے ہوئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ بتوں کو بے حیثیت اور بے وقعت ثابت کرنے کا اس سے بہتر موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ آج سبھی لوگ دیکھ لیں گے کہ ہمارے یہ مٹی اور پتھر کے معبود کتنے بے جان، کتنے کمزور اور کتنے لاچار و بے بس ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا

Scanned by CamScanner

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ ۔ بلکہ ان کے بڑے نے یہ کیا ہے، پس اگر یہ بت بولتے
اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ ہوں تو انھیں سے پوچھ لو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وار نشانہ پر لگ چکا تھا، وہ بتوں سے کیا پوچھتے بھلا بُت بھی بولتے ہیں، سب کو شرمسار اور نادم ہونا پڑا، مذہبی پیشواؤں اور کاہنوں کا بُرا حال تھا، اُن کی بڑی ذلت و رسوائی ہو رہی تھی کہ جن بتوں کو وہ حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے اور ساری قوم کو جن کے آگے سرنگوں ہونے پر مجبور کرتے تھے وہ اتنے بے حیثیت و بے وقعت نکلے کہ اپنی حفاظت بھی نہ کر پائے اور نہ ہی یہ بتا سکتے ہیں کہ اُن کو کس نے توڑا، ٹوٹے ہوئے بت کیا بتاتے، بڑا بت جو محفوظ تھا وہ بھی نہ بتا سکتا تھا۔ شرمندگی اور ندامت سے عرق عرق ہو کر سر جھکا لیا، پھر کہنے لگے۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۔ اے ابراہیمؑ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں۔

گویا بتوں کی عاجزی و درماندگی کا اعتراف خود اُن کے پرستار دل و پجاریوں نے کر لیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی حجت قائم ہو چکی تھی کہ یہ بُت جب بولنے تک کی طاقت نہیں رکھتے تو نفع و نقصان کی کیا طاقت رکھیں گے، وقت آ گیا تھا کہ اللہ کی ربوبیت اور قدرت و حاکمیت کا اظہار کرتے ہوئے قوم کو "ایمان باللہ" کی دعوت دیدی جائے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا

اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ کیا پس تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی پوجا کرتے ہو
مَا لَا يَنْفَعُكُمْ وَلَا يَضُرُّكُمْ ۔ جو نہ تم کو کوئی نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان، تم پر افسوس
اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ ۔ ہے اور تمہارے اُن معبودوں پر بھی جن کو تم خدا کو
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ چھوڑ کر پوجتے ہو، تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

لیکن وہ قوم جو عقل و ہوش کو معبودانِ باطل کے پاس رہن رکھ چکی ہو، جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے یکسر محروم ہو، جس کے پاس بصارت تو ہو مگر دل بصیرت

Scanned by CamScanner

سے عاری ہوں وہ حضرت ابراہیمؑ کی اس روشن دلیل کو کیسے قبول کر سکتی تھی، چنانچہ سب لوگ اعتراف و اقرار کرنے کے بجائے حضرت ابراہیمؑ کے ہی دشمن ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنا ہے تو اس مجرم کو سخت سزا دو، اسے دہکتی ہوئی آگ میں جلادو تاکہ اس کا وجود ہی ختم ہو جائے اور اس کی دعوت و تبلیغ کا قصہ بھی تمام ہو جائے۔

شُدہ شُدہ یہ بات بادشاہِ وقت نمرود تک پہونچ گئی، جو خدائی کا دعویدار تھا اور ساری رعایا سے اپنی پرستش کراتا تھا اس نے سوچا کہ اگر یہ شخص اپنی تبلیغ کرتا رہا اور اس کی دعوتی سرگرمیاں یونہی جاری رہیں تو میری بادشاہت و اقتدار میرا جاہ و جلال اور میری رُبُوبیت و خدائی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نمرود کے دربار میں پہونچے تو اس نے پوچھا کہ تم باپ دادا کے دین کی کیوں مخالفت کرتے ہو؟ اور مجھے اپنا رب کیوں نہیں مانتے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ میں خدائے واحد کا پرستار ہوں۔ اس کے ساتھ خدائی میں کوئی شریک نہیں، ساری کائنات اور سارا نظام عالم اسی کے قبضہ و تصرف میں ہے، ساری کائنات اُسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ کوئی انسان یا مٹی اور پتھر کا بت خدا نہیں ہو سکتا۔ میں سیدھی راہ پر ہوں، تم لوگ غلط راہ پر ہو، میں صحیح راہ کو چھوڑ کر باپ دادا کا خود ساختہ دین نہیں اختیار کر سکتا۔

نمرود نے کہا کہ اے ابراہیمؑ! کیا تیرے خدا میں کوئی ایسی قدرت ہے جو مجھ میں نہیں ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ میرا رب وہ ہے جس کے قبضہ و قدرت میں موت و حیات ہے، وہی موت دیتا ہے وہی زندگی عطا کرتا ہے۔

موت و حیات کے مفہوم سے ناآشنا اور نابلد نمرود کہنے لگا کہ زندگی اور

Scanned by CamScanner

موت تو میرے اختیار میں بھی ہے" اس کے بعد دو قیدیوں کو بلایا، جو بے قصور تھا اس کے متعلق جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو، جلاد نے حکم کی تعمیل کی، بے قصور قتل کر دیا گیا۔ اور دوسرے شخص کے متعلق جو واجب القتل مجرم تھا، حکم دیا کہ اسے آزاد کر دیا جائے اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ دیکھو! میں بھی تو زندگی اور موت دیتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس سے بات کرنا بیکار ہے، یہ موت وحیات کا مطلب ہی نہیں سمجھتا۔ بے قصور کو مار ڈالنے اور مجرم کی جان بخش دینے کا نام موت وحیات عطاء کرنا نہیں ہے بلکہ موت وحیات کا مالک ہونے کا نام موت وحیات عطاء کرنا ہے، جس کے قبضہ و قدرت میں ہست کو نیست کرنا اور نیست کو ہست کرنا ہو، وہی موت وحیات کا مالک ہے۔ نمرود یا تو بات کو سمجھتا نہیں، یا قوم کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے سوچا کہ اس کے سامنے کوئی ایسی دلیل لانی چاہیے جس سے آسانی سے زیر ہو جائے اور کوئی جواب نہ بن پڑے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا

فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ

پس اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے۔ تو اُسے مغرب سے نکال کر دکھلا، پس وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل و براہین کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا مگر اس کے باوجود وہ لوگ راہ مستقیم پر گامزن نہ ہوتے بلکہ سب نے مل کر حضرت ابراہیمؑ کے لئے ایک سزا تجویز کی اور وہ تھی آگ میں زندہ جلا دینے کی سزا، چنانچہ ایک مخصوص مقام پر کئی روز تک مسلسل آگ دہکائی گئی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتے ہوئے انگاروں میں پھینکدیا۔

Scanned by CamScanner

نمرود اور ساری قوم مطمئن تھی کہ اب ابراہیم بچ کر نہیں جاسکتا، مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے، حضرت ابراہیمؑ کا بال بیکا نہ ہوا، دہکتی ہوئی آگ، لپکتے ہوئے شعلے اللہ کے حکم سے گل و گلزار بن گئے، جس اللہ نے آگ کے اندر جلانے کی صلاحیت رکھی ہے، اُسی نے اُس آگ کی صلاحیت کو بے اثر کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں "بَرْدًا وَّسَلَامًا" بنا دیا۔ قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ (ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر سرد اور سلامتی بن جا)

دشمن اگر قوی است، نگہبان قوی تر است

حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح و سالم مامون و محفوظ آگ کے شعلوں سے ہوتے ہوئے نرغۂ اعداء سے نکل گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں سے مایوس ہو چکے تھے، انھوں نے دعوت و تبلیغ کا نیا میدان تلاش کیا اور ایسے لوگوں کی طرف چلے جو حق بات سننے والے اور حق پر ایمان لانے والے ہوں۔ چنانچہ کلدانیین کی جانب ہجرت کرتے ہوئے فلسطین پہونچے اور فلسطین سے مصر گئے۔ تینوں مقامات پر حضرت ابراہیمؑ کی بیوی حضرت سارہؓ اور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔ بادشاہ مصر نے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہؓ کو حضرت ابراہیمؑ کے نکاح میں دیدیا۔ یہی وہ حضرت ہاجرہ ہیں جن سے ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تولد ہوئے اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہے۔

محترم بزرگو اور دوستو! اگر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پر غور کریں تو ہمیں شروع سے آخر تک ابتلاء و آزمائش کے دور سے بھری ہوئی ملے گی۔ باپ آزر کا دشمن بن جانا، قوم کا عداوت پر کمربستہ ہوجانا، نمرود کا حضرت ابراہیمؑ کو آگ کے شعلوں میں ڈلوا دینا، پھر سب سے مایوس ہو کر وطن عزیز کو خیر آباد کہہ دینا یہ ساری باتیں ابتلاء و آزمائش نہیں تو اور کیا ہیں۔

Scanned by CamScanner

لیکن امتحان کے مراحل ابھی ختم نہیں ہوئے تھے۔ بیوی ہاجرہ سے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ بڑھاپے کے عالم میں پہلی اولاد پیری اور ضعیفی کا سہارا آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور، حضرت ابراہیمؑ کو کیا خوشی نہ ہوئی ہوگی۔

مگر اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسمعیلؑ کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ آؤ۔ یعنی اُس جنگل و بیابان میں جہاں نہ کوئی آبادی ہے، نہ آب و دانہ، جو چٹانوں اور پتھروں کا دیس ہے، جہاں کھیتی باڑی کا سوال ہی نہیں، ریت ہی ریت، ریگستان ہی ریگستان دور تک پھیلا ہوا تا حدِ نگاہ کسی آدم زاد کا نہ نشان نہ پتہ۔ مگر وہ وادی جو اللہ کی سب سے محبوب وادی تھی، جہاں ابراہیمؑ و اسمٰعیل کو خانۂ کعبہ کی تعمیر کرنی تھی، جہاں صفا و مروہ پہاڑیاں ہیں، جہاں زمزم کا چشمہ اُبلنا تھا، جس وادی کو ایک دن ساری دنیا کا مرکز نگاہ اور مرکز توجہ بننا تھا۔ ہاں ہاں! وہی وادی جو دنیا کی سب سے مقدس وادی تھی۔ جہاں تجلیاتِ الٰہی کا خاص فیضان تھا۔

خدا کے حکم سے مرسلؑ نے جب رختِ سفر باندھا
جنابِ ہاجرہؓ نے دوش پہ لختِ جگر باندھا

خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر
معزز جس کو ہونا تھا زمینوں و آسمانوں پر

چلا جاتا تھا اس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر
جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر

وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے

Scanned by CamScanner

وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے ہول آتا ہے
وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا ہے
بالآ چلتے چلتے آخری منزل پہ آ ٹھہرے
پئے آرام زیر دامن کوہِ صفا ٹھہرے

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر جانے لگے اور چلتے چلتے ایسی جگہ پہونچ گئے جہاں سے اہل وعیال نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو اس جانب جہاں خانہ کعبہ ہے رُخ کیا اور یوں دعاء مانگی

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی بعض اولاد وادیٔ غیر ذی زرع میں تیرے محترم گھر کے پاس لاکر بسائی ہے۔ خدایا! تاکہ یہ نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور تو انھیں زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کردے تاکہ یہ تیرے شکر گزار رہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہؓ اور ننھے اسمٰعیلؑ کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ اور ایک تھیلی کھجور چھوڑ کر گئے تھے۔ حضرت ہاجرہ کچھ دن تک اسی سے گزر بسر کرتی رہیں، آخر کار پانی بھی ختم ہو گیا اور کھجوریں بھی، اب بڑی سخت پریشانی کا سامنا تھا، چونکہ بھوکی پیاسی تھیں اس لئے دودھ بھی نہیں اترتا تھا کہ اسمٰعیلؑ کو پلا سکیں۔ جب بھوک وپیاس سے حالت دگرگوں ہونے لگی اور ننھا اسمٰعیلؑ بیتاب ہونے لگا تو حضرت ہاجرہؓ، اسمٰعیلؑ کو وہیں چھوڑ کر قریب کی صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں کہ شاید کہیں پانی نظر آجائے یا کوئی اللہ کا بندہ دکھائی دے جائے، مگر کچھ نظر نہ آیا۔ بچے کی محبت میں دوڑ کر پھر بچے کے پاس واپس آگئیں۔ مگر بچے کو

Scanned by CamScanner

بھوک و پیاس سے تڑپتا اور بلکتا دیکھ کر دوسری پہاڑی مروہ پر پہونچیں مگر وہاں سے بھی کچھ نظر نہ آیا۔ پھر بچے کا خیال آیا، دوڑ کر واپس آگئیں، شاعر کہتا ہے

صفا و مروہ پہ ہر سو تلاش آب میں دوڑیں — بلند و پست پہ فکر شئے نایاب میں دوڑیں
کبھی اس سمت جاتی تھیں کبھی اس سمت جاتی تھیں — خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں
تڑپتے دیکھ کر بچے کو بڑھ جاتی تھی بے تابی — ٹپک پڑتی تھی اشک یاس سے پانی کی نایابی
بہت ڈھونڈھا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے — جدھر اُٹھی نظر، جھلسے ہوئے ٹیلے نظر آئے

اسی طرح سات مرتبہ صفا و مروہ کے درمیان آئیں گئیں، یہی وہ سنتِ ہاجرہ ہے، جسے آج بھی حاجی فریضۂ حج کے دوران ادا کرتے ہیں، اور جسے سعی بین الصفا و المروہ کہا جاتا ہے

آخر میں جب حضرت ہاجرہؓ مروہ پر تھیں تو کانوں میں ایک آواز آئی۔ جیسے کوئی پکار رہا ہے۔ کان لگایا تو آواز آئی اے ہاجرہ! تمہاری درد بھری صدا سُن لی گئی۔ جاؤ ذرا اسمٰعیلؑ کے پاس جاکر قدرت خداوندی کا تماشا دیکھو، حضرت ہاجرہ، شیر خوار اسمٰعیلؑ کے پاس واپس آئیں تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام موجود ہیں اور جس جگہ ننھا اسمٰعیلؑ ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہیں ایک چشمۂ شیریں جاری ہے۔ حضرت ہاجرہؓ جلدی جلدی اُس کے چاروں طرف باڑ بنا کر اُسے پھیلنے سے روکنے لگیں۔ یہی وہ چشمہ شیریں، چشمۂ زمزم ہے، جسے حجاج کرام، حج بیت اللہ سے واپسی پر بطور تبرک لاتے ہیں اور ہم اور آپ عزت و احترام کے ساتھ پیتے ہیں۔

اسی دوران عرب کا ایک قبیلہ بنی جرہم ادھر سے گزرا اور وادی کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ اور حضرت ہاجرہؓ کی اجازت سے وہیں مستقل بود و باش اختیار کرلی اس طرح یہ وادیٔ غیر ذی زرع آباد ہوگئی اور انسانی قدموں کی چہل پہل اور خوشنما چڑیوں کی چہچہاہٹ ہر طرف سنائی دینے لگی۔

Scanned by CamScanner

کچھ دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام، اللہ کے حکم سے پھر واپس آئے تاکہ اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسمٰعیلؑ سے ملاقات کریں اور وادیٔ غیر ذی زرع کا نقشہ دیکھیں چنانچہ بیوی و بچے اور قبیلہ جرہم کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر بجالائے۔

مگر اب حضرت ابراہیمؑ کا ایک اور امتحان ہونا تھا، سب سے آخری امتحان مگر سب سے کٹھن اور سب سے دشوار امتحان، ایسا امتحان اور ایسی آزمائش جو دنیا کی تاریخ میں سب سے انوکھی اور سب سے عجیب تھی، جس کا نقشہ اور جس کا منظر دنیا نے آج تک کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ امتحان تھا امیدوں کے مرکز، بڑھاپے کی لاٹھی لاڈلے، چہیتے اور اکلوتے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ کے راستے میں قربان کر دینے کا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دن تک لگاتار خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے ابراہیمؑ! تم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے اسمٰعیلؑ کی قربانی دو۔" انبیاء کرامؑ کا خواب رویائے صادقہ اور وحیِ الٰہی ہوتا ہے — حضرت ابراہیمؑ پیکرِ تسلیم و رضا تھے، فوراً حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے، مگر اس امتحان و آزمائش کا دوسرا جزء، وہ بیٹا تھا جسے راہِ خدا میں قربان کرنا تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزندِ ارجمند کو اپنا خواب سنایا، بیٹا آخر کس کا بیٹا تھا، حضرت ابراہیم کا بیٹا، پیکرِ تسلیم و رضا کا بیٹا، ہر آزمائش میں کھرے اترنے والے باپ کا بیٹا، ایک جلیل القدر اور اولو العزم پیغمبر کا بیٹا جس کی پیشانی سے خود ہی نورِ نبوت نمایاں تھا۔ بیٹے نے بھی سر جھکا دیا۔ اے میرے پیارے باپ! آپ کو اللہ کی طرف سے جو حکم ملا ہے، کر گزریئے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمانِ باری پر — زمین و آسماں حیراں تھے اس طاعت گزاری پر

Scanned by CamScanner

رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک — یہ جرأت پیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی اب تک
عجب بشاش تھے دونوں رضائے رب عزت پر — تأمل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر

اب دونوں باپ اور بیٹے قربانی پیش کرنے کے لیے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ منزل پر پہونچ کر باپ نے مذبوح جانور کی طرح بیٹے کے ہاتھ پیر باندھے، چھری کو تیز کیا اور پیشانی کے بل پچھاڑ کر چھری حلقوم اسمٰعیلؑ پر رکھدی۔

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا — چھری اس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں آلیٹا
پچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا — چھری پتھر پہ رگڑی، ہاتھ کو حلقوم پر رکھا
زمیں سہمی پڑی تھی آسماں ساکن تھا بیچارہ — نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

لیکن فوراً اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیمؑ! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، اب اپنے بیٹے کو چھوڑ دو اور اس مینڈھے کو بیٹے کے عوض قربان کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک مینڈھا کھڑا نظر آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے بیٹے اسمٰعیلؑ کی جگہ مینڈھے کو قربان کر دیا۔ یہ پورا واقعہ سورۂ صافات میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَٰذَا

ابراہیمؑ نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تو تیری کیا رائے ہے؟ اسمٰعیلؑ نے کہا اے میرے باپ! آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ کر ڈالیے، اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پس جب دونوں نے تسلیم درضا اختیار کر لیا اور ابراہیمؑ نے پیشانی کے بل اس بیٹے کو پچھاڑ دیا اور ہم نے اس کو پکارا اے ابراہیمؑ! تم نے خواب سچ کر دکھایا، بیشک ہم

Scanned by CamScanner

لَهُوَ الْبَلَآءُ الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں، بلاشبہ یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور بدلہ دیا ہم نے اسکو "ذبح عظیم" کا۔ اور باقی رکھا ہم نے اس پر آنیوالی نسلوں میں کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیکی کرنیوالوں کو یونہی بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک ابراہیمؑ ہمارے مومن بندوں میں سے ہے۔

یہی وہ قربانی ہے جو آج تک امتِ مسلمہ کا شعار ہے اور قیامت تک رہے گی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هِيَ الْاَضَاحِيُّ (اے اللہ کے رسولؐ! یہ قربانی کیا ہے ؟) حضورؐ نے فرمایا سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ (تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم کو اس قربانی کے عوض اللہ کے یہاں کیا بدلہ ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا

قربانی کے دن اللہ کے نزدیک، انسان کا کوئی عمل خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں۔ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنی سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ لہذا قربانی خوش دلی سے کیا کرو۔

خلیلِ مستِ مے جنون تھے مگر میں تم سے پوچھتا ہوں ؛ رضائے حق کی چھری کے نیچے حیات آئی کہ موت آئی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Scanned by CamScanner

حقوقِ رسول ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْقَدِیْرِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ الطَّاہِرِیْنَ وَمَنِ اہْتَدٰی بِھَدْیِہٖ وَاقْتَفٰی اَثَرَہٗ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ!

میری آج کی تقریر کا موضوع ہے "حقوقِ رسول ﷺ" یعنی آپ حضرات کے سامنے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں؟

بزرگو اور دوستو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق دنیا کے ہر انسان سے ہے۔ دوسرے وہ جن کے مخاطب ہم اور آپ یعنی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ پہلا حق جو دنیا کے ہر فرد بشر پر عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اور آپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی و رسول مانیں اور دل و جان سے آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کریں۔ حضور کا یہ حق کسی مخصوص ملک یا علاقے یا مخصوص قوم و برادری پر عائد نہیں بلکہ تمام بنی نوع بشر اسکے جواب دہ ہیں۔ کیونکہ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص ملک اور کسی مخصوص خطہ کے نبی بن کر نہیں آئے تھے، کسی مخصوص قبیلہ اور خاندان کے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے بلکہ آپ کی رسالت عام تھی، آپ کو دنیا کے سارے انسانوں کے لئے نبی و رسول بنا کر مبعوث

کیا گیا تھا، خواہ وہ دنیا کے کسی ملک کے باشندے اور کسی خطے کے رہنے والے ہوں، خواہ کسی بھی زبان کے بولنے والے اور کسی بھی خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، ارشاد باری ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورۃ اعراف)

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر

دیکھئے! اس آیت کریمہ میں ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کا کتنا صریح حکم ہے اور یہ حکم مخصوص افراد کے لئے نہیں ہے بلکہ صاف طور پر یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ (اے لوگو) کہہ کر خطاب ہو رہا ہے۔ اسی طرح بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ يُؤْمِنُوْا بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ

مجھے اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیں اور مجھ پر اور دین جو باتیں لے کر آیا ہوں اُن سب پر ایمان لائیں

حضورؐ کا یہ حق ہے جو تمام انسانوں کے لئے عام ہے مگر دوسرے قسم کے حقوق وہ ہیں جو اس سے پہلے حق کی ادائیگی کے بعد عائد ہوتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرنے کے بعد، اور وہ حق ہے محبت و اطاعت کا، حضورؐ کے ساتھ محبت اور حضورؐ کی اطاعت ہر امتی پر فرض ہے اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

سورۃ توبہ میں ارشاد ربانی ہے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے

Scanned by CamScanner

وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ	اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ
وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَۃٌ	اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں
تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ	نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم
تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ	پسند کرتے ہو، تم کو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اسکی
وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ	راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم انتظار
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ	کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب) بھیج دے
وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ	اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ میں ہر چیز سے زیادہ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے محبت کا حکم دیا جا رہا ہے اور جو لوگ ہر چیز سے زیادہ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت نہیں کرتے ان کے لئے عذاب کی دھمکی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ اس شخص نے ایمان کی حلاوت پالی جس کے نزدیک اللہ اور رسول، اُن کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ	تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا
اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ	جب تک کہ میں اس کے نزدیک اُس کے والد، اس کی
اَجْمَعِیْنَ ۝ (بخاری و مسلم)	اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کتنا بڑا ثواب ہے۔ اُس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا مَتَی السَّاعَۃُ (قیامت کب آئے گی؟) حضورؐ نے فرمایا مَا اَعْدَدْتَ لَهَا (قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے کہ یہ سوال کر رہے ہو؟) اس شخص نے جواب دیا، اے اللہ کے رسولؐ! قیامت کے

دن کے لئے بہت سی نمازیں، بہت سے روزے اور بہت سے صدقات تو میرے پاس نہیں ہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں وَلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ حضورؐ نے فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (تو قیامت کے دن اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو نے محبت کی)

اللہ اکبر! حضورؐ سے محبت کتنی عظیم دولت ہے کہ قیامت کے دن جبکہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا۔ حضورؐ سے محبت کرنے والے کو حضورؐ کی معیت ورفاقت نصیب ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ قیامت کے خوفناک دن اور حشر کی ہنگامہ خیزیوں میں حضورؐ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ جس نے مجھ سے محبت رکھی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

لیکن میرے بزرگو اور دوستو! ہمیں یہاں ٹھہر کر یہ بھی سوچنا ہے کہ حضورؐ سے محبت کا کیا مطلب ہے؟ اور کونسی چیز حضورؐ کی محبت میں داخل ہے، کون داخل نہیں۔ حضورؐ سے محبت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم حضورؐ کے مقام ومرتبہ میں افراط وتفریط کریں اور غلو کے شکار ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ محبت کے جوش میں ہم حضورؐ کی ذات کے متعلق ایسے عقیدے گڑھ لیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت نہ ہو اور جو حضورؐ کے ساتھ ہماری محبت کے بجائے عداوت بن جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم حضورؐ کی بشریت کا انکار کر بیٹھیں حالانکہ قرآن شاہد ہے کہ تمام انبیاء کرام بشر تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ محبت کے جوش میں ہم حضورؐ کو ہر قسم کے نفع وضرر کا مالک کہنے لگیں۔ حالانکہ یہ تو بس خدا ہی کی شان ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم حضورؐ کو ذرہ ذرہ کا علم رکھنے والا، ماضی ومستقبل سے خبردار اور ہر جگہ حاضر وموجود باور کرنے لگیں کہ یہ تو صرف رب کائنات ہی کی صفت ہے۔

Scanned by CamScanner

دوستو! خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان باتوں سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہم ذاتِ نبویؐ کے متعلق غلو سے بچیں اور افراط و تفریط کے شکار نہ ہوں۔ اور "باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار"، کے اصول پر کاربند رہیں۔

سوچئے! کیا ہم حضورؐ کا مقام و مرتبہ اُس سے زیادہ کر سکتے ہیں جو اللہ نے حضورؐ کے لئے متعین کر دیا ہے۔ نہیں اور ہر گز نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے ظاہری محبت کے جوش میں غلط عقیدوں کے ڈھیر لگا دیں گویا ہم اللہ سے بھی زیادہ (نعوذ باللہ) حضورؐ کی شان و مرتبہ کو پہچاننے والے بن گئے کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی خصوصیات و صفات میں بیان نہیں فرمائیں ہم انھیں اپنی طرف سے بیان کرنے لگیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لَا تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ حَقِّیْ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِتَّخَذَنِیْ عَبْدًا قَبْلَ اَنْ یَّتَّخِذَنِیْ رَسُوْلًا (کنز العمال)

مجھ کو میرے مرتبہ سے نہ بڑھاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجنے سے پہلے، مجھے اپنا بندہ بنایا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللّٰہُ (کنز العمال)

میں نہیں پسند کرتا کہ تم مجھ کو میرے اُس مرتبہ سے اوپر اٹھاؤ جس پر اللہ نے مجھے رکھا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ ۝

میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کیا۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ آخر کیا راز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کو شانِ اقدس میں مبالغہ سے روک رہے ہیں، حضورؐ یہ ضرور فرماتے ہیں کہ میری شان کو بڑھا نا مت، مگر یہ نہیں فرماتے کہ دیکھو میری شان کو گھٹا نا مت، ایسا کیوں ہے؟

Scanned by CamScanner

اسلئے کہ خطاب امت سے ہے، اور امت کے کسی ادنیٰ ایمان والے کے بارے میں بھی تصور نہیں کیا سکتا کہ وہ شانِ اقدس کو گھٹائے گا، اور مقام و مرتبہ کے بیان میں کمی کرے گا۔

ہاں اس کے برخلاف اس بات کا غالب گمان تھا کہ عقیدت و محبت کے جوش میں کہیں امت، شان اقدس میں مبالغہ نہ کرنے لگے جیسا کہ امم سابقہ میں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا اور گمراہ ہوئے اور جیسے امم سابقہ کی محبت، محبت کے بجائے عداوت بن گئی، کہیں امت کے کچھ افراد بھی اُسی راہ پر نہ چل پڑیں۔ چنانچہ اسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک لگا دی اور فرمایا کہ میرے مقام و مرتبہ اور اوصاف و فضائل کے بیان میں غلو نہ کرنا۔

بزرگو اور دوستو! حضورؐ کا حق محبت، نہ شان اقدس میں مبالغہ کرنے سے ادا ہوگا نہ صرف زبانی دعوائے محبت کرنے سے۔ بلکہ دعوائے محبت کی عملی دلیل بھی ہونی چاہئے اور وہ ہے اطاعت رسولؐ۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (سورۂ انفال)	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کی اطاعت سے روگردانی نہ کرو۔

سورۂ نساء میں ہے

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ	جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی

سورۂ حشر میں ہے

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا	رسولؐ تمہیں جس چیز کا حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

ایمانِ کامل کی علامت یہ ہے کہ ہماری ساری خواہشات و مرضیات، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق ہو جائیں۔

Scanned by CamScanner

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔

تم میں کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات میری لائی تعلیمات کے تابع نہ ہو جائیں

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا حق ادا کرنے والا اور سچی اتباع کرنیوالا بنائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

ہوس پرست کہاں، امتحانِ عشق کہاں
جو باوفا ہیں وہی آزمائے جاتے ہیں

روشؔ صدیقی

Scanned by CamScanner

فضائلِ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَی الْخَلْقِ بِبِعْثَۃِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم، معززحاضرینِ کرام!

انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے دنیا میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرامؑ تشریف لائے، سب اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندے تھے۔ سب اللہ کے نزدیک عام لوگوں سے بہت اعلیٰ وافضل تھے۔ نبی و رسول کے درجے کو کوئی صحابی بھی نہیں پاسکتا۔ بڑے سے بڑا ولی اور بزرگ بھی نہیں پاسکتا۔

لیکن انبیاء کرامؑ میں بھی فرقِ مراتب ہے، کوئی زیادہ افضل ہیں، کوئی کم، کسی کا مقام ومرتبہ زیادہ بلند ہے کسی کا اُن سے کم، سورۂ بقرہ میں ارشادِ خداوندی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

یہ سب رسول، فضیلت دی ہم نے ان میں کے بعض کو بعض پر، کوئی تو وہ ہے جس سے اللہ نے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بلند کئے اور ہم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو صریح معجزے دیئے اور روح القدس یعنی جبرئیلؑ سے اُن کی مدد کی۔

اس آیت کریمہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نبیوں اور رسولوں کے درمیان درجات

کا فرق ہے، کسی کو کسی پر زیادہ فضیلت حاصل ہے، کسی کو کم، لیکن ہمارے لئے سارے انبیاء کرام اور سارے رسولؑ برابر کے لائق صد احترام اور لائق صد توقیر ہیں۔ کسی کی شان میں ادنیٰ گستاخی کا شائبہ بھی ایمان کے لئے زہر قاتل ہے، ہم پر لازم ہے کہ ہم سبھی پر ایمان لائیں۔ سبھی کی صداقت وحقانیت اور مبعوث من اللہ ہونے کا عقیدہ رکھیں، تمام رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانے کے بارے میں ہمارا معاملہ اس آیت کے مصداق ہونا چاہیے کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (ہم کسی نبی اور رسول کے درمیان فرق نہیں کرتے) مسلمان یہود کی طرح نہیں ہیں کہ وہ صرف حضرت موسیٰؑ کو مانیں اور باقی سب کا انکار کردیں، یا عیسائیوں کی طرح نہیں کہ صرف حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائیں اور ان کے علاوہ ہر ایک کی تکذیب کریں۔ مسلمان ہونے کا مطلب ہی یہی ہے کہ سارے نبیوں اور رسولوں پر ایمان ہو۔

محترم حضرات! یہ ایمان لانے کی بات تھی لیکن جہاں تک انبیاء کرامؑ کے درمیان فرق مراتب کا تعلق ہے وہ ایک حقیقت ہے جو قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے بالکل واضح ہے جو میں نے ابھی تلاوت کی تھی۔

تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے افضل واعلیٰ سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ آپؐ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ آپ اولین اور آخرین کے سردار ہیں، آپؐ خیر البشر ہیں، آپؐ سید الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی اعتبار اور کئی حیثیت سے سارے انبیاء کرامؑ سے افضل ہیں۔

جس صدی میں آپؐ کی ولادت ہوئی وہ صدی انسانی تاریخ میں سب سے افضل صدی تھی۔ جس خاندان میں آپ تولد ہوتے وہ خاندان تاریخ بنی آدم میں سب سے معزز ومکرم خاندان تھا۔ بخاری کی حدیث ہے۔

Scanned by CamScanner

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ

میں بنی آدم کی سب سے بہتر صدی میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ صدی در صدی گزرتی رہی یہاں تک کہ وہ صدی آگئی جس سے میں ہوں۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم میں اسمٰعیلؑ کو چنا، اولادِ اسمٰعیل میں کنانہ کو، کنانہ میں قریش کو، قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا۔ میں ابراہیم کی دعا ہوں، میں عیسیٰؑ کی بشارت ہوں، میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو میری ماں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ اُن سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔

حضورؐ سے پہلے جتنے نبی آئے وہ مخصوص علاقوں اور مخصوص خطوں کے لئے تھے، مخصوص قبیلوں اور مخصوص خاندانوں کے لئے تھے۔ ارشاد باری ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی کی قوم کی زبان میں۔

لیکن حضورؐ کی نبوت عام تھی۔ حضور کسی مخصوص خطے اور مخصوص علاقے کے نبی نہیں تھے۔ کسی مخصوص قبیلے یا خاندان کے نبی نہیں تھے، حضورؐ کو ساری دنیا کے انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ حضورؐ جن وانس سب کے نبی تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

ہم نے تم کو سبھی کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

مسلم شریف کی روایت ہے۔

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَ

مجھے تمام انبیاء کرام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے رعب سے میری مدد کی گئی، میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا، میرے لئے تمام زمین کو سجدگاہ اور

Scanned by CamScanner

طَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ ۝ اور سبب طہارت بنایا گیا مجھے تمام لوگوں کیطرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اور دوسرے انبیاء کرام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خوبصورت محل جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو، دیکھنے والے اُس کے چاروں طرف گھومتے ہیں، اس کے حُسن، اس کی خوبصورتی اور اس کی مضبوطی و عمدگی کی تعریف کرتے ہوں مگر یہ بھی کہتے ہوں کہ کاش یہ ایک اینٹ کی جگہ بھی پُر ہو گئی ہوتی تو اس کا حسن اور دوبالا ہو جاتا۔ پس سُن لو کہ وہ اینٹ میں ہی ہوں۔ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ، (میں نے وہ جگہ پُر کر دی، میں نے عمارتِ نبوت مکمل کر دی، مجھ پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا)

حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں، سب سے پہلے میں ہی قبر سے اٹھوں گا میں ہی سب سے پہلا شفاعت کرنیوالا ہوں، اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔

مسلم شریف میں ہے

اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ قیامت کے دن میرے ہی متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔ میں ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء کرامؑ کا ذکر کر رہے تھے کسی نے کہا کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا، دوسرے نے کہا موسیٰؑ کو اپنا کلیم بنایا،

Scanned by CamScanner

تیسرے نے کہا عیسیٰؑ کو اپنا کلمہ اور روح بنایا، چوتھے نے کہا آدمؑ کو اپنا برگزیدہ اور منتخب بندہ بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ نے اُن کی باتیں سُن لی تھیں، آپؐ نے فرمایا، تم نے ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کہا صحیح کہا۔ تم نے موسیٰؑ کو کلیم اللہ کہا درست کہا تم نے عیسیٰؑ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا ٹھیک کہا، تم نے آدمؑ کو اللہ کا منتخب اور برگزیدہ بندہ کہا، سچ کہا۔ مگر سُن لو میں حبیب اللہ ہوں مگر اس پر فخر نہیں کرتا، قیامت کے دن لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگی اور آدمؑ اور تمام انبیاء کرامؑ اس کے نیچے ہوں گے۔ مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفاعت کرنیوالا اور سب سے پہلا مقبولِ شفاعت ہوں، لیکن مجھے غرور نہیں، میں ہی سب سے پہلے جنت کے دروازوں کو حرکت دوں گا اور اللہ تعالیٰ انھیں میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اور میرے ہمراہ فقرائے مسلمین کو اس میں داخل فرمائے گا، لیکن مجھے کوئی گھمنڈ نہیں، میں ہی اللہ کے نزدیک اکرمُ الاولین والآخرین ہوں، لیکن مجھے اس پر کوئی ناز نہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجھے عرش کے دائیں جانب اس مقامِ محمود میں کھڑے ہونے کی جگہ ملے گی جو مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہ ملے گی، میں قائد المسلمین ہوں، میں امام النبیین ہوں، میں خطیبُ الانبیاء ہوں لیکن مجھے ان مراتب پر کوئی گھمنڈ اور غرور نہیں ہے۔

بزرگو اور دوستو! کیا آپ نے مدنی آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا؟ سوچیے اور غور کیجیے! کتنے جلیل القدر، کتنے رفیع الذکر، کتنے عظیم الشان نبی کی امت میں ہونے کا ہم کو شرف حاصل ہے۔ ہم اپنی خوش قسمتی پر جتنا ناز کریں کم ہے۔ ہم اپنے آپ کو جتنا بڑا خوش قسمت تصور کریں تھوڑا ہے۔ ہم جتنا بھی خود کو حضور پر قربان کریں کچھ نہیں ہے۔ ہمارے پاس اپنی نیک بختی اور خوش قسمتی کو بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

Scanned by CamScanner

پیارے نبی کیسے تھے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

امابعد

صدر محترم! حاضرین جلسہ!

میری تقریر کا عنوان ہے "پیارے نبی کیسے تھے؟"۔ میں حیران ہوں بات کہاں سے شروع کروں، کیا بیان کروں، کیا نہ بیان کروں، کیسے بیان کروں، کس طرح بیان کروں، وہ زبان و طاقت، وہ صلاحیت، وہ استعداد کہاں سے لاؤں، جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ کاملہ، اخلاقِ فاضلہ اور خصائلِ حمیدہ کے بیان کرنے کا حق ادا ہو سکے

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

آپؐ کا حلیہ مبارک بیان کروں، آپؐ کے قامتِ زیبا کا تذکرہ کروں، آپؐ کی انگلیاں، آپؐ کے ہاتھ پاؤں، آپؐ کے بال اور آپؐ کی ریش مبارک کا تذکرہ کروں، آپؐ کی مہر نبوت بتاؤں، آپؐ کی چال، آپؐ کی رفتار اور انداز گفتگو بیان کروں، آپ کے سونے جاگنے، اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے اور رہن سہن کو بتاؤں، اپنوں اور غیروں کے ساتھ سلوک و برتاؤ کی بات کروں، انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے آپ کی

Scanned by CamScanner

بے چینی، اضطراب اور محنت وکوشش کا تذکرہ کروں، آپ کے ذوق عبادت اور شوق شہادت کو بتاؤں ۔ آپؐ کے امام الرسل، سرتاج اولیا، سید الاولین والآخرین اور افضل کائنات ہونے کو بیان کروں ؟

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

بیان کرنے کی تو ہر چیز ہے اور بیان کی بھی گئی ہے اور قیامت تک بیان کی جاتی رہے گی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لمبے تھے، نہ پست قد، بلکہ درمیانہ قد کے تھے لیکن مجمع عام میں سب سے اونچے دکھائی دیتے تھے، رنگ نہ بالکل سفید چونے کی طرح نہ بالکل گندم گوں کہ سانولا پن آجائے، بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن، پر نور اور ملاحت لئے ہوئے تھا۔ آپ کے بال نہ بالکل سیدھے، نہ بالکل پیچ دار بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھنگھریالا پن تھا۔ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، ۱۳ سال مکہ مکرمہ میں رہے، دس سال مدینہ منورہ میں اور ۶۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

آپ کی چال میں پھرتیلا پن اور جماؤ تھا، جھک کر چلنے کی عادت تھی، سینہ نکال کر، متکبرانہ کبھی نہیں چلے، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان، دوسروں کے مقابلے میں کچھ زیادہ فاصلہ تھا، گویا سینہ مبارک چوڑا تھا، آپ نہ موٹے بدن کے تھے، نہ گول چہرہ کے، البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرہ انور میں تھی ۔ دونوں آنکھیں نہایت سیاہ اور پلکیں دراز تھیں۔ جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی اور پر گوشت تھیں جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو صرف گردن نہیں گھماتے بلکہ رخ بھی اسی کی طرف کرکے پورے بدن سے اس طرف ہو جاتے تھے، آپؐ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے پسینہ سے زیادہ

Scanned by CamScanner

کوئی چیز خوشبودار نہیں تھی اور ہم نے آپ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

آپ سب سے زیادہ سخی اور دریادل تھے، سب سے بہادر، سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے، سب سے زیادہ شریف گھرانہ والے، جو آپ کو اچانک دیکھتا آپ کے جمال وجلال سے ہیبت زدہ اور مرعوب ہوجاتا۔ آپ جیسا صاحب کمال نہ دنیا نے کبھی دیکھا ہے نہ دیکھے گی۔ نبوت سے پہلے بھی آپ کی زندگی بے مثال پاکیزہ زندگی تھی اور نبوت کے بعد اس پاکیزگی میں جو حسن وکمال پیدا ہوا اسے بیان ہی نہیں کیا جاسکتا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (میں تم میں اس سے پہلے ایک بڑی عمر گزار چکا ہوں کیا تم سمجھتے نہیں)

حضورؐ سب سے زیادہ غیرت دار تھے، سب سے بڑے عابد وزاہد تھے، راس الاتقیاء تھے، سراج السالکین تھے، سب سے زیادہ حیادار بااخلاق وباکردار تھے سادگی اور قناعت کی زندگی گزارنے والے تھے، سب پر شفیق، رحم دل تھے مظلوموں بیکسوں، کمزوروں اور لاچاروں کے ملجا وماویٰ تھے، سب کے دادرس اور سب کی فریاد کو پہونچنے والے تھے، نہ کسی پر الزام لگایا، نہ طعنہ وتشنیع کی، نہ کسی کا برا چاہا، نہ کسی کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا، نہ کبھی کسی کو ڈانٹا اور مارا، وعدہ کے پکے، عہد کے پابند امانت ودیانت میں یکتا، سب سے بڑے مربی، سب سے بڑے معلم، سب سے بڑے قائد، سب سے بڑے مجاہد، سب سے بڑے منتظم، سب سے بڑے مدبر، سب کے حقوق ادا کرنے والے، ساری دنیا کی بھلائی کے لئے بے چین وبے قرار

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا (کہف ۔ ۶) پس شاید کہ آپ ان کے پیچھے، اگر وہ ایمان نہ لائے اپنے کو ہلاک کر ڈالیں گے۔

آپؐ کے اخلاق کریمانہ، قرآنی تعلیمات کا مظہر اتم اور نمونۂ کامل تھے، قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ کی زندگی میں موجود تھا، گویا، قرآن آپ کی حیات مبارکہ کی

Scanned by CamScanner

شکل میں مجسم ہو چکا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن آپ کے اخلاق قرآن تھے۔

خود حضورؐ فرماتے ہیں

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ حسنِ اخلاق کی تکمیل کروں

بزرگانِ محترم!

کیا بیان کروں، کیسے بیان کروں، کہاں تک بیان کروں۔ وقت کی تنگ دامانی تو ہے ہی، اپنی بے مائگی، کم علمی، بے بضاعتی اس سے بڑھ کر ہے۔

دامانِ نگہہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ تو از تنگیِ داماں گلہ دارد

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

Scanned by CamScanner

اتباعِ رسولؐ

نَحْمَدُ اللّٰہَ شَاکِرًا لِسَابِغِ فَضْلِہٖ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنْ سَارَ عَلٰی ھَدْیِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

نفس کو آنچ پر اور وہ بھی عمر بھر رکھنا
بڑا محال ہے ہستی کو معتبر رکھنا

صدر محترم! حاضرین جلسہ!

محبت انسان کی فطرت ہے، وہ اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے، اپنی چیزوں سے محبت کرتا ہے۔ اپنے لوگوں سے محبت کرتا ہے، محبت کبھی دینی رشتوں کی بنیاد پر ہوتی ہے، کبھی خونی وخاندانی رشتوں کی بنیاد پر، کبھی احسانات کی وجہ سے، کبھی مفادات کے تحت، کبھی عقیدت کے سبب۔

ظاہر ہے کہ جو ہمارا روحانی باپ ہو، جس سے ہمیں زندگی کا سلیقہ ملے جس سے روح کو بالیدگی ملے، دل ودماغ کی نشوونما ہو، ذہن کے دریچے کھلیں عقل وفکر میں گہرائی اور گیرائی پیدا ہو، سوچ کو ایک رخ اور سمت ملے،

Scanned by CamScanner

نگاہوں کو اعتبار حاصل ہو، اس سے عقیدت و محبت ہونی ہی چاہئے، اس کے دامانِ شفقت و رحمت کے لئے گلہائے الفت و محبت پیش کرنا ہی چاہئیں۔

فرزندانِ ملت اسلامیہ! ہمیں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں سے محبت کیوں ہوتی ہے؟ اسی لئے نا کہ ان سے محبت رکھنے میں ہمارا فائدہ ہے وہ ہمارے محسن ہیں، ہم ان کے احسانات سے دبے ہوئے ہیں، محسن کی احسان شناسی اور اس سے عقیدت و محبت انسانی فطرت کا تقاضا ہے، محسن کے سامنے خود کو کمتر سمجھنا، اس کی خوشامد کرنا، اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، اسکے آگے بازو دے محبت جھکا دینا، اس سے عقیدت کا مظاہرہ کرنا، خود سپردگی اور تسلیم و رضا انسان کی طبیعت اور مزاج میں داخل ہے۔

پھر وہ ذات جو منعم حقیقی ہو، جس کے احسانات و انعامات کا کوئی ٹھکانا نہ ہو۔ حساب و کتاب نہ ہو، قطار و شمار نہ ہو، جسے نہ کوئی گن سکے۔ نہ بتا سکے۔ جس کے احسانات سب پر ہوں، امیر و غریب کی تقسیم نہ ہو، حاکم و محکوم کی تفریق نہ ہو، شہری دیہاتی کا امتیاز نہ ہو، عورت، مرد، جوان، بوڑھے، بچے، جس کے بیکراں انعامات و احسانات سے فیض یاب ہوں، جس کا ابر کرم جھونپڑوں پر بھی برسے اور بلند ٹنگوں پر بھی، جنگلوں پر بھی، آبادیوں پر بھی، صحرا، ویرانے اور شہر و آبادی جس کی نگاہ میں برابر ہوں، جو بے پایاں عنایات، بے انتہا لطف و کرم سے صبح و شام، دن و رات، ہر لمحہ، ہر لحظہ، سب کو نواز رہا ہو، جو بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہو، ننگوں کو کپڑا پہناتا ہو بیماروں کو شفا دیتا ہو، بے قراروں کو قرار عنایت کرتا ہو، پریشان حالوں کو پریشانیوں سے نجات دیتا ہو، مجبوروں، لاچاروں اور بیکسوں کی پناہ گاہ ہو، بے آسراؤں کا ملجا و ماویٰ ہو، غرضیکہ کسی فرد، کسی شخص، کسی انسان، کسی مخلوق کی کوئی ساعت یا ساعت کا کوئی حصہ جس کی عنایات سے خالی نہ ہو، اس سے ہمیں کتنی محبت ہونی چاہئے

Scanned by CamScanner

اس کے ساتھ عقیدت کا کس قدر مظاہرہ کرنا چاہیے، کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کیا اس کی مقدار کا کوئی حساب لگا سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں، وہ ذات ہے خالق ارض وسما کی، وہ ذات ہے احکم الحاکمین کی، وہ ذات ہے رب کائنات کی، وہ ذات ہے مالک الملک کی، وہ اللہ ہے رحمٰن ہے رحیم ہے سُبّوح ہے قدوس ہے وہاب ہے رزّاق ہے غفار ہے ستار ہے سمیع و بصیر ہے عزیز وعلیم ہے کبیر وعظیم ہے کریم وحلیم ہے رقیب ومجیب ہے جلیل و وکیل ہے قادر ومقتدر ہے مغنی ومنعم ہے حی وقیوم ہے۔

ایسی ذات سے محبت کون نہ کرے گا، ایسی ذات وحدہٗ لا شریک کو کون نہ چاہےگا معدودے چند دہریوں اور ملحدوں کو چھوڑیئے، انھیں کون پوچھتا ہے۔ ان کی کون سنتا ہے، ان کی کیا اہمیت وہ کس گنتی میں ہیں، انسانوں کی بھاری اکثریت بلکہ کہنا چاہیے کہ سارے انسان اپنے اپنے عقیدہ کے اعتبار سے اللہ کو مانتے ہیں اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

کوئی دیوی دیوتاؤں کو پوج کر اظہار محبت کرتا ہے کوئی سورج اور چاند کے آگے ماتھا ٹیک کر، کوئی درختوں اور پتھروں کے آگے سر جھکا کر، کوئی آگ کی پرستش کرکے، کوئی مٹی کی مورتیاں بنا کر، دعویٰ سب کا یہی ہے کہ یہ محبت الٰہی کے مظاہر ہیں۔ ہم انھیں پوجتے ہیں تو حقیقت میں اللہ کو ہی پوجتے ہیں۔ انھیں پوج کر اللہ کے احکام کی بجا آوری کرتے ہیں، ہمارے یہ چڑھاوے، ہمارا ہاتھ جوڑنا، ڈنڈوت کرنا، سجدہ ریز ہو جانا اسی لیے ہے کہ اللہ خوش ہوگا، یہ سب قربِ خداوندی کے راستے ہیں، اس کی نزدیکی تلاش کرنے کے ذریعے ہیں، مشرکین کہتے تھے،

وَمَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ

ہم ان معبودانِ باطل کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، بیشک

فِيمَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (پ۲۴)

اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا اُن لوگوں کے درمیان اُن چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! انسان نے اللہ سے اظہارِ محبت کے بہت سے طریقے ایجاد کئے ہیں اور اپنی دانست میں محبت الٰہی کا حق ادا کر رہا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت کا وہ طریقہ جو انسان نے بنایا، برتا، سمجھا اور باور کیا ہے اور وہ طریقہ جسے خود انسانوں کے خالق و مالک نے بتایا اور سمجھایا ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا دونوں کو ایک حیثیت دی جا سکتی ہے؟! ہرگز نہیں۔

انسان کا بنایا غلط، اللہ کا بنایا صحیح، انسان کا بتایا جھوٹ، اللہ کا بتایا سچ، انسان کا طریقہ باطل، اللہ کا طریقہ حق۔ آیئے دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے دعویداروں کو کون سا طریقہ بتا رہا ہے اور کس چیز کی دعوت دے رہا ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥ (آل عمران ۳۱)

آپ فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے

اعلان کر دیا گیا، محبتِ الٰہی کے دعویدارو! اپنے طریقے چھوڑ دو، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر آجاؤ، اپنے پروگرام بند کرو، رسول کے پروگراموں کو اپنا لو، اپنی سوچ چھوڑ دو، سرکارِ مدینہ کی سوچ لے لو، اپنے خیالات نکال دو سردارِ دو جہاں کے خیالات سمو لو، اتباع کا یہی مطلب ہے، تابعداری اور کہنا ماننا اسی کو کہتے ہیں، اللہ کی محبت کا حق تبھی ادا ہوگا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہوگی۔

دنیا میں زندگی گزارنے والے انسانو! تم کوئی بھی ہو، محمد عربی کی اتباع کرو مصلح ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو، قائد ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو، سپہ سالار ہو تو

Scanned by CamScanner

محمد عربی کی اتباع کرو، قاضی و جج ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو، عابد ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو، مجاہد ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو، باپ، نانا، شوہر، بھائی، بیٹا، بھتیجا خاندانی رشتوں میں تم کسی بھی حیثیت کے حامل ہو محمد عربی کی اتباع کرو، جنگ کرو تو محمد عربی کی اتباع کرو، صلح کرو تو محمد عربی کی اتباع کرو، فتحیاب ہوتے ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو، شکست کھائی ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو، تاجر ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو، چرواہے ہو تو محمد عربی کی اتباع کرو۔

سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، بھوک و پیاس، شکم سیری، و شکم پری، رنج و مصیبت، خوشی و شادمانی ہر حالت میں سرکار مدینہ کی پیروی کرو، زندگی کے ہر مرحلہ اور ہر گوشہ میں انھیں کی اتباع کرو، تمہاری حیات مستعار کے لئے فخر کائنات کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں، کسی کی طرف دیکھنے کی حاجت نہیں، سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن مضبوطی سے تھام لو انھیں کی ڈگر پر چل پڑو، انھیں کی راہ اختیار کر لو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (احزاب ـ ۲۱)

تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے واسطے جو اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتا ہو، اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔

ایک مرتبہ ایک مشرک نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بطور استہزا کہا

اِنِّیْ لَاَرٰی صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتَّى الْخِرَاءَةَ

میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے نبی تم کو پیشاب پاخانہ کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

حضرت سلمان فارسیؓ نے جواب دیا اَجَلْ ہاں! حضورؐ نے ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا، کسی اور کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں رکھا، ہر قدم پر ہماری رہنمائی کر دی، معمولی معمولی چیزوں کے آداب بھی سکھا دیتے، یہاں تک کہ یہ بھی سکھا دیا کہ ہم پیشاب پاخانہ کیسے کریں۔

اَمَرَنَا اَنْ لَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃَ وَلَا نَسْتَنْجِیَ بِاَیْمَانِنَا وَلَا نَکْتَفِیَ بِدُوْنِ ثَلٰثَۃِ اَحْجَارٍ لَیْسَ فِیْھَا رَجِیْعٌ وَّلَا عَظْمٌ (مسند احمد)

ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف منہ نہ کریں اور نہ اپنے داہیں ہاتھوں سے استنجاء کریں، اور نہ تین پتھروں سے کم ہوں، ان میں نہ لید ہو نہ ہڈی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کیوں نہ سکھاتے، جبکہ حضورؐ ساری امت کے باپ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلَ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ (ابن ماجہ)

میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے باپ اپنی اولاد کے لئے۔

باپ اپنی اولاد پر سب سے زیادہ شفیق ہوتا ہے، وہ اپنی اولاد کو چھوٹی چھوٹی باتیں تک سکھا دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد ہر طرح سلیقہ مند اور زندگی کی دوڑ میں ہر طرح کامیاب ہو۔

نبی کی شفقت باپ کی شفقت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ وہ دنیا و آخرت ہر جگہ اپنی امت کو کامیاب بنانا چاہتا ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتا دیا کہ یہ مذاق اڑانے کی چیز نہیں، عبرت کی چیز ہے، عقل ہو تو عبرت پکڑو، لاچار و مجبور کون ہوا؟ تم کہ ہم، تمہاری زندگی بے سلیقہ بے طریقہ، تمہیں نہ کھانے کا طریقہ معلوم، نہ پینے کا، نہ پیشاب پاخانہ کا، نہ سونے جاگنے کا، نہ اٹھنے بیٹھنے کا، نہ تمہیں حلال و حرام کی تمیز، نہ جائز و ناجائز سے واسطہ،

Scanned by CamScanner

جانوروں کی سی زندگی تمہاری ہے جسے صرف پیٹ بھرنے سے مطلب ہے، خواہ کسی طرح بھرے، پیشاب، پاخانہ کرلو، جس طرح بھی کرلو، جیسے چاہو رہو سہو، نہ زندگی کا کوئی مقصد نہ زندگی کی کوئی راہ، جانوروں کی طرح بے سمت سفر جاری ہے زندگی تو گزر ہی جائے گی جس طرح گزرے۔ بتاؤ! رسمِ منزل سے ناآشنا اور بے خبر کون ہوا؟ تم کہ ہم، بے نام ونشان کون ہوا؟ تم کہ ہم، ہر شعور سے عاری، ہر ایک سے نابلد کون ہوا؟ تم کہ ہم۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران ـ ۱۶۴)

حقیقت میں اللہ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ انھیں میں سے ایک ایسا رسول انمیں مبعوث کیا جو انھیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے بلاشبہ وہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

یہ طریقے بتائے ہیں منعم حقیقی نے، جس کی محبت واطاعت کا دعویدار کائنات کا ذرہ ذرہ ہے، اس ذات وحدہٗ لاشریک نے انھیں طریقہ ہائے زندگی کی تعلیم کے ساتھ اپنے سب سے برگزیدہ پیغمبر کو مبعوث فرمایا جو امام الانبیاء ہے، سرتاج اولیاء ہے، فخر اصفیاء ہے، جو محمد واحمد ہے، حامد ومحمود ہے، شفیع وخلیل ہے رحمۃ للعالمین ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان کی اتباع، اللہ کی اتباع ہے، ان کی محبت، اللہ کی محبت ہے۔

اللہ کی محبت کے دعویدارو! اگر دعوے میں سچے ہو تو انھیں کی اتباع کرو، یہ تمہاری سچائی کی دلیل ہوگی، یہ تمہارے دعوے کی صداقت کو پرکھنے کا معیار ہے، یہ کسوٹی ہے جس سے تمہارا کھرا کھوٹا ہونا ظاہر ہوجائے گا۔

Scanned by CamScanner

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (نساء ـ ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو روگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

(نور ـ ۵۴)

آپ کہئے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ اطاعت سے روگردانی کروگے تو سمجھ لو کہ رسول کے ذمے وہی تبلیغ ہے جس کا ان پر بار ڈالا گیا ہے، اور تمہارے ذمے وہ ہے جس کا تم پر بار ڈالا گیا ہے۔ اگر تم نے انکی اطاعت کرلی تو ہدایت پاجاؤ گے اور رسول کے ذمے صرف اتنا ہے کہ وہ صاف طور پر پہونچا دیں۔

فرزندان ملت اسلامیہ! محبت، طاعت کا مطالبہ کرتی ہے اور طاعت اتباع کا، یہ سب ایک سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں، جنھیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ایک ساتھ رہنے میں حُسن ہے۔ الگ کر دینے سے حسن ختم ہو جائے گا۔ جس طرح دنیا میں یہ تینوں چیزیں ساتھ اور مُرافقت کا مطالبہ کرتی ہیں، ان کا یہی نتیجہ قیامت میں بھی بر آمد ہوگا، محبت، طاعت اور اتباع کو ساتھ لے کر چلنے والے ان کے ساتھ رہیں گے جن سے محبت ہوگی، جن کی طاعت و فرمانبرداری کا دم بھرا، جن کی اتباع اور پیروی کی۔

اللہ و رسول کی محبت و طاعت کے دعویدار اور رسول عربی کے نقش قدم پر چلنے والے جنت میں بھی رسول عربی کے ساتھ رہیں گے، دنیا میں ساتھ والے طریقے، آخرت میں ساتھ والی زندگی، یہاں کی رفاقت بھی مبارک، وہاں کی رفاقت

Scanned by CamScanner

مبارک، سبحان اللہ

رب کائنات فرماتا ہے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (نساء — ۶۹)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے لوگ ان حضرات کیساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

برادرانِ اسلام!

اس رفاقت پر قربان، اس رفاقت پر فدا، دل چاہتا ہے جس سے محبت ہو، اس کا ساتھ ہو، رسولؐ سے محبت ہو گی، رسولؐ کا ساتھ ملے گا، رسول کی پیروی ہوگی، رسولؐ کی رفاقت ملے گی۔ رسولؐ کا ساتھ ملا، دنیا جہان کی نعمتیں مل گئیں، رسولؐ کی رفاقت ملی، کائنات مل گئی، دامن طلب میں طلب کے لئے کچھ باقی نہ بچا، اب کیا چاہئے، رہ ہی کیا گیا ہے جسے مانگا جائے، بچا کیا ہے جسے چاہا جائے۔

وہ آشنا اگر ہے تو عالم ہے آشنا
وہ آشنا نہیں تو کوئی آشنا نہیں

وَآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العـــــــــــٰلمین

مکّی زندگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَزْکَی التَّسْلِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

محترم بزرگو اور دوستو!

وہ شام کیا شام دل نواز تھی جو اُس صبح کی آمد کی خبر دے رہی تھی، جس میں نبیوں کا امام اور رسولوں کا سرتاج پیدا ہونے والا تھا، وہ صبح کیا صبح جانفزا تھی جو نوید بہار لے کر آئی کہ غریبوں کا والی، یتیموں کا مولیٰ، ضعیفوں کا ملجا، ہادیوں کا ہادی روشنی کا پیامبر، ظلمتوں کا پردہ در یعنی وہ خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہو چکے ہیں، وہ رسول جس کی دعا ابراہیمؑ نے مانگی تھی جس کی بشارت عیسیٰؑ نے دی اور جس کی آمد کی خبر ہر زمانہ کے انبیاء اپنی اپنی امتوں کو دیتے آئے تھے۔

دوشنبہ کا دن، ربیع الاول کا مہینہ اور اس مہینے کی۔ (باختلاف روایت) ۹ یا ۱۲ تاریخ وہ انقلاب آفریں تاریخ تھی جو دنیا میں ایک نئے انقلاب کا پیش خیمہ تھی، جو ایک نئے دور کے آغاز کا مژدہ تھی۔ جو اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ کفر و شرک کی سیاہی کافور ہونے والی ہے، ظلمتوں کا دور اپنی موت مرنے والا ہے۔ ہدایت و حقانیت کا آفتاب روشن ہو چکا ہے، دنیا نورِ الٰہی سے جگمگانے والی ہے موسم خزاں رخصت ہوا، موسم بہار آچکا ہے۔ سسکتی اور دم توڑتی انسانیت

Scanned by CamScanner

کو حیاتِ نو ملنے والی ہے۔

وہ رسول جس کی صداقت وامانت بچپن ہی سے ضرب المثل بن چکی تھی جس کے پابندیٔ عہد اور صفائیٔ معاملہ کے اہل دنیا شروع سے ہی گرویدہ تھے جس کے خصائل حمیدہ اور اوصاف فاضلہ کا سکہ نبوت ملنے سے پہلے ہی سارے عرب میں چلنے لگا تھا، جسے اپنے پرائے بھی "صادق وامین" کے لقب سے پکارتے تھے۔ جو راست بازی، ایفائے وعدہ اور عدل پروری کی وہ مثالیں چھوڑ گیا جن کا جواب نہ پہلے تھا نہ آئندہ مل سکے گا، وہ اپنے کمالات وصفات میں خود اپنا جواب تھے۔

کیا آپ کو عبداللہ بن ابی الحمس کا واقعہ یاد نہیں، جنھوں نے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید وفروخت کا معاملہ کیا تھا کچھ بات ہو چکی تھی، کچھ باقی تھی وہ پھر آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے اور بھول گئے کہ حضورؐ کو روک کر آیا ہوں، تین دن کے بعد یاد آیا، دوڑے ہوئے اس مقام پر پہونچے، دیکھا کہ حضورؐ وہیں کھڑے ہیں، دوسرا ہوتا کیا کچھ نہ کہتا۔ مگر حضورؐ نے صرف اتنا فرمایا تم نے مجھے زحمت دی، میں تین دن سے یہیں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

کیا خانۂ کعبہ میں حجر اسود نصب کرنے کا واقعہ آپ کی فہم وفراست اور عدل پروری کی روشن مثال نہیں۔ جب خانۂ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کے وقت حجر اسود نصب کرتے وقت سخت نزاع ہوا، ہر قبیلہ اس سعادت سے خود بہرہ ور ہونا چاہتا تھا۔ بات اتنی بڑھی کہ تلواریں کھنچ گئیں، قریب تھا کہ حدودِ حرم خون سے لالہ زار ہو جائے، چار دن گزر گئے جھگڑا طے نہ ہوا۔ آخر پانچویں دن قریش کے ایک سب سے معمر شخص کی رائے پر یہ طے پایا کہ کل صبح جو سب سے پہلے حرم میں آئے اسی کو حکم مقرر کر دیا جائے۔ قدرتِ خداوندی کا کرشمہ دیکھئے کہ دوسرے دن سب سے پہلے حرم میں پہونچنے والا کوئی اور نہیں، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ کو دیکھنا تھا کہ لوگ خوش ہو کر پکار اٹھے

Scanned by CamScanner

هٰذَا الْاَمِیْنُ رَضِیْنَاہُ (امین آگئے، ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں)

حضورؐ چاہتے تو یہ شرف خود ... ل کر لیتے اور کسی کو موقع نہ دیتے مگر حضورؐ نے ایسا نہیں کیا، ایک چادر منگائی، اس میں اپنے دست مبارک سے حجرِاسود رکھا پھر سرداران قبائل سے کہا کہ سب لوگ چادر پکڑ کر اٹھائیں اور خانۂ کعبہ کے پاس لے چلیں، جب چادر موقع کے برابر آگئی تو آپؐ نے حجرِاسود اٹھا کر نصب کر دیا، اور آپؐ کی حسنِ تدبیر سے ایک خوفناک جنگ ٹل گئی۔

عمرِ مبارک کے اکتالیسویں سال غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا، مالک ارض و سما کے فرستادہ فرشتے نے اسرارِ نبوت کے لئے آپ کا سینہ کھول دیا اور کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (پڑھئے اس خدا کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا)

حضورؐ نے پیغامِ نبوت لوگوں تک پہونچانا شروع کر دیا، سب سے پہلے ایمان و اسلام کی دولت سے مشرف ہونے والوں میں حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن حارثہؓ، اور حضرت ام ایمن ؓ ہیں۔ پھر ان حضرات کی کوششوں سے اسلام کا دائرہ پھیلنا شروع ہوا، مگر ابھی تک کھلم کھلا تبلیغ کا حکم نہیں تھا۔

لیکن وہ مرحلہ بھی آگیا اور ارشاد ہوا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (جو حکم تم کو ملا ہے اسے علی الاعلان کہہ دو) دوسری جگہ ارشاد ہوا (وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو)

آپؐ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور پکار کر کہا اے بنی فہر، اے بنی عدی، اے بنی عبد مناف، اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر کھڑا ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ (تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب

Scanned by CamScanner

نے جواب دیا ہاں، ضرور تصدیق کریں گے کیونکہ مَاجَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا (ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے پایا ہے)

حضورؐ نے فرمایا فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ (پس یہ سمجھ لو کہ میں تم کو اس سخت عذاب سے آگاہ کرنے آیا ہوں جو بالکل تمہارے سامنے ہے)

سوچئے! وہ قوم جو ابھی ابھی حضور کے ہمیشہ سچ بولنے کا اقرار و اعتراف کر چکی ہے، اُسی کے لبوں پر اس اعلانِ حق کے بعد سکوت طاری ہو گیا، کوئی بھی اس اعلانِ حق پر لبیک کہنے والا نہ ملا۔ بلکہ انھیں میں سے سگا چچا ابولہب آگے بڑھ کر گستاخانہ لہجے میں کہتا ہے، تَبًّا لَّکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا (سارے دن تمہارے لئے خرابی ہو، کیا اسی کے لئے تم نے ہم نے بلایا تھا)

کیا حضورؐ کو ان باتوں سے تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ کیا حضورؐ کو ان حرکتوں سے صدمہ نہیں پہونچتا تھا، یقیناً پہونچتا تھا، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دعوت و تبلیغ کا مشن ان صدمات و تکالیف سے کہیں زیادہ فوقیت رکھتا تھا۔ اس لئے مشرکین مکہ کی پیہم ایذارسانیوں کے باوجود دعوت حق کی راہ میں آپ کے قدم متزلزل نہیں ہوئے۔

مخالفت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ تبلیغ کے لئے نکلتے تو مخالفین کی ٹولیاں ساتھ ہو جاتیں، جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو آپؐ پر فقرے کستے، آپ کا مذاق اُڑاتے ہنستے، قہقہے لگاتے اور اتنا شور و غل کرتے کہ بات کرنا مشکل ہو جاتا، ابولہب لوگوں سے کہتا کہ اس کی بات مت سنو، اسے جنون ہو گیا ہے، کوئی کہتا محمد شاعر ہو گئے ہیں یہ سب ان کی شاعری ہے۔

آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتے، جسم مبارک پر نجاست ڈالتے، آپؐ کو گالیاں دیتے، بُرا بھلا کہتے، ایک مرتبہ آپ خانۂ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عُقبہ نے

Scanned by CamScanner

پیچھے سے گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے، ابوجہل نے آپؐ کے سر پر پتھر کھینچ مارا، ایک مرتبہ سجدہ میں گئے تو آپؐ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی رکھدی، کئی مرتبہ حضرت ابوبکرؓ بیچ میں آگئے اور رو رو کر کہنے لگے اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ (کیا تم ایک شخص کو صرف اتنی بات پر قتل کر دینا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس کھلے دلائل لے کر آیا ہے) لیکن کفار مکہ حضورؐ کو چھوڑ کر ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے۔

جو لوگ آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مسلمان ہو جاتے ان کو بھی طرح طرح سے ستایا جاتا، مشرکین تنہائی میں پاکر انھیں مارتے پیٹتے، ذلیل و رسوا کرتے، حضرت بلالؓ کے گلے میں رسی باندھ کر مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا گیا، مکہ کی گرم ریت پر لٹا کر تپتے ہوئے پتھر سینے پر رکھے گئے، حضرت خبابؓ کو انگاروں پر لٹایا گیا، حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا نے کھجور کے تنے میں باندھ کر مارا، حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیا گیا، سعید بن زیدؓ کو رسیوں میں جکڑا گیا، مصعب بن عمیرؓ کو ان کی والدہ نے گھر سے نکال دیا۔ حضرت ابوفکیہہؓ کے سینے پر اتنا بھاری پتھر رکھا گیا کہ انکی زبان نکل پڑی، حضرت عمارؓ، ان کے والد، ان کی والدہ سبھی نے سنگدل کفار مکہ کے ہاتھوں ایسی ایسی اذیتیں اٹھائیں کہ جنھیں سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ان سب کے باوجود جو جام توحید ایک مرتبہ پی لیتا تھا، وہ ہمیشہ کے لئے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام بن جاتا تھا، یہ نشہ ایک ایسا نشہ تھا جس کے اترنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ یہ خمار وہ خمار تھا جو کفار مکہ کے ظلم و ستم اور جور و جفا سے گھٹنے کے بجائے اور بڑھ جاتا تھا۔

کفارِ مکہ نے ابوطالب سے کہا آپ اپنے بھتیجے کو منع کر دیں کہ وہ ہمارے دین کی مخالفت نہ کرے اور اپنا نیا دین پھیلانے سے باز آجائے۔ ابوطالب نے

Scanned by CamScanner

حضورؐ کو بلایا اور کہا میرے بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں اور ایسا ایسا کہہ رہے ہیں، ذرا میری جان کا لحاظ کرو۔ اور اپنی جان کا بھی، اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ جس کو میں اٹھا نہ سکوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا۔"

اہل مکہ سے مایوس ہو کر آپ طائف تشریف لے گئے کہ شاید یہی لوگ ایمان کی دولت سے مالامال ہو جائیں اور اسلام کو طاقت ملے، مگر افسوس کہ اہل طائف کا سلوک بھی اہل مکہ سے مختلف نہ تھا۔ کسی نے آپ کی بات توجہ سے نہ سنی، بلکہ بُرا بھلا کہا اور مذاق اڑایا۔ جب واپس جانے لگے تو اوباش لڑکوں کو پیچھے لگا دیا۔ جو آپ کو گالیاں دیتے اور پتھر مارتے تھے۔ جسمِ اطہر زخموں سے لہو لہان ہو گیا۔ لیکن پھر بھی آپؐ نے کسی کے لئے بد دعا نہ کی، اور کی بھی تو ہدایت کی ہی دعا کی۔

مکہ کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کو دین کی راہ میں جتنا ستایا گیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ لیکن اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ثباتِ قدمی اور استقامت کی بھی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ کفار کی لاکھ مخالفت کے باوجود اسلام کا قافلہ سرگرمِ سفر رہا۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی۔ اسلام کے نام لیواؤں میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور آج چار دانگِ عالم میں اسلام کا کلمہ پڑھنے والے موجود ہیں۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ	وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ لیکن اللہ اس کو مکمل ہی کرنا چاہتا ہے اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو، وہی وہ

Scanned by CamScanner

الْكَافِرُوْنَ ۔ هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو سارے دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہو۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

اقبالؔ

Scanned by CamScanner

ہجرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ امابعد

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ!

دنیا میں حق کی آواز بلند کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ یہ ان سے پوچھیے جو اس راہ کے راہی ہیں، جنھوں نے کلمۂ حق کی خاطر اپنا تن من دھن سب قربان کر دیا۔ جان کو جان اور مال کو مال نہ سمجھا، بچوں کو یتیم اور بیویوں کو بیوہ کرانا گوارہ کیا مگر کلمۂ حق پر آنچ نہ آنے دی، گھر سے بے گھر ہو گئے، وطن کو چھوڑ دیا، عزیزوں سے ناطہ توڑ لیا مگر کیا مجال کہ اعلان حق اور سربلندی حق کے مقصد میں ذرا بھی رکاوٹ آئے۔ یہ دنیا بڑی ظالم ہے، یہ دنیا حق و صداقت کی آواز کو آسانی سے برداشت نہیں کرتی۔ یہ ظالم و جابر دنیا اور اس دنیا میں بسنے والے ظالم و جابر افراد اہل حق کو آگے بڑھتا اور صدائے حق کو پھیلتا نہیں دیکھ سکتے۔

مکہ میں جب دین کا غلغلہ بلند ہوا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدائے دل نشیں بلند کی، تو وہ لوگ جو دل حق پرست اور گوش حق نیوش رکھتے تھے انھوں نے اس آواز پر لبیک کہا اور دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے مگر وہ لوگ جن کے دل کفر و ضلالت کی تاریکیوں سے مانوس تھے۔ جنھیں اجالا نہیں اندھیرا پسند تھا۔ جو حق و راستی کے

Scanned by CamScanner

الفاظ تک سننا پسند نہیں کرتے تھے، وہ بوکھلا اٹھے، اور اس صدائے ایمانی کو دبانے کی کوششیں شروع کردیں۔

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کو جو ذہنی اور جسمانی اذیتیں دیں ان کا حساب وکتاب ہی کیا، وہ یہ بھی نہ برداشت کرسکے کہ اہل حق کا وجود مکہ میں باقی رہے۔ ان ایذارسانیوں کا اصل مقصد بھی یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام یا تو انہی کی طرح گمراہی کے راستے کو اختیار کرلیں یا مجبور ہوکر مکہ چھوڑ دیں۔

حضورؐ نے اور صحابۂ کرام نے مکہ مکرمہ کو چھوڑ دیا۔ اپنے اس وطن عزیز کو خیرباد کہہ دیا جس میں پلے اور بڑھے تھے، وہ ارض مکہ جس کے ذرہ ذرہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی بے شمار یادیں ثبت تھیں، اس سرزمین کو چھوڑکر جانا تھا۔ بظاہر یہ ہجرت بڑی کس مپرسی کے عالم میں تھی۔ بڑی بیچارگی اور پریشانی کے عالم میں تھی، نہ کوئی ہمدرد تھا، نہ کوئی غم گسار، نہ کوئی دکھوں میں شریک، نہ غم کا مداوا کرنے والا، سب نے آنکھیں پھیرلیں۔ سبھی دشمن بن گئے۔

مکہ کو چھوڑکر مدینہ جانا، ظاہر بیں نگاہوں کے لئے اسلام اور مسلمانوں کی شکست تھی، گویا مسلمان بالکل بے وقار اور بے حیثیت ہوچکے ہیں۔ اور انھیں ان کے گھر میں بھی پناہ نہ ملی۔ مگر حقیقت میں یہ ہجرت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا پیش خیمہ تھی۔ اس شجرۂ طوبیٰ کے اور زیادہ برگ وبار لانے کے موسم کا اعلان تھی۔ یہ ہجرت اس بات کی اطلاع تھی کہ اب اہل حق نئے عزم وارادہ کے ساتھ میدانِ عمل میں اتریں گے، کامیابی ان کے قدم چومے گی اور دنیا دیکھے گی کہ جنھیں لاچار ومجبور سمجھا گیا تھا، جن پر زندگی کی راہیں مسدود کی گئیں، وہ کہاں سے کہاں پہونچ گئے۔

یہ اُس مقام یثربؔ کی طرف ہجرت تھی جسے مدینۃ النبی کا شرف حاصل ہونے

Scanned by CamScanner

والا تھا۔ یہ وہی "دارالہجرۃ"، تھا، جو ہجرت سے قبل حضورؐ کو خواب میں دکھادیا گیا تھا
رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ (میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں مکہ سے اس زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو کھجوروں کے باغات والی ہے)

یہ ہجرت اس شہر کی جانب تھی جسے لوگ یثرب کہتے تھے، مگر نبی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان نے اسے مدینہ کے مقدس لقب سے سرفراز فرمایا تھا اُمِرْتُ بِقَرْیَۃٍ تَاکُلُ الْقُرٰی یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبُ وَھِیَ الْمَدِیْنَۃُ تَنْفِی النَّاسَ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خُبْثَ الْحَدِیْدِ (مجھے اس بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب آجائے گی، لوگ اُسے یثرب کہتے ہیں، حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ وہ برے لوگوں کو ایسے ہی نکال پھینکتی ہے جیسے لوہار کی بھٹی، لوہے کے میل کو۔)

یہ اوس و خزرج کے اُن قبائل کی طرف ہجرت تھی جنہیں انصار کا قابلِ صد رشک لقب ملنے والا تھا اور جن کے بارے میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا تھا۔ لَوْلَا الْھِجْرَۃُ لَکُنْتُ اِمْرَءً مِّنَ الْاَنْصَارِ (اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا)

یہ ہجرت کس شہر سے ہو رہی تھی، مکۃ المکرمہ سے، یعنی اُس شہر سے جو روئے زمین کا سب سے مقدس شہر تھا، جہاں خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے سب سے پہلے خدا کا گھر بنا تھا وہ حرم کعبہ اور وہ بلد حرام جس سے جدا ہوتے وقت حضورؐ نے بڑی حسرت کے ساتھ فرمایا تھا

مَا اَطْیَبَکِ مِنْ بَلَدٍ وَاَحَبَّکِ اِلَیَّ وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِیْ اَخْرَجُوْنِیْ — تو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کتنا عزیز ہے اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں

Scanned by CamScanner

مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ ۔ تجھے چھوڑ کر کسی اور جگہ سکونت نہ اختیار کرتا

لیکن راہِ حق میں ان مراحل سے آخر کار گزرنا ہی تھا، حضورؐ نے صحابہؓ کرام کو حکم دیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کریں، دھیرے دھیرے جس کو جب موقع مل جاتا مدینہ کی طرف چل پڑتا۔ اپنا گھر بار چھوڑ کر، اپنے رشتہ داروں سے ناطہ توڑ کر، اعزہ واقربا سے منھ موڑ کر، مال واسباب اور زمین وجائداد سے بے فکر ہو کر، آخر سب کو کیوں چھوڑ جا رہا تھا، کیا انھیں اپنے رشتہ دار عزیز نہ تھے، کیا انھیں اپنے وطن، اپنے گھر بار سے محبت نہ تھی، کیا ان کے دل میں اپنے مال وجائداد کی چاہت نہ تھی ؟

تھی اور ضرور تھی، مگر اِن سب چاہتوں سے بڑھ کر اللہ کے دین کی چاہت تھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی مطلوب تھی، جو سب چاہتوں پر غالب آگئی۔ یہ چاہت یہ طلب جب بھی جس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ پھر اُس کے قدم دین کی راہ میں آگے بڑھنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکی ہے۔ نہ آل واولاد، نہ مال واسباب، نہ زمین وجائداد، نہ رشتے اور ناطے، یہ تو ایک نشہ ہے جو چڑھ جانے کے بعد اترنے کا نام نہیں لیتا، یہ وہ دیوانگی ہے جس پر ہزاروں فرزانگیاں قربان، یہ وہ جنون ہے جس پر ہزاروں دانائیاں فدا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہجرت کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ رفاقت کے لئے بچپن کے ساتھی اور اب تک کے ہر موڑ پر حقِ دوستی وحق رفاقت ادا کرنیوالے صدیق اکبرؓ سے زیادہ اور کون موزوں ہو سکتا تھا، ہجرت کے لئے رات کا وقت طے ہوا، کفار کو بھنک لگ گئی تھی، انھوں نے اپنے دار المشورہ میں حضورؐ کے قتل کی سازش کی اور مکان گھیر کر کھڑے ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش سے آگاہ کر دیا۔ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ

Scanned by CamScanner

آپؐ کے بستر پر سو جائیں، آپؐ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ تمہیں کوئی گزند نہ پہونچے گی، تم کفار کی یہ امانتیں جو انھوں نے میرے پاس رکھوائی ہیں، امانت داروں کو لوٹا کر مدینہ آجانا۔

حضورؐ مکان سے نکلے، تھوڑی سی مٹی ہاتھ میں لی اور کفار کے سروں پر پھینکتے ہوئے فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ پڑھتے ہوئے صاف نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی قوتِ بصارت چھین لی، حضورؐ ان کے سامنے سے گزر گئے اور وہ دیکھ نہ سکے۔ صبح تک منتظر کھڑے رہ گئے۔ صبح حضرت علیؓ کو بستر سے اٹھتے ہوئے دیکھ کر بہت نادم و شرمسار ہوئے۔

حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لیا، دونوں دو اونٹوں پر سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب چل پڑے، سفر کی پہلی منزل غارِ ثور تھا، حضرت ابوبکرؓ نے غار کو صاف کیا، پھر دونوں اندر داخل ہوگئے، خدا کی قدرت دیکھئے کہ غار کے منھ پر مکڑی نے جالا تن دیا اور دو کبوتر آکر بیٹھ گئے اور انڈا دے دیا۔ مکڑی کے جالے اور کبوتروں کی وجہ سے کسی کا تصور بھی نہ جا سکتا تھا کہ اس غار میں کوئی انسان روپوش ہوگا۔

کفارِ مکہ حضورؐ کے تعاقب میں غار تک آئے مگر مکڑی کے جالے کی وجہ سے دھوکہ کھا گئے۔ حالانکہ وہ اتنے قریب آچکے تھے کہ صرف قدموں کے نیچے دیکھنے کی دیر تھی، مگر اللہ کی قدرت ان کے ارادوں پر غالب آگئی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (خدا نے ان پر سکینہ نازل فرمائی اور انہیں ایسے لشکروں سے مدد کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے)

حضرت ابوبکرؓ کفار کو اتنے قریب دیکھ کر گھبرا اٹھے، حضورؐ نے تسلی دی اور فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (غم نہ کرو، خدا ہمارے ساتھ ہے)

Scanned by CamScanner

غار میں تین دن قیام کرنے کے بعد آگے کا سفر شروع ہوا، قریش نے اعلان کیا کہ جو محمد کو گرفتار کر کے لائے گا، اس کو سو اونٹنیاں انعام دی جائیں گی۔
سراقہ بن مالک بن جعشم انعام کی لالچ میں تعاقب میں نکلا، مگر اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کھا کر گرنے لگا۔ تعاقب کرتے کرتے وہ اتنا قریب آگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رض نظر آنے لگے، لیکن عین اس وقت گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور اُس کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے، سراقہ گر پڑا۔ آخر کار وہ سمجھ گیا کہ حضورؐ کے ساتھ اللہ کی مدد ہے اور وہ حضورؐ کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا وہ اپنے ارادے سے باز آگیا اور لوٹ گیا۔
انصار کو اطلاع ہو چکی تھی کہ حضورؐ مدینہ کی جانب چل پڑے ہیں۔ وہ روزانہ نمازِ فجر کے بعد شہر کے آخری کنارے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے اور اس وقت تک انتظار کرتے رہتے جب تک کے دھوپ میں شدت نہ آجاتی ——
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دن مدینہ پہونچے، انصار انتظار کرنے کے بعد اپنے گھروں کو جا چکے تھے، ایک یہودی کی نظر آپؐ پر پڑ گئی، وہ روزانہ انصار کو آپ کا انتظار کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اس نے پکار کر انصار کو آواز دی کہ تمہیں جن کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے۔ یہ سنتے ہی انصار اپنے گھروں سے نکل پڑے اور آگے بڑھ کر حضورؐ کا استقبال کیا، اور ادب کے ساتھ عرض کیا حضورؐ! تشریف لے چلیں۔ آپ ہر طرح مامون و محفوظ ہیں۔ ہر بات میں آپ کی اطاعت کی جائے گی۔
لوگ راستوں، گزرگاہوں، مکانوں کی چھتوں اور دروازوں پر جمع ہو گئے خوشی و مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ مدینہ کے بام و در فخر و مسرت سے جھوم رہے تھے، انصار کی بچیاں سرور و مستی کے عالم میں یہ اشعار پڑھتی تھیں

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

Scanned by CamScanner

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَىٰ لِلّٰهِ دَاعٍ
اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

(پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کئے جاتے ہیں، آج چودہویں کا چاند نکل آیا۔ جب تک دنیا میں اللہ کا ایک نام لینے والا بھی رہے گا ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا۔ اے وہ پاک ذات جس کو ہمارے درمیان مبعوث کیا گیا آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ قُبا۔ میں چار روز قیام فرمایا، وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو مسجدِ قبا۔ کہلاتی ہے۔ وہاں سے آگے روانہ ہوئے اور بنی نجار کے محلہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو آپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا اور تاریخِ اسلامی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا۔ وہ دور جس کی تابناکی کو ظاہر بیں نگاہیں نہ دیکھ سکتی تھیں، وہ عہد جو ہر عہد سے نرالا تھا، جس کے پہلو بہ پہلو وہ عظیم کامرانیاں تھیں جو انسانی تصور سے بھی ماورا تھیں، وہ عہد زریں جس سے دنیا کی تقدیر بدلنے والی تھی، اور کائنات عالم زندگی کے ایک نئے سانچے میں ڈھلنے والی تھی۔ وہی مبارک عہد، وہ مبارک دور شروع ہو چکا تھا۔

Scanned by CamScanner

فتحِ مکہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَصَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الَّذِیْ شَرَّفَ اللّٰہُ الدُّنْیَا بِبِعْثَتِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی الْمَبْعُوْثُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ اَمَّا بَعْدُ

عجب کیا ہے یہ بیڑا غرق ہو کر پھر ابھر آئے
کہ ہم نے انقلابِ چرخِ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ!

ایک دن وہ تھا جب شہر مکہ کفر و شرک کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ہر طرف ظلم و جور، شقاوت و بربریت کا دور دورہ تھا، انسان خدا کو بھول چکا تھا، عدل و انصاف نام کی کوئی چیز نہ تھی، کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ معبودانِ باطل کی پرستش کی جاتی تھی، وہ کعبہ مکرمہ جو صرف خدائے واحد کی عبادت کے لئے تعمیر ہوا تھا اس میں ایک دو نہیں، پورے تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ اسی نگر میں ایک نبی امیؐ نے صدائے انقلاب بلند کی۔ لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلایا۔ دینِ حق کی دعوت دی، مگر کیا ہوا؟ لوگ دشمن بن گئے، اپنے پرائے ہوئے۔ صدائے حق کو دبانے کی کوشش کی گئی، نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، انھیں اتنا مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنا

Scanned by CamScanner

پیارا وطن مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جاتے ہیں۔

مگر وہی مجبور و بے کس مسلمان آج مکہ کی طرف لوٹ رہے تھے، وہی آٹھ سال قبل مکہ سے نکالے گئے تھے، آج پوری شان و شوکت اور پورے کر و فر کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا کہ یہ جو اتنی لاچاری اور بے بسی کے عالم میں گھر بار چھوڑنے پر مجبور کئے جا رہے ہیں وہی زیادہ دن نہیں، صرف آٹھ سال بعد پوری آن بان کے ساتھ مکہ واپس آجائیں گے اور وہ لوگ جنھوں نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، جنھوں نے ان کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا تھا۔ گلے میں پھانسی کا پھندہ لگایا تھا اور عدل و انصاف کے سارے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر شقاوت و بربریت کے سارے حربے استعمال کر ڈالے، اور اتنا ستایا کہ مکہ میں رہنا تک دو بھر کر دیا اور مکہ سے جانے کے بعد بھی چین سے رہنے نہ دیا، وہی ہاں وہی مشرکین مکہ اور کفار قریش، گردن جھکائے ہوئے اپنی سزا سننے کے لئے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آئیں گے، ان کی طاقت ختم ہو چکی ہوگی، ان کی شان و شوکت ان کا اقتدار ماضی کی ایک داستان پارینہ بن چکا تھا، وہ نبی امیؐ جسے مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ جس کے قتل کی سازشیں کی گئیں۔ وہ مکہ کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے صاف کرنے کے لئے مکہ واپس آجائے گا۔ کس نے سوچا تھا یہ سب، اور کون ان سب باتوں کا تصور کر سکتا تھا۔

مگر سن ہجری کے آٹھویں سال اور ماہ رمضان المبارک نے ان تصورات کو حقیقت کے روپ میں لا کر کھڑا کر دیا۔ دنیا ان مجبوروں، دیس سے نکالے ہوؤں اور دین کی خاطر مصائب و آلام کی بھٹی میں تپ کر کندن ہونے والوں کو دیکھ لے کہ جیت کس کی ہوتی اور ہار کس کی، کون فتح یاب ہوا؟ کون شکست سے ہمکنار۔

حدیبیہ کی صلح جو بظاہر ایک مغلوبانہ صلح تھی، وہی فتح مکہ کی بنیاد بن گئی،

Scanned by CamScanner

اور اس صلح کے متعلق مالک ارض وسما کا یہ ارشاد اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِينًا (ہم نے آپؐ کو کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی) آج ایک حقیقت ثابت تھی جس کے انکار کی کسی میں مجال نہ تھی۔

آیئے دیکھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پروانوں کا قافلہ مکہ مکرمہ کی طرف کس طرح کوچ کرتا ہے۔

رمضان المبارک سن آٹھ ہجری کی دسویں تاریخ ہے۔ شمع نبوت کے جلو میں دس ہزار پروانے مکہ مکرمہ کی طرف سرگرم سفر ہیں، ابوسفیانؓ جو غزوہ احد سے لیکر اب تک اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں سب سے پیش پیش رہے، لیکن آج اسلامی لشکر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ حضرت عباسؓ کے ساتھ ایک پہاڑی پر چڑھ کر اسلامی فوج کے مکہ میں داخل ہونے کا منظر دیکھ رہے ہیں، مختلف قبائل کے دستے اپنے جھنڈوں کے ساتھ اپنے سپہ سالار کی قیادت میں آگے بڑھ رہے تھے، نعرۂ تکبیر کی صداؤں سے فضا گونج رہی ہے۔ سب سے پہلے قبیلۂ غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جُہَیۡنَہ اور سُلَیۡم کے قبیلے ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے نکل گئے، سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس شان و شوکت اور ساز و سامان کے ساتھ آیا کہ پہاڑی گونج اٹھی، ابوسفیانؓ اسلامی لشکر کے رعب و داب اور آن بان سے دہل گئے، انصار کے دستے کے امیر حضرت سعد بن عبادہؓ تھے جب انھوں نے ابوسفیانؓ کو دیکھا تو فرمایا اَلۡيَوۡمُ يَوۡمُ الۡمَلۡحَمَةِ اَلۡيَوۡمُ تُسۡتَحَلُّ الۡكَعۡبَةُ (آج مار کاٹ کا دن ہے، آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا) حضورؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت سعد کا جملہ ناپسند کیا اور فرمایا اَلۡيَوۡمُ يَوۡمُ الۡمَرۡحَمَةِ (آج رحم و کرم کا دن ہے) اور جھنڈا سعدؓ سے لے کر ان کے صاحبزادے حضرت قیسؓ کو دیدیا۔

اسلامی لشکر کے سب سے آخر میں فخر موجودات نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned by CamScanner

بنفس نفیس جاں نثاروں کے جلو میں تشریف لائے۔ حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں میں اس کا جھنڈا تھا۔ یہ انصار و مہاجرین کا ایسا آہن پوش دستہ تھا جس کی صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں، ابوسفیانؓ یہ منظر دیکھ کر مبہوت رہ گئے اور حضرت عباسؓ سے فرمایا خدا کی قسم! اے ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کا اقتدار آج کی صبح کتنا عظیم ہے۔

مکہ میں داخل ہونے کا عالم بھی عجیب و غریب تھا، نہ غرور و تمکنت، نہ بڑائی کا اظہار، بلکہ نہایت تواضع اور انکساری کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ سر مبارک عبدیت کے غلبہ سے بالکل جھک گیا تھا۔ آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت سورۂ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔

حرم کعبہ میں داخل ہونے کے وقت آپ کے دستِ مبارک میں ایک کمان تھی، کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ اس کمان سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (حق آگیا، باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کی چیز ہے) اسی کے ساتھ ہی سارے بت ایک ایک کر کے منہ کے بل گرتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کعبہ کفر و شرک کی آلائش سے پاک و صاف ہو گیا۔

آج صحن حرم میں وہ سب سردارانِ مکہ موجود ہیں جنھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی انتھک کوششیں کی تھیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن مسلمانوں کے قاتل اور اسلام کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والے تھے، جنھوں نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ حضورؐ نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا اے مکہ کے سردارو! آج میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا۔ سب نے کہا "آپ جوانوں کے شریف بھائی اور بوڑھوں کے شریف بھتیجے ہیں" آپ نے فرمایا

Scanned by CamScanner

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

یہ اعلان معافی اس قدر عام ہے کہ آپ نے فرمایا جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے وہ مامون ہے، جو مسجدِ حرام میں چلا جائے وہ مامون ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے۔

سوچئے یہ کتنا خلافِ توقع اعلان تھا، کفار تو اس لائق تھے کہ انھیں جو سزا بھی دی جاتی کم تھی، وہ خود بھی اپنے جرم کو اچھی طرح جانتے تھے، اس لئے اگر انھیں سزا دی جاتی تو وہ اُن کی امید کے خلاف نہ ہوتی۔ لیکن یہ جو اعلانِ معافی الفاظ کا مجموعہ نہیں، حقیقت کا پیکر تھا۔ یہ آواز دل کی گہرائی سے اٹھی اور دل کی گہرائیوں میں اتر گئی، اور وہی جو آج تک اسلام کے دشمن تھے، اسلام کے دامن میں پناہ لینے کے لئے بے تاب ہوگئے، ہندہؓ نے اسلام قبول کرلیا۔ وحشیؓ دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے، اور کفار مکہ کی ایک کثیر تعداد دامن اسلام سے وابستہ ہوگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدودِ حرم میں موجود مجمع کے سامنے تاثیر میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی، آپؐ نے فرمایا

"ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسی نے اپنا وعدہ سچا کیا، اُس نے اپنے بندے کی مدد کی اور کفر کے سارے جتھوں کو تنہا شکست دی۔ یاد رکھو! کفر کے سارے مفاخر، خون کے سب پرانے کینے اور جاہلیت کے سارے بدلے میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ صرف کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت اس سے مستثنیٰ ہے —— اے قریش کے لوگو! جہالت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا

Scanned by CamScanner

تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے"

بزرگو اور دوستو! توحیدِ حق تعالیٰ اور وحدتِ انسانیت کی یہ وہ صدائے دل نشیں تھی جو صحنِ حرم میں گونجی تھی اور دنیا کے چپے چپے میں پھیل گئی تھی اور ساری دنیا کل کی طرح آج بھی اس کی محتاج ہے۔

سبق پھر پڑھ شجاعت کا، صداقت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

غافل خدا کے قہر سے دیتی نہیں پناہ
سدِّ سکندری ہو کہ دیوارِ چین کی

مولانا محمد علی جوہر

درسگاہِ رسولؐ اور درسِ انسانیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

صدرِ محترم! حاضرین جلسہ!

ہم میں سے کون نہیں جانتا کہ حضرت آدمؑ کی اولاد کو آدمی یا انسان کہا جاتا ہے۔ لیکن انسان ہونا ایک الگ چیز ہے اور انسانیت ایک الگ چیز، یہ ضروری نہیں کہ کوئی انسان ہو تو اس میں انسانیت بھی ہو۔ اگر کوئی آدمی ہو تو اس میں آدمیت بھی ہو۔ جاندار ہونے میں سب برابر ہیں۔ انسان بھی، جانور بھی، لہٰذا جان رکھنے میں انسان کو جانوروں پر کوئی فوقیت اور کوئی فضیلت نہیں ہے۔ انسان کو جانور پر اس وقت فضیلت حاصل ہوگی۔ جب اُس میں انسانیت اور آدمیت ہو۔ یہی انسانیت اور آدمیت ہی انسان کو یا تو جانوروں سے بڑھا دیتی ہے یا جانوروں کے برابر کر دیتی ہے۔ یہی وہ حوصلۂ خیر و شر ہے جو انسان کو اٹھاتا بھی ہے گراتا بھی ہے۔ بقول شاعر

اٹھے تو شہپر یزداں، گرے تو شیطاں ہے
بشر کے حوصلۂ خیر و شر کو کیا کہئے

یہی انسانیت اور آدمیت نہ ہو تو ہم ایک شخص کو دیکھیں گے کہ وہ آدمی ہے، آدمؑ کی اولاد ہے، وہ انسان ہے، انسانوں کی بستی میں رہتا سہتا ہے۔ مگر پھر بھی ہم اُسے انسان نہیں کہہ سکتے، آدمی نہیں سکتے، اور کہیں گے بھی تو یوں کہیں گے۔

Scanned by CamScanner

آدمی ، آدمی کے پیکر میں
اور کچھ ہو گا ، آدمی نہ رہا

سوال یہ ہے کہ آدمیت کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ انسانیت کا تصور کہاں سے آتا ہے ؟ آج ہر شخص اس سوال کا جواب اپنے طور پر دیتا ہے۔ ہر شخص کے کچھ تصوراتی محل اور خیالی خاکے ہیں جن میں وہ مگن ہے اور انھیں کو انسانیت کی معراج سمجھتا ہے۔ لیکن یاد رکھئے ! انسانیت کا مکمل تصور ہمیں اُن برگزیدہ شخصیات سے مل سکتا ہے جو انسانوں میں اکمل ترین افراد تھے، جنھیں ہم انبیاء کرامؑ کے مقدس لقب سے یاد کرتے ہیں ۔

آج کے اس دور میں جبکہ نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اور اس مقدس گروہ کے آخری فرد نبی اکرم، شفیع اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات کے سوا کسی نبی اور رسول کی تعلیم صحیح حالت اور اصلی شکل میں موجود نہیں، سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم انسانیت کا تصور اور انسانیت کے درد کا مداوا فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں تلاش کریں، ہمارے غموں کا علاج، ہمارے دکھ کی دوا، ہماری بیماریوں کی شفا اگر کہیں ممکن ہے تو صرف تعلیمات نبویؐ میں، اس کے سوا کہیں ممکن نہیں ۔

ہمیں انسانیت کے اصول اس درسگاہ میں ملیں گے جس کے معلم نے بتا دیا تھا کہ میری بعثت کا مقصد ہی گم گشتہ راہ انسانوں کو انسانیت کی راہ دکھانا اور انسانیت پر گامزن کرنا ہے اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً (میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں)

ہمیں انسانیت کے طریقے اس درسگاہ سے ملیں گے جس نے اپنے جلیل القدر صحابہ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو گورنر بناتے وقت حکم دیا تھا کہ یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ، دیکھو آسانی پیدا کرنا، سختی

نہ کرنا، لوگوں کو قریب، اپنے سے دور نہ کرنا۔

انسانیت سیکھنا ہو تو آؤ اس درسگاہ میں جہاں یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ انسان سب آپس میں برابر ہیں۔ ان میں کوئی اونچ نیچ اور بھید بھاؤ نہیں، ان میں کوئی چھوت چھات نہیں، ان میں ذات برادری اور حسب نسب کی کوئی تفریق نہیں، ان میں چھوٹے اور بڑے کا کوئی امتیاز نہیں، ان میں بزرگی اور بڑائی کا معیار صرف اور صرف ایک ہے اور وہ ہے تقویٰ، وہ ہے خدا ترسی، دینداری، پرہیزگاری اور خدائے وحدہٗ لاشریک سے زیادہ سے زیادہ قربت و نزدیکی۔ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى اَعْجَمِيٍّ وَلَا لِاَعْجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى (کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی کالے کو گورے پر فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے)

ارشاد ربانی ہے

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (حجرات)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت (آدم وحوا) سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے مختلف خاندان وقبائل بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے

انسانیت کی راہیں ہمیں اُس نبیِّ اُمی کی درسگاہ میں ملیں گی۔ جس نے یہ اعلان کیا تھا کہ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ (تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا) جس نے یہ کہہ دیا تھا کہ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے)

Scanned by CamScanner

انسانیت کے متلاشی آؤ ہم تمہیں اس درسگاہ میں لے چلتے ہیں جس نے بتایا ہے کہ یتیموں کی خبرگیری کرنے والا جنت میں میرے اتنے قریب ہوگا جیسے دو انگلیاں جس نے بتایا ہے کہ وہ شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا کہ جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سوئے۔ جس نے تعلیم دی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرو، جو چیز تم ناپسند کرتے ہو، اسے اپنے بھائی کے لئے بھی ناپسند کرو، وہ درسگاہ جس میں والدین اور اولاد، شوہر و بیوی، اعزاء و اقرباء، دوست و احباب اور ایک دوسرے کے حقوق بتائے گئے۔ یہاں تک کہ یہ بھی بتایا گیا کہ ہمیں اپنے پالتو جانوروں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔

سوچئے اور غور کیجئے! کیا انسانیت کے یہ بلند پایہ اصول، یہ مقدس تعلیم کسی اور درسگاہ میں ممکن ہے؟! یوں دعویداروں کی بھیڑ تو بہت ملے گی۔ لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ

پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

بلاشبہ انسانیت کا تصور درسگاہِ رسولؐ کی تعلیم کے بغیر ناقص ہے اور ناقص ہی نہیں بلکہ میں تو بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ درسگاہِ رسول کی تعلیم کے بغیر انسانیت کا تصور ممکن ہی نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

Scanned by CamScanner

عظمتِ صحابہؓ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الْکَامِلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ٥ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ!

میں نے ابھی ابھی آپ حضرات کے سامنے سورۂ فتح کی جو آیاتِ کریمہ تلاوت کی ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے "محمد اللہ کے رسول ہیں، اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، آپس میں نرم ہیں، دیکھتے ہو تم ان کو رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کے مقبول

Scanned by CamScanner

ہونے کی علامت ان کے چہروں میں موجود ہے سجدہ کے اثر سے۔ ان کی مثال توریت میں ہے اوران کی مثال انجیل میں ہے، جیسے کھیتی نے اپنا پٹھا نکالا، پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹا ہوا، پھر اپنے تنے کے بل کھڑا ہوگیا، اچھا لگتا ہے وہ کھیتی کرنے والوں کو (یہ مثال بیان کی) تاکہ غصہ دلائے ان سے کافروں کو، وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے مغفرت کا اور ~~مغفرت کا اور~~ بڑے اجر کا۔

محترم حضرات! اُن آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی عظمت اور عند اللہ اُن کی مقبولیت کو بیان فرمایا ہے۔ یہ آیات سورۂ فتح پارہ چھبیس ۲۶ کی ہیں۔ سورۂ فتح کا نزول صلح حدیبیہ کے بعد ہوا ہے۔ اِن آیات میں صحابہ کرامؓ کی دلجوئی کی گئی ہے۔ کیونکہ حدیبیہ کی بظاہر مغلوبانہ صلح سے صحابہ کرامؓ افسردہ خاطر اور مغموم تھے۔

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے والہانہ انداز میں حضورؐ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی رفاقت، کفار کے مقابلے میں ان کی سختی، آپس میں نرم دلی اور ان کی عبادت و ریاضت کا تذکرہ فرمایا ہے، اور ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کو بھی اُن کے مقبولِ بارگاہ ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ کھیتی کی مثال اس لئے دی گئی کہ جس طرح کھیتی بتدریج ترقی کرتی ہے۔ ایسے ہی صحابہ کرامؓ بتدریج ترقی کے منازل کو طے کریں گے، اور جس طرح کھیتی کے پھلنے پھولنے سے کسان خوش ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ کے ترقی منازل سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے۔ آخر میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ جس طرح دنیاوی ترقی سے نوازے جائیں گے، اخروی ترقی بھی انھیں حاصل ہوگی اور وہ بخشش اور اجرِ عظیم سے سرفراز کئے جائیں گے۔

سورۂ توبہ میں ہے

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ — سبقت کرنے والے اگلے مہاجرین اور انصار

Scanned by CamScanner

وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اور جن لوگوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی۔ اللہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُن سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

بیعتِ رضوان سے مشرف ہونے والے صحابہؓ کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۞ (فتح)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اُس درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کر رہے تھے۔ پس اللہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو ان پر سکینہ و اطمینان اتارا اور بدلے میں ان کو فتح قریب اور بہت سی غنیمتیں دیں جنھیں وہ لیں گے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔

صحابۂ کرامؓ، حضورؐ کے ہمراز و دم ساز تھے، دن و رات حضورؐ کی مصاحبت میں رہتے تھے، اسی شرفِ مصاحبت کی وجہ سے اُن کو صحابی کا لقب ملا۔ صحابۂ کرامؓ نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالست اختیار کی، جس طرح گوشِ حق نیوش سے فرمانِ نبویؐ کو سنا اور عمل کیا، جس طرح اپنے تن من دھن کو حضورؐ کے لئے نثار کیا، دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ بلا شبہ جیسے ساتھی حضورؐ کو ملے، نہ موسیٰؑ کو ملے نہ عیسیٰؑ کو ملے اور نہ ان سے پہلے کسی نبی اور رسول کو ملے۔ جس طرح انبیاء کرام میں سب سے بلند رتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اسی طرح انبیاء کرامؑ کے حواریوں اور ساتھیوں میں سب سے اونچا مقام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فداکار و جاں نثار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ جس طرح حضورؐ کے ہم رتبہ اور ہم فضیلت کوئی نبی اور رسول نہیں، اسی طرح انبیاء کرامؑ کے صحابہ میں حضورؐ کے صحابہ کی ہمسری کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔

Scanned by CamScanner

ان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں

إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَنَظَرَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ ثُمَّ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَهُمْ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَ نُصْرَةِ دِيْنِهٖ

اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو ان سب قلوب میں بہتر پایا لہذا ان کو اپنی رسالت کے لئے مقرر کر دیا۔ پھر قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے قلوب پر نظر ڈالی تو اصحاب محمدؐ کے قلوب کو دوسرے بندوں کے قلوب سے بہتر پایا۔ پس ان کو اپنے نبی کی صحبت اور دین کی نصرت کے لئے پسند کر لیا۔

صحابہ کرامؓ کو یہ رتبہ بلند ان کے ایمان و اخلاص کی وجہ سے ملا۔ اُن کے اعلیٰ اخلاق و کردار کی وجہ سے نصیب ہوا۔ دین کی خاطر مر مٹنے اور جان و تن لگا دینے کے جذبے سے حاصل ہوا، دین کی خاطر دنیا چھوڑنے اور اللہ اور اس کے رسول کا دامن مضبوطی سے تھامنے کی وجہ سے ملا۔

صحابہ کرامؓ کی ان باتوں کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا بلکہ اس کا اقرار تو غیر مسلمین بھی کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کی انتھک جد وجہد اور پیہم کوششوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہمارے پاس بالکل محفوظ شکل میں موجود ہے۔ خدا کی آخری کتاب قرآن مجید کی دولت لازوال، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ذخائر، ہم تک ہرگز نہ پہونچ سکتے تھے اگر صحابہ کرامؓ نے بعد کی نسل کو یہ سرمایہ پوری حفاظت اور ذمہ داری کے ساتھ منتقل نہ کیا ہوتا۔ یہ صحابہ کرامؓ کا امت پر احسان عظیم ہے، اور قیامت تک پوری امت مسلمہ کا سر صحابہ کرامؓ کے اس بارِ احسان سے جھکا رہے گا۔ صحابہ کرامؓ کے احسان کا بدلہ کوئی

Scanned by CamScanner

دے ہی نہیں سکتا۔ وہ تو بس اللہ ہی دے سکتا ہے اور یقیناً دے گا ۔۔۔ لیکن احسان شناسی اور ممنونیت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کا ذکر خیر کرتے رہیں، اُنکے کارناموں کو یاد کرتے رہیں، ان کے حق میں دعاؤں کا نذرانہ پیش کرتے رہیں۔

دن ورات کی گردش جوں جوں دنیا کی عمر کو گھٹا کر قیامت کے قریب لا رہی ہے عہد نبوی سے دوری بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ دوری، یہ بُعد، دنیا کے لئے خوش قسمتی نہیں، بد قسمتی کی بات ہے، خوش قسمت تو اُس زمانہ اور اس عہد کے لوگ ہیں جو عہدِ نبوی ؐ سے زیادہ قریب ہیں۔ اور اس قربت میں صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام کا زمانہ خیر القرون کہلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (بخاری)

میری امت میں سب سے اچھے میرے زمانہ کے لوگ ہیں یعنی صحابہ، پھر وہ جو اُن سے ملے ہوتے ہیں یعنی تابعین پھر وہ جو اُن سے ملے ہوتے ہیں یعنی تبع تابعین۔

صحابہ کرامؓ کے بغیر نہ اس امت کا تصور کیا جا سکتا، نہ صحابہ کرامؓ کے بغیر امت میں صلاح و فلاح کی امید کی جا سکتی ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَثَلُ اُصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ (شرح السنۃ)

میرے صحابہ کی مثال میری امت میں ایسی ہی ہے جیسے کھانے میں نمک، نمک کے بغیر کھانا درست نہیں ہو سکتا (اسی طرح صحابہ کرام کے ساتھ خوش عقیدگی اور محبت کے بغیر امت کی درستگی نہیں ہو سکتی)

دوسری حدیث میں ہے۔

مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ

میرے اصحاب میں سے کوئی کسی زمین میں وفات نہیں پایا

مَا مِنْ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَّنُوْرًا لَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترمذی)

مگر یہ کہ اُسے قیامت کے دن اس زمین والوں کیلئے نور اور قائد بنا کر اٹھایا جائے گا۔

صحابۂ کرامؓ سے محبت رکھنے اور ان کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضورؐ فرماتے ہیں اَكْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ (میرے اصحاب کی تعظیم کرو، وہ تم میں سب سے اچھے ہیں)

صحابہؓ کو بُرا کہنا، ان کی تحقیر کرنا، ان پر زبانِ طعن دراز کرنا، اللہ اور اسکے رسولؐ سے دشمنی مول لینا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کی روایت ہے۔ سرکارِ مدینہ فرماتے ہیں

اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ
لَا تَتَّخِذُوْهُمْ مِنْ بَعْدِیْ
غَرَضًا فَمَنْ اَحَبَّهُمْ
فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ
اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ
وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ
وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ
وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَيُوْشِكُ
اَنْ يَّاْخُذَهٗ

میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بنانا، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی، میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی، اور جس نے اُن سے بغض رکھا، میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا، جس نے ان کو ایذا پہونچائی اس نے مجھے ایذا پہونچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہونچائی اور جس نے اللہ کو ایذا پہونچائی عنقریب اللہ اس کو عذاب میں پکڑے گا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی راہِ خدا میں سونا خرچ کر ڈالے تو بھی ان کے مرتبہ کو پہونچنا درکنار، ان کے نصف کو بھی نہیں پہونچ سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

Scanned by CamScanner

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللهِ عَلَىٰ شَرِّكُمْ (ترمذی)	جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو صحابہ کرام کو سب و شتم کرتے ہوں، تو کہو کہ اللہ کی لعنت ہو تمہارے بُرے فعل پر۔

نہ کر توہینِ پیغمبر، نہ بن شاتمِ صحابہؓ کا

اسی سے کفر پھیلے گا، یہی ہیں کفر کے آلے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کو ستاروں کے مانند قرار دیا ہے اور اُن میں سے کسی کی بھی اتباع و پیروی کو نجات کا ذریعہ فرمایا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ (رزین)	میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم اُن میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے۔ ہدایت پاجاؤ گے۔

صحابہ کرامؓ کا طریقۂ زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ ہم کو اپنی زندگی اسی سانچے کے مطابق ڈھال لینی چاہیے جو صحابہ کرامؓ کی صورت میں ہمیں ملا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کو زندگی میں ہی عند اللہ مقبولیت کی سند مل چکی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان سے بڑھ کر معیارِ حق اور نمونۂ عمل اور کس کی زندگی ہو سکتی ہے؟ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "پیروی کے لائق اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرا علم رکھنے والے، سب سے کم تکلف کرنے والے، اللہ نے اُن کو اپنے نبیؐ کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے پسند فرمایا، لہٰذا تم بھی اُن کی فضیلت کو پہچانو اور اُن کے نقشِ قدم کی پیروی کرو اور اپنی استطاعت کے مطابق ان کے اخلاق، ان کے طور طریق کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ کیونکہ وہ لوگ راہِ مستقیم پر تھے"

Scanned by CamScanner

صحابہ کرامؓ نے حق کے معاملے میں کسی کے کہنے سننے کی پروا نہیں کی، وہ دین کی راہ پر چلتے رہے، خواہ انھیں دنیا کچھ بھی کہتی رہی، انھوں نے دنیا والوں کو خوش کرنے کی فکر نہیں کی، ان کا مدعا اور مقصود صرف یہ تھا کہ خالق ارض وسماء اور مالک عرش وکرسی راضی ہو جائے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں، خواہ ساری دنیا ناراض ہو جائے، وہ دنیا کو خوش کر کے خدا اور رسولؐ کی ناراضگی مول لینے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اس کے برعکس خدا اور رسولؐ کی رضا جوئی کی خاطر ساری دنیا کی ناراضگی اور ساری دنیا کا نقصان برداشت کرنے کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے

لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ — صحابہ کرام حق کے معاملے میں، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

صحابہ کرامؓ نے ایمان وعمل کی جو مشعل روشن کی اور دین کی راہ میں جو قربانیاں دی ہیں وہ اتنی ظاہر وباہر ہیں کہ اپنے تو اپنے، غیروں تک نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ایثار وقربانی اور سعیِ پیہم کے جو لازوال نقوش صحابہ کرام نے چھوڑے ہیں وہ جریدۂ عالم پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو چکے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات پر جان قربان کرنے کی ادا اور آپؐ کے ہر حکم پر اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہنے کا انداز ایسا مثالی ہے کہ غیر تک، عظمتِ صحابہؓ کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے، شام کی جنگ میں جب پادریوں نے اصحابِ رسولؐ کو دیکھا تو پکار اٹھے "خدا کی قسم! یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بہتر ہیں"۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے شرائط صلح طے کرنے کے لئے عروہ بن مسعودؓ ثقفی آئے تھے۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ شرائطِ صلح

Scanned by CamScanner

طے کرتے وقت انھوں نے بنظر غائر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کا جائزہ لیا۔

واپس جانے کے بعد انھوں نے کفار مکہ کے سامنے صحابہ کرامؓ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا "اے قریش کے لوگو! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباریوں کو بھی دیکھا ہے، مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی جماعت اور اس کے ماننے والے اُس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی تعظیم، محمدؐ کی محمدؐ کے ماننے والے کرتے ہیں۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پڑ جائے وہ اسے اپنے بدن اور منھ پر مَل لیتا ہے۔ جو بات محمدؐ کے منھ سے نکلتی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے سب کے سب ٹوٹ پڑتے ہیں، ان کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے، اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو وہ دوسرے کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے ملا کر اپنے منھ پر مل لیتا ہے۔ اُن کے سامنے زور سے نہیں بولتے، اگر بولتے ہیں تو بہت آہستہ اور نیچی آواز سے، ادب کی وجہ سے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے، ہمیشہ ان کے سامنے نظریں جھکائے رہتے ہیں۔ اگر اُن کے سر یا داڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو تبرکاً اٹھا کر نہایت اہتمام کے ساتھ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا اور رہبر سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا۔ جتنی محبت یہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کرتے ہیں۔

میرے لب پہ ذکرِ صحابہؓ ہے اسی ذکر سے ہے یہ برتری
نظر آئی دیدۂ قلب سے مجھے آج محفلِ سروری
وہ نبی کے عاشقِ زار تھے، وہی صاحبانِ وقار تھے
کوئی فاتحِ عرب و عجم، کوئی قاطعِ سرِ عنتری

Scanned by CamScanner

وہ رسول پاک کے ہم نشیں، وہ فلک اساس و ملک جبیں
وہی جن کے نعروں سے ہل گئی تھی بنائے قلعۂ قیصری

وہ شہید راہِ وفا ہیں یہ، وہ قتیل تیغ جفا ہیں یہ
کہ لہو سے ان کے ہزار ہا شجر ریاض پیمبری

رہ دشتِ صحابہؓ ملے ہمیں، کہ جہاں میں آج بھی زندہ ہیں
وہی بولہب کی شرارتیں، وہی مرحبی وہی عنتری

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

آج بھی سر سے گزر جاتی ہیں، موجِ بلا
آج بھی اپنے ابھرنے کے نشاں ملتے ہیں

معین احسن جذبی

حضرت صدیق اکبرؓ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَعَ الْھُدٰی بِالْمُھْتَدِیْنَ اَحْمَدُہٗ سُبْحَانَہٗ وَھُوَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْکَامِلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

بزرگو اور دوستو!

امیر المومنین خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں سب سے اعلیٰ و افضل تھے۔ سفر ہو یا حضر، ہر جگہ حضورؐ کے ساتھ رہنے والے دنیا میں بھی حق رفاقت ادا کرنے والے، اور آخرت میں بھی رفاقت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والے، جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ (ترمذی) — تم میرے غارِ ثور کے بھی ساتھی ہو اور حوضِ کوثر کے بھی۔

ایک دوسرے موقع پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کے ہم پر احسانات تھے، ہم نے ہر ایک کا بدلہ چکا دیا۔ لیکن ابوبکرؓ کے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی پورا پورا عطا فرمائے گا۔ ابوبکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہونچایا کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہونچایا۔ اگر میں دنیا میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، اب یہ خُلّت تو نہیں ہے کیونکہ میں اللہ کا خلیل ہوں مگر میرے

اور ابوبکر کے درمیان اسلامی اخوت و محبت بہر حال موجود ہے۔

مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو کس کس طرح ستایا گیا، وہ کس مسلمان کو معلوم نہیں؟ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ پر ہر طرح کے ظلم و ستم ڈھائے گئے، مکہ میں رہنا دوبھر کر دیا گیا، ہر ہر طرح سے اسلام سے پھیرنے کی کوششیں کی گئیں، کفار مکہ کو سب سے زیادہ دشمنی اور عداوت حضورؐ کی ذات سے تھی۔ جب موقع پاتے کوئی نہ کوئی گستاخی کر بیٹھتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کئی مرتبہ آپؐ کو نرغۂ اعداء سے بچایا اور اس کوشش میں خود بھی بار بار کفار کے ہاتھوں مصائب برداشت کرتے رہے۔ ایک مرتبہ کفار مکہ صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے کہ وہ ہمارے معبودوں کی مذمت کرتے ہیں، اتنے میں حضورؐ وہاں تشریف لے آئے، سب نے آپ کو گھیر لیا اور آپ کے گلے میں چادر لپیٹ کر کھینچنا شروع کر دیا۔ کسی نے جا کر حضرت ابوبکرؓ کو خبر دی کہ اَدْرِكْ صَاحِبَكَ (اپنے ساتھی کو بچایئے) وہ بیتابانہ پہونچے اور کہنے لگے اے کفار مکہ تمہاری خرابی اور بربادی ہو

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ	کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آیا ہے۔

یہ سن کر قریش مکہ نے حضورؐ کو چھوڑ دیا مگر حضرت ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ بے ہوش ہو گئے، کئی دن تک بے ہوش رہے۔ درمیان میں اگر کبھی ہوش آتا تو پوچھتے کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ آخر جب مکمل ہوش آگیا تو لوگوں سے کہا کہ مجھے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو۔ لوگوں کے سہارے سے کسی طرح حضورؐ کی خدمت میں پہونچے۔ ملاقات کے وقت دونوں کی

Scanned by CamScanner

کیا کیفیت تھی۔ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

بلند تر ہے شہیدوں سے مرتبہ ان کا
کہ تیغِ عشقِ نبیؐ کے قتیل ہیں صدیقؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ صحابہ کرامؓ کے لئے قیامتِ کبریٰ سے کم نہ تھا۔ اس سانحہ کا اثر کسی پر، کسی طرح تھا اور کسی پر کسی طرح۔ ہر ایک کے حواس مختل تھے، کوئی بے چین و بے تاب تھا، کسی کے لبوں پر مہرِ سکوت لگ گئی تھی۔ کوئی وفاتِ رسول کا ہی منکر تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابی تک کا یہ عالم تھا کہ وہ وفاتِ رسولؐ کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے۔ انھوں نے ننگی تلوار نکال لی اور جوشِ وغضب کے عالم میں فرمایا جو شخص یہ کہے گا کہ "حضورؐ کی وفات ہوگئی، اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

صرف ایک صدیق اکبرؓ تھے جنھوں نے اس اندوہناک گھڑی میں اپنے آپ پر قابو رکھا۔ ہوش وحواس کو جانے نہ دیا۔ کیا حضورؐ کی وفات کا انھیں غم نہیں تھا؟ کیا حضور کے رحلت فرما جانے کا انھیں صدمہ نہیں تھا؟ تھا، بلاشک وشبہ تھا اور سب سے زیادہ تھا۔ لیکن وہ اپنا غم کیسے ظاہر کر سکتے تھے؟ اگر وہ ہوش کھو بیٹھتے تو دوسروں کو ہوش میں کون لاتا، اگر وہ نڈھال ہو جاتے تو دوسروں کو قابو میں کون رکھتا۔

اسی ماحولِ غم میں اور بھی اک غم کا پیکر تھا
کہ جس کا نامِ نامی حضرت صدیق اکبرؓ تھا
نہ تھا عشقِ رسول اللہ میں اس کا کوئی ہمسر
فراقِ یار کا غم تھا اسے ہر ایک سے بڑھ کر
جو غم صدیقؓ کو تھا اس کو کوئی پا نہیں سکتا
رفاقت میں کوئی اس کے برابر آ نہیں سکتا
اگر وہ ہوش کھو دیتا تو دنیا ہوش کھو دیتی
اگر وہ بیٹھتا رونے تو دنیا روتی ہی رہتی

Scanned by CamScanner

ذرا سی دیر میں تاراج تھی اسلام کی کھیتی
اگر وہ گریہ کرتا ڈوب جاتی قوم کی کشتی

صدیق اکبرؓ سب سے پہلے حجرۂ مقدسہ میں تشریف لے گئے، رخِ انور سے چادر ہٹائی، جبین مبارک کو بوسہ دیا۔ وَانَبِیَّاہُ وَاخَلِیْلَاہُ وَاصَفِیَّاہُ (اے میرے نبی، اے میرے دلی دوست، اے میرے برگزیدہ رفیق) کہہ کر باہر آگئے اور مسلمانوں کو خطاب کر کے تقریر شروع کی، وہ تقریر جس کا ایک ایک لفظ آبِ حیات تھا۔ جس کا ایک ایک جملہ انمول خزانہ تھا۔

آپ نے فرمایا جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے انھیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ جان لیں کہ اللہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اس کے بعد سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔	محمدؐ ایک رسول ہی تو ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور یاد رکھو جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا، اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دے گا۔

اس خطبے نے سب کو سوتے سے جگا دیا، آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا اور سب کو یقین کر لینا پڑا کہ اب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان نہیں رہے۔ اور تجہیز و تکفین اور انتخابِ خلیفہ کا کام شروع ہو گیا۔

خلافت کا بار سنبھالتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان میں سرِ فہرست قتالِ مرتدین، لشکرِ اسامہؓ کی

Scanned by CamScanner

روانگی اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرکوبی شامل ہے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد بہت سے قبائل جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، مرتد ہو گئے، بہتوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح جھوٹے مدعیان نبوت کا ایک گروہ پیدا ہو گیا جن میں مسیلمہ بن کذاب اسود عنسی اور سجاح نام کی ایک عورت تھی۔ ان فتنوں کے علاوہ ایک اہم مسئلہ لشکر اسامہؓ کی ملک شام کی طرف روانگی کا تھا، اس لشکر کی روانگی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ہی دے چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی حکم دیا کہ لشکرِ اسامہؓ اپنی مہم پر روانہ ہو جائے۔

مگر بڑے بڑے صحابہ کرامؓ جن میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے، اس لشکر کی روانگی کے مخالف تھے، پر آشوب حالات، ارتدادِ قبائل بغاوت کے ماحول اور مدعیانِ نبوت کے فتنوں کی وجہ سے یہ لوگ اس لشکر کو اتنے دور دراز کے مقام پر بھیجنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح یہ حضرات قتالِ مرتدین کے حق میں بھی نہیں تھے۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی فہم و فراست اور ذکاوت و دانائی سے حالات پر اُن سے زیادہ گہری نظر رکھتے تھے اور مصالحِ شریعت سے بھی اُن سے زیادہ واقف تھے، انھوں نے کسی کی مخالفت و ملامت کی پروا نہ کی اور حکم دیا کہ میری اونٹنی لاؤ میں خود قتالِ مرتدین کے لیے جاتا ہوں اور فرمایا کہ لشکر اسامہ ابھی روانہ ہو۔ خدا کی قسم! اگر چیل کوّے میرا گوشت نوچ ڈالیں تب بھی میں اس لشکر کو نہ روکوں گا جس کی روانگی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے کر گئے ہیں۔" چنانچہ لشکرِ اسامہ فوراً روانہ ہو گیا اور آپ اپنی اونٹنی پر بیٹھ گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے آگے بڑھ کر اونٹ کی مہار پکڑ لی اور فرمایا اے خلیفۂ رسول اللہ! ہمارا مقصود آپ کی حکم عدولی نہ تھا، ہم نے جو کچھ عرض کیا تھا وہ صرف مشورہ تھا۔ ورنہ آپ جو حکم دیجیے ہم اطاعت

Scanned by CamScanner

کے لئے حاضر ہیں۔

چنانچہ قتالِ مرتدین کے لئے بھی فوجیں روانہ ہوگئیں اور مدعیانِ نبوت کی سرکوبی کے لئے بھی، اور ایک سال کے اندر اندر سارے فتنے فرد ہوگئے، لشکرِ اسامہؓ کامیاب وبامراد واپس آگیا، اور مخالفین اسلام پر اسلام اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ کسی نے ان کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا، حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا سارا عمل، اجر وثواب میں حضرت ابوبکرؓ کے ایک دن اور ایک رات کے عمل کے برابر ہوجائے۔ رات وہ تھی جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور پہونچے تھے ابوبکرؓ نے فرمایا وَاللہِ لَا تَدْخُلُہٗ حَتّٰی اَدْخُلَ قَبْلَکَ فَاِنْ کَانَ فِیْہِ شَیْئٌ اَصَابَنِیْ دُوْنَکَ (خدا کی قسم! آپؐ پہلے نہ داخل ہوئیے، پہلے میں داخل ہوں گا تاکہ اگر کوئی چیز ہو تو مجھے نقصان پہونچائے نہ آپؐ کو) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اندر گئے، اسے صاف کیا، غار کے ایک طرف بہت سے سوراخ نظر آئے، اپنی لنگی کو پھاڑا، اور اس کے ٹکڑوں سے سوراخ کا منھ بند کردیا، مگر دو سوراخ باقی رہ گئے تھے تو اُن پر اپنے دونوں پیر رکھ دیئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا کہ تشریف لائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوبکرؓ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ ایک سوراخ سے ایک سانپ نے حضرت ابوبکرؓ کے پیر میں ڈس لیا۔ حضرت ابوبکرؓ تکلیف سے بے چین ہو گئے، مگر اس خوف سے کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہوجائیں اور آپ کے آرام میں خلل واقع ہو، اپنے بدن کو حرکت نہ دی۔ مگر درد کی شدت کی وجہ سے آنکھ سے آنسو بہنے لگے۔ آنسوؤں کے قطرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر گرے۔ حضور کی نیند کھل گئی

Scanned by CamScanner

حضورؐ نے فرمایا مَالَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ (اے ابو بکر کیا ہو گیا؟) حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ (میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک زخم کی جگہ پر لگا دیا، لعابِ مبارک لگاتے ہی سانپ کے کاٹنے کی تکلیف فوراً ختم ہو گئی بعد میں زہر کا وہی اثر لوٹ آیا تھا اور وہی ان کی وفات کا سبب بنا۔

اور دن وہ تھا جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اور عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے، اُن لوگوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ (اگر وہ زکوٰۃ کی ایک رسّی بھی نہیں دیں گے تو میں اُن سے جہاد کروں گا) میں نے کہا اے خلیفۂ رسول! لوگوں کے ساتھ نرمی کیجئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے غضبناک ہو کر فرمایا اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ اِنَّهُ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّيْنُ اَيَنْقُصُ وَاَنَا حَيٌّ (اے عمر! تم جاہلیت میں بڑے خونخوار تھے، اسلام میں ایسے نرم ہو گئے، سُن لو وحی بند ہو چکی، دین کامل ہو گیا۔ کیا میرے جیتے جی دین میں کمی ہو گی؟ میں یہ گوارہ نہیں کر سکتا)

ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صدقہ لانے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام لا لا کر رکھنے لگے۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ اس وقت میرے پاس بہت مال تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اب تک تو میں ابو بکرؓ سے نہیں بڑھ سکا مگر آج صدقہ دینے میں ابو بکرؓ سے بازی لے جاؤں گا۔ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِيْ (لہٰذا میں اپنا آدھا مال لے کر آیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ (اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟) میں نے جواب دیا آدھا لے کر آیا ہوں، آدھا چھوڑ کر آیا ہوں۔ جب حضرت ابو بکرؓ کی

Scanned by CamScanner

باری آئی تو وہ اپنا سب کچھ لے کر آگئے، گھر میں کچھ نہ چھوڑا، حضورؐ نے اُن سے بھی دریافت کیا کہ اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا؟ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ (اُن کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں قُلْتُ مَا اَسْبِقُہٗ اِلٰی شَیْءٍ اَبَدًا (میں نے دل میں سوچا کہ میں ابو بکرؓ سے کسی چیز میں کبھی نہیں بڑھ سکتا) سچ ہے ؎

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

آہ کس کی جستجو رکھتی ہے آوارہ تجھے
راہ تو، راہی بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو
اقبال

Scanned by CamScanner

حضرت فاروق اعظمؓ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ۔ اَمَّا بَعْدُ

حضرات سامعین کرام! بزرگو اور دوستو!

فاروق اعظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عظمتِ اسلام کے ستون تھے۔ آپ کی خلافت اسلامی فتوحات و ترقیات کا نشان تھی عمر فاروقؓ کا اسلام لانا، مکہ سے ہجرت کرنا اور عہدۂ خلافت پر متمکن ہونا، مسلمانوں کے لئے خیر و فلاح کا ضامن تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كَانَ اِسْلَامُہٗ فَتْحًا وَّکَانَتْ ھِجْرَتُہٗ نُصْرَۃً وَّکَانَتْ اِمَامَتُہٗ رَحْمَۃً

عمر فاروقؓ کا اسلام لانا فتح تھا ان کی ہجرت نصرت تھی، اور ان کی خلافت رحمت تھی۔

فاروق اعظمؓ کے مسلمان ہونے کی حضورؐ نے دعائیں مانگی تھیں۔ انہیں دعاؤں کا کرشمہ تھا کہ عمرؓ کشاں کشاں درِ اقدس پر چلے آئے، اور دولتِ ایمان سے مالامال ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (مسند احمد)

اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت دے۔

حضورؐ کی دعا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔

Scanned by CamScanner

فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ظَاھِرًا (پس اسلام لے آئے اور خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کی)

جب مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا وقت آیا تو حضرت عمرؓ سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے، خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر مجمع کفار کو مخاطب کر کے فرمایا دیکھو! میں اس وقت ہجرت کر رہا ہوں۔ یہ نہ کہنا کہ عمرؓ چھپ کر ہجرت کر گیا اور ہم کو اطلاع نہ دی۔ سنو! جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہو وہ آئے اور مجھے روکے۔ لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ حضرت عمرؓ کی طرف قدم بڑھانے کی بھی جرأت کرتا۔

حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت اسلامی آن بان اور شان و شوکت کا دور تھا، فتوحات کا ایک سیلِ رواں تھا جو برابر بڑھتا جا رہا تھا، اور مخالفین اسلام خس و خاشاک کی طرح بہے جا رہے تھے، کسی کی مجال نہیں تھی کہ اسلامی حکومت سے ٹکر لے سکے، جس نے ٹکرانے کی کوشش کی اس کے پرخچے اڑ گئے، اس کا وجود پارہ پارہ ہو کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔

حضرت عمرؓ کو خلافت سپرد کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ تم کس کو خلیفہ بنا کر آئے ہو" تو میں جواب دوں گا کہ اے اللہ! اس وقت تیری مخلوق میں جو سب سے بہتر تھا اسی کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (ترمذی) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

دوسری حدیث میں ہے

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ (ترمذی) اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرما دیا ہے۔

حضرت عمرؓ کے رعب و دبدبے کا یہ عالم تھا کہ شیطان بھی حضرت عمرؓ کے نام سے بھاگتا تھا۔ ایک مرتبہ قریش کی چند عورتیں حضورؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور حضورؐ سے بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں، اتنے میں حضرت عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت عمرؓ کی آواز سن کر وہ ساری عورتیں جلدی سے پردے میں چلی گئیں اور سناٹا چھا گیا حضرت عمرؓ اندر آئے تو حضورؐ مسکرا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (اللہ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے، آپ اس وقت کیوں مسکرا رہے ہیں؟) حضورؐ نے فرمایا مجھے اِن عورتوں کی حرکت پر ہنسی آئی کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور تیز تیز بول رہی تھیں، جب تم آئے تو جلدی سے پردے میں چلی گئیں اور خاموش ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے اپنی نفس کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ عورتوں نے جواب دیا ہاں! تم بہت سخت ہو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا لَقِیَكَ الشَّیْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ (بخاری و مسلم)

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے شیطان جب تم کو کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ دوسرے راستے پر چلنے لگتا ہے

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کچھ حبشی بچے اپنا کھیل تماشا دکھا رہے تھے، تماشا دیکھنے کے لئے لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی اور شور و شغب ہو رہا تھا، اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھتے ہی سارا مجمع تتر بتر ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ (میں شیاطین جن و انس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ عمرؓ کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے)

Scanned by CamScanner

حضرت عمرؓ دین کے معاملے میں بہت ہی کھرے اور بے میل تھے، اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی بالکل برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق اپنا جھگڑا لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے، یہودی نے بتایا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں مگر یہ شخص راضی نہیں ہے اور آپ سے فیصلہ چاہتا ہے، اس لئے ہم لوگ آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ گھر میں گئے اور تلوار لا کر منافق کی گردن اڑا دی اور فرمایا جو شخص اللہ کے رسول کے فیصلے سے راضی نہ ہو، اس کے لئے میرا یہ فیصلہ ہے۔

قرآن کی بہت سی آیتیں حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید میں نازل ہوئیں مثلاً اسیرانِ بدر اور منافقوں کی نماز جنازہ پڑھانے کا معاملہ، اسی طرح ازواجِ مطہرات کا پردہ، شراب کی حرمت اور مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کے متعلق جو آیات کریمہ نازل ہوئیں وہ سب حضرت عمرؓ کی تائید میں تھیں۔

سادگی کا یہ عالم تھا کہ سال بھر میں دو جوڑے ہی بیت المال سے لیتے تھے اور وہ بھی کسی موٹے کپڑے کے، جب وہ پھٹ جاتے تو اس میں پیوند لگاتے پیوند کبھی ٹاٹ کا ہوتا، کبھی چمڑے کا، اور پیوند بھی ایک دو نہ ہوتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اُن کے لباس میں سترہ پیوند لگے ہوئے دیکھے۔

کپڑے کے ساتھ کھانے کا عالم بھی یہی تھا۔ حضرت عمرؓ کا کھانا کوئی ادنیٰ شخص بھی رغبت سے نہ کھا سکتا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین روٹیاں آپ کے لئے آتی تھیں جن میں کبھی روغن زیتون ملا ہوا ہوتا تھا، کبھی نہیں ہوتا تھا۔ کبھی گھی اور کبھی خشک روٹیوں کے ساتھ دودھ ہوتا

Scanned by CamScanner

تھا۔ کبھی سوکھا گوشت اور کبھی تازہ گوشت ہوتا تھا۔

حضرت عمرؓ راتوں کو گشت کیا کرتے تھے تاکہ اپنی رعایا کی خبر گیری کریں اور انھیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہاں تک پہونچائیں۔ حضرت عمرؓ کا عدل وانصاف ضرب المثل تھا۔ انصاف کے معاملے میں اپنے، پرائے، دوست و دشمن کے درمیان فرق کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

آپ نے اپنے دس سالہ دورِ خلافت میں بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیئے آخر کار وقت موعود یوں آیا کہ آپ کی شہادت کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ایک بدبخت مجوسی ابولولو کے ذریعہ دولتِ شہادت سے سرفراز فرمایا۔ اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ دعا، بابِ استجابت کو پہونچی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ

اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت دے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

ہر نفس عمرِ گذشتہ کی ہے میّت، فانیؔ
زندگی نام ہے مَر مَر کے جیئے جانے کا

حضرت عثمان غنی رضؓ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَعَثَ اِلَیْنَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ دَاعِیًا اِلٰی اَکْمَلِ الْاَدْیَانِ وَهَادِیًا اِلَی الشَّرْعِ الْمَتِیْنِ فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَخُلَفَائِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ وَوَفَّقَنَا لِاِتِّبَاعِھِمْ وَحَشَرَنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ یَوْمَ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم! حاضرین جلسہ!

دنیا میں ایسی بہت سی شخصیتیں گزری ہیں، جنھوں نے اپنے زریں کارناموں سے خالقِ کائنات کی بھی رضا حاصل کی اور مخلوقِ خدا کو بھی راضی رکھا جن کا مقام و مرتبہ قابلِ رشک اور لائقِ تحسین تھا۔ مگر کیا ایسی شخصیات بھی ہیں جن کا مقام اس قدر بلند ہو اور جن کی عظمت کا یہ حال ہو کہ اللہ کے کسی نبی اور رسول نے اُن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں دی ہوں اور دوسری کے انتقال کے بعد فرمایا ہو کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اُس کا نکاح بھی فلاں کے ساتھ کر دیتا۔

تاریخِ عالم ایسی ایک شخصیت کے سوا، کسی اور کا نام پیش کرنے سے قاصر ہے اور وہ نامِ نامی، اسمِ گرامی ہے شہیدِ مظلوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا۔ حضرت عثمان غنی رضؓ تیسرے خلیفہ راشد ہیں، آپ کا لقب ذوالنورین ہے ذوالنورین کا معنیٰ ہے دو نور والا۔ حضرت عثمان غنی رضؓ کا یہ لقب اس لیے پڑا کہ

Scanned by CamScanner

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عثمان جب اسلام لائے تو ان کے چچا حکم بن عاص نے انھیں پکڑ کر رسی سے مضبوط باندھ دیا اور کہا کہ تم نے باپ دادا کا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا ہے میں تمھیں اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک تم نئے دین کو ترک نہیں کرو گے حضرت عثمانؓ نے جواب دیا خدا کی قسم! دینِ اسلام کو کبھی ترک نہ کروں گا۔ آخر ظالم ظلم سے خود ہی عاجز آگیا اور انھیں رہائی ملی۔

حضرت عثمانؓ کی حیا مشہور تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، دونوں پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت مانگی، حضورؐ نے اجازت دے دی، وہ اندر آگئے اور حضورؐ جس طرح لیٹے تھے لیٹے رہے اور گفتگو کرتے رہے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ آئے، اُن کو بھی حضورؐ نے اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دی اور گفتگو کرتے رہے اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی، حضورؐ اٹھ کر بیٹھ گئے، اپنے کپڑے برابر کیے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو اندر بلایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سب لوگ واپس چلے گئے تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوبکرؓ آئے تو آپ ویسے ہی لیٹے رہے۔ حضرت عمر آئے تو بھی آپ کے لیٹنے کے انداز میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ مگر جب حضرت عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے برابر کئے کیا وجہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلَا اَسْتَحِیْ مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِیْ مِنْہُ — کیا میں ایسے آدمی سے حیا نہ کروں جس سے

Scanned by CamScanner

اَلْمَلَائِکَۃُ (مسلم) فرشتے تک حیا کرتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ اے عائشہ رضؓ! حضرت عثمان بہت شرمیلے ہیں مجھے خوف ہوا کہ اگر میں انھیں اسی حالت میں اجازت دیدیتا تو وہ اپنی بات مجھ سے کہے بغیر واپس چلے جاتے۔

غزوۂ تبوک کی تیاری میں حضرت عثمانؓ نے دل کھول کر چندہ دیا تھا، اور اتنا زیادہ دیا تھا کہ کسی نے اتنا نہیں دیا۔ مسلمان اس وقت بہت مفلس اور اور پریشاں حالی میں تھے، اسی لئے اس غزوہ کو جَیْشُ الْعُسْرَۃُ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس لشکر کا انتظام کردے، اسے جنت ملے گی، حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! میں سو اونٹ مع ساز وسامان دوں گا۔ حضورؐ نے پھر اُبھارا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں ۲۰۰ دو سو اونٹ دوں گا۔ تیسری مرتبہ ترغیب دینے پر تین ۳۰۰ سو اونٹ مع ساز وسامان دینے کا وعدہ کیا، پھر جب حضورؐ نے چوتھی بار رغبت دلائی تو اپنے گھر گئے اور ایک ہزار اشرفیاں لاکر حضورؐ کے دامنِ مبارک میں ڈالدیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ سے اس قدر خوش ہوئے کہ اشرفیوں کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر ڈالتے تھے اور فرماتے تھے مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْیَوْمِ (آج کے بعد عثمانؓ جو چاہیں کریں کوئی کام ان کو نقصان نہیں پہونچا سکتا)

اللہ اکبر! یہ ہے حضرت عثمان غنیؓ کا مقام ومرتبہ۔

لیکن بیعتِ رضوان کا واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے سب سے زیادہ اعزاز واکرام کی چیز ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضورؐ نے انھیں اپنا نمائندہ بناکر کفار سے گفتگو کرنے کے لئے مکہ بھیجا تھا، کفار مکہ نے انھیں قید کرلیا اور مشہور کردیا کہ عثمان قتل کر دیئے گئے۔ حضورؐ کو اس خبر سے بے حد صدمہ ہوا اور حضرت

Scanned by CamScanner

عثمانؓ کا انتقام لینے کے لئے صحابۂ کرامؓ سے موت کی بیعت لی۔ اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود ہی اس طرح بیعت لی کہ اپنے دائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور بائیں کو اپنا۔ دوران بیعت ہی اطلاع ملی کہ شہادت عثمانؓ کی خبر غلط ہے، وہ صحیح سلامت موجود ہیں

حضرت عثمانؓ نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے کتنی عظیم الشان خدمات انجام دیں ہیں اور آپ کا کیا مقام و مرتبہ ہے، اس کا اندازہ حضرت عثمان کی اس تقریر سے ہوتا ہے جو انھوں نے باغیوں کے محاصرہ کے دوران مکان کی چھت سے فرمائی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے لوگو! میں تم کو اللہ اور دین اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم لوگ جانتے ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں سوائے بیر رُومہ کے کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا۔ اور بیر رومہ بھی ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرے کہ اس کو جنت میں اس سے زیادہ بہتر بدلہ ملے۔" چنانچہ میں نے اسے اپنے ذاتی پیسوں سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا اور آج تم مجھے اُسی کنویں سے پانی پینے سے روک رہے ہو، حالانکہ اس میں پانی کی کوئی کمی نہیں ہے — لوگوں نے جواب دیا آپ صحیح کہتے ہیں، ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں — حضرت عثمانؓ نے پھر فرمایا اے لوگو! تم کو اللہ اور دینِ اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ مسجدِ نبوی تنگ تھی، حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو آلِ فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اُس سے کہیں اچھا بدلہ دے گا۔ چنانچہ میں نے وہ زمین خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دی، آج تم اسی مسجد میں مجھے دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی روکتے ہو — لوگوں نے جواب دیا، آپ سچ فرماتے ہیں —

Scanned by CamScanner

حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے لوگو! اللہ اور دینِ اسلام کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ جیش العسرہ کا میں نے اپنے مال سے انتظام کیا تھا ــ لوگوں نے جواب دیا ہاں آپ صحیح فرماتے ہیں ــ حضرت عثمانؓ نے پھر کہا اے لوگو! میں تم کو اللہ اور دینِ اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ثبیر پہاڑ پر تھے، آپ کے ساتھ ابو بکرؓ، عمرؓ اور میں بھی تھا۔ پہاڑ حرکت کرنے لگا، یہاں تک کہ پتھر نیچے گرنے لگے۔ حضورؐ نے پہاڑ کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا ثبیر رک جا! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں ــ لوگوں نے جواب دیا ''ہاں ہم جانتے ہیں'' حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ اکبر، ربِ کعبہ کی قسم میں شہید ہوں یہی جملہ حضرت عثمان نے تین مرتبہ دہرایا۔

حضرت عثمانؓ کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی جان دیدی مگر مسلمانوں میں تلوار نہیں چلنے دی۔ مظلومانہ شہید ہو گئے مگر باغیوں سے قتال نہ کیا۔ یہ معمولی بات نہیں۔ بہت دل گردے کا کام ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

یہاں تو عمر گزری ہے اسی موج و تلاطم میں
وہ کوئی اور ہوں گے سیرِ ساحل دیکھنے والے

اصغر گونڈوی

Scanned by CamScanner

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّمَنْ وَّالَاہُ اَمَّا بَعْدُ۔

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق پر لبیک کہنے والے سابقین اولین میں مردوں میں حضرت ابوبکرؓ تھے، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، غلاموں میں حضرت زیدؓ، باندیوں میں حضرت ام ایمنؓ اور بچوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے، امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت ابوطالب کے بیٹے تھے۔ ابوطالب کی وفات کے بعد حضورؐ کی تربیت میں رہے حضورؐ نے انھیں مثل اولاد اپنے پاس رکھا، مستقل طور پر ان کی پرورش و پرداخت کی اور بڑے ہونے پر اپنی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے شادی کردی۔ حضرت فاطمہؓ سے نکاح کے لئے بڑے بڑے صحابۂ کرامؓ کے پیغام آئے۔ مگر حضورؐ نے کسی سے ان کی شادی نہ کی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہی اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

ہجرت کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر اپنی چادر اڑھا کر حضرت علی کو ہی لٹایا تھا۔ کفار مکہ کی جو امانتیں حضورؐ کے پاس تھیں۔ وہ بھی حضرت علیؓ کو دیدیں کہ امانت والوں کی امانتیں دے کر مدینہ منورہ آجائیں۔ چنانچہ لوگوں

Scanned by CamScanner

کی امانتیں واپس کر کے حضرت علیؓ بہت جلد مدینہ منورہ پہونچ گئے۔ صحابہ کرامؓ میں جو لوگ اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ اور اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے، ان میں حضرت علیؓ کو بہت نمایاں مقام حاصل تھا۔ شجاعت و بہادری اور جفاکشی و پامردی میں آپ کا جواب نہ تھا۔ قوتِ فیصلہ اور صلاحیتِ قضا میں بھی آپ کی نظیر نہ تھی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلافت راشدہ کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی اور آپ نے اسے بحسن و خوبی نباہا۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر جب مسلسل محاصرہ کے باوجود فتح نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہی امید کرتا تھا کہ جھنڈا اسے دیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اُن کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا انھیں بلاؤ۔ حضرت علیؓ بلائے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگا دیا فوراً تکلیف دور ہو گئی اور حضرت علیؓ اچھے ہو گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جھنڈا حضرت علیؓ کو دیدیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی سرکردگی میں اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کرا دیا۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشیں بنایا، خود غزوہ میں تشریف لے گئے اور حضرت علیؓ کو مدینہ میں ہی چھوڑ گئے۔ اور حضرت علیؓ کی تمنا تھی کہ وہ بھی حضورؐ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا

أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ   تم میری طرف سے اس مرتبہ پر ہو جس مرتبہ

مُوسیٰ اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ پر ہارونؑ موسیٰؑ کی طرف سے تھے، مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لینے کے لئے جانے لگے تو اپنی غیبوبت کی مدت میں حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشیں بنا کر گئے، اسی طرح میں اپنی غیر موجودگی کی مدت میں مدینہ منورہ میں تم کو اپنا جانشیں بنا کر جا رہا ہوں لیکن فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے جانشیں حضرت ہارونؑ نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ہجرت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجر و انصار صحابہ کرامؓ کے درمیان رشتۂ مواخات کا قائم کیا تو حضرت علیؓ حضورؐ کے پاس تشریف لائے آنکھوں سے آنسو جاری تھے، انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اٰخَیْتَ بَیْنَ اَصْحَابِکَ وَلَمْ تُوَاخِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَحَدٍ (آپؐ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات قائم کردی لیکن میرے اور کسی کے درمیان مواخات نہیں قائم کی) حضورؐ نے فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی) یعنی میرے اور تمہارے درمیان رشتۂ مواخات ہے۔

ترمذی کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بیشک علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں اور وہ ہر مومن کے دوست ہیں۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ علیؓ سے محبت وہی رکھے گا جو مومن ہوگا اور علیؓ سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہوگا۔

بزرگو اور دوستو! یہ بات ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ و

Scanned by CamScanner

وجہہٗ کی ذات کو لے کر کلمہ گویانِ اسلام میں دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک روافض، دوسرے خوارج، دونوں گمراہ فرقے ہیں۔ ایک حضرت علیؓ کی محبت میں گمراہ ہو گیا یعنی روافض اور دوسرا حضرت علیؓ سے بغض رکھنے میں یعنی خوارج۔ اعتدال کی راہ دونوں کے بین بین ہے جسے اہلِ سنت وجماعت نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ نہ حضرت علیؓ کی محبت میں اس حد تک پہونچیں کہ انھیں اُن کے مرتبہ سے بڑھا دیں، نہ عداوت میں ان کے درجے کو گھٹا دیں۔ بلکہ احادیث نبویہ اور اقوال سلف سے حضرت علیؓ کا جو رتبہ ظاہر ہوتا ہے اسی کے مطابق حضرت علیؓ سے احترام ومحبت رکھیں۔ یہی درمیانی راہ ہے۔ یہی اعتدال کی روش ہے، اسی میں فلاح وکامرانی اور راستی وحق پرستی ہے۔

حضرت علیؓ کے معاملہ میں ان دونوں فرقوں کے گمراہ ہونے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے بہت پہلے دیدی تھی۔ جیسے امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور حضرت علیؓ سے ہی مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَىٰ أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّىٰ بَهَتُوا أُمَّهُ وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَتْ لَهُ ثُمَّ قَالَ يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَآنِي أَنْ يَبْهَتَنِي۔

(مسند احمد)

اے علیؓ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰؑ کی ہے، یہود نے اُن سے بغض رکھا یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا۔ اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ اُن کو اُس درجے پر پہونچا دیا جس پر وہ نہ تھے، پھر حضرت علیؓ نے فرمایا میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے ایک محبت میں غلو کرنے والا جو میری ایسی تعریف کرے گا جو مجھ میں نہیں ہے اور دوسرا بغض رکھنے والا کہ میری عداوت اسے مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کرے گی۔

Scanned by CamScanner

روافض حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کا شکار ہیں، یہاں تک کہ روافض کے ایک فرقے نے حضرت علیؓ کو خدا مان لیا، جو فرقہ کم سے کم غلو کرنے والا ہے وہ بھی حضرت علیؓ کو صفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل قرار دیتا ہے یعنی اثنا عشری فرقہ۔

اور خوارج عداوت علیؓ میں یوں گمراہ ہوئے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کے ایمان کا ہی انکار کر دیا۔

بہر حال سب سے صحیح شاہراہ وہی ہے جو اہل سنت کی ہے، وہی امت کا سوادِ اعظم ہیں۔ انھیں کا طریقہ معتدل بینَ الافراط والتفریط ہے، وہی ہدایت یافتہ ہیں، وہی راہِ حق پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں کر دے۔ (آمین یارب العالمین)

مصیبت کا بھی ایک مقصد ہے دنیائے حوادث میں
کہ اک ٹھوکر لگے، اور آدمی ہشیار ہو جائے

ماہر القادری

Scanned by CamScanner

واقعۂ معراج

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُولِ اللّٰہِ اَمَّا بَعدُ!
فَقَد قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِی القُراٰنِ المَجِیدِ وَالفُرقَانِ الحَمِیدِ ہ اَعُوذُ
بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ ہ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ہ سُبحٰنَ
الَّذِیٓ اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَی
الَّذِی بٰرَکنَا حَولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِن اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ ہ
صَدَقَ اللّٰہُ مَولٰنَا العَظِیمِ

محترم بزرگو اور دوستو!

سورۂ بنی اسرائیل کی جو آیتِ کریمہ میں نے ابھی ابھی آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی، جس کو ہماری برکت نے گھیر رکھا ہے۔ تاکہ اس کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلائیں، بے شک وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

بزرگو اور دوستو! اس آیت کریمہ میں حضورؐ کی معراج کا ذکر ہے۔
واقعۂ معراج اس وقت پیش آیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے سفر سے ناکام و مایوس واپس آگئے تھے۔

Scanned by CamScanner

طائف والوں نے آپؐ کے ساتھ جو سلوک کیا تھا، آپؐ کو اس کا بہت صدمہ تھا، واقعۂ معراج انھیں صدموں اور زخموں کو مندمل کرنے کی ایک تدبیر تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اپنے پاس بلا کر یہ بتایا ہے کہ کفر و شرک میں بھٹکنے والے یہ بدبخت انسان خواہ آپ کے مرتبہ کو پہچانیں یا نہ پہچانیں، آپ کی اطاعت کریں یا نہ کریں، ہمارے نزدیک آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عجیب وغریب اور حیرتناک طریقے سے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا، پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ جنت اور دوزخ کو دکھایا گیا اور بہت سے عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ کرایا گیا۔

واقعۂ معراج خواہ عقلی اعتبار سے کتنا ہی عجیب کیوں نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت و طاقت کے آگے کوئی عجیب نہیں ہے۔ جب دنیا بھر کے تیز رفتار ہوائی جہاز اور راکٹ انسان نے ایجاد کر رکھے ہیں تو انسان کے خالق کے لئے کون سی تعجب کی بات ہے کہ وہ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شب میں اتنی لمبی مسافت طے کرا دے۔ زمین یا سورج چوبیس گھنٹے میں کتنی مسافت طے کر لیتے ہیں روشنی کی شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہونچتی ہے، بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے۔ جس خدا نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں وہ قادرِ مطلق اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بُراق کو برق رفتار کیوں نہیں بنا سکتا، اور راتوں رات ملکوت السمٰوٰت والارض کی سیر کرا کے واپس کیوں نہیں لا سکتا۔

تقریباً تیس۳۰ صحابہ کرامؓ نے واقعۂ معراج کی روایت بیان کی ہے۔ روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانیؓ کے گھر تھے، وہیں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور حضورؐ کو لے کر مقام حطیم گئے۔ وہاں انھوں نے حضورؐ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا، پھر قلبِ مبارک کو زمزم سے دھویا

Scanned by CamScanner

اور ایک سونے کا طشت لائے جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا وہ سب سینۂ مبارک میں ڈال دیا، پھر براق حاضر کیا جو ایک سفید رنگ کا جانور تھا۔ طول و عرض میں گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ منتہائے نگاہ پر اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ حضورؐ اس پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ تشریف لائے، یہاں تمام انبیاء کرامؑ منتظر موجود تھے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں سارے انبیاء کرامؑ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام دو پیالے لے کر آئے جن میں سے ایک میں دودھ تھا، دوسرے میں شراب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ والا پیالہ لے لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت جبریلؑ نے فرمایا اِخْتَرْتَ الْفِطْرَۃَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فطرتِ سلیمہ کو اختیار کیا) پھر حضرت جبریلؑ آپ کو لے کر آسمان کی طرف چلے، سب سے پہلے آسمانِ دنیا یعنی پہلا آسمان آیا۔ حضرت جبریلؑ نے آسمان کا دروازہ کھلوایا۔ آسمان کے خازن نے دریافت کیا، کون ہے؟ حضرت جبریلؑ نے اپنا نام بتایا، پھر سوال کیا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت جبریلؑ نے فرمایا مَعِیَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) خازن نے پوچھا کیا حضورؐ کو یہاں بلوایا گیا ہے، حضرت جبریلؑ نے جواب دیا ہاں انھیں بلوایا گیا ہے۔ خازن نے یہ کہتے ہوئے آسمان کا دروازہ کھول دیا مَرْحَبًا بِہٖ فَنِعْمَ الْمَجِیُٔ جَآءَ (مرحبا خوش آمدید آپ کا آنا مبارک ہو) حضورؐ آسمان کے اوپر پہونچے، یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ وہاں سے آگے بڑھے۔ دوسرے آسمان پر پہونچے، پھر تیسرے، پھر چوتھے، پھر پانچویں، پھر چھٹے اور آخر میں ساتویں آسمان پر پہونچے، ہر آسمان پر اسی طرح کے سوالات و جوابات ہوتے رہے جو پہلے آسمان پر ہوئے تھے اور ہر آسمان پر کسی نہ کسی نبی سے ملاقات ہوتی رہی، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ

حضرت یحییٰ ؑ، حضرت ادریس ؑ، حضرت ہارون ؑ، غرضیکہ بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سب نے حضورؐ کو خوش آمدید کہا اور آنے پر مبارکباد پیش کی۔ ساتویں آسمان کے بعد مقام سِدْرَۃُ الْمُنْتَہیٰ آیا، یہ ایک بیر کا درخت ہے اس کے پھل مٹکے کے برابر تھے اور پتے ہاتھی کے کان کے برابر۔ یہیں سے حضورؐ نے بیتِ معمور بھی دیکھا۔ بیت معمور وہ مقدس مقام ہے کہ جس میں روزانہ ستّر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں اور جو فرشتہ ایک مرتبہ بیت معمور میں داخل ہوگیا اسے دوبارہ داخل ہونے کا قیامت تک موقع نہیں ملتا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی اوپر گئے اور اتنے مقامِ قربت میں پہونچے کہ حضورؐ فرماتے ہیں اَسْمَعُ فِیْہِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ (میں وہاں قلموں کے چلنے کی آواز سنتا تھا)

حضورؐ نے معراج میں جنت ودوزخ کو بھی دیکھا اور بے شمار عجائباتِ خداوندی کا مشاہدہ کیا۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورؐ کو معراج میں بلاکر تین تحفے عطا فرمائے (۱) پانچ وقت کی نمازیں (۲) سورۂ بقرہ کا آخری رکوع (۳) شرک کے علاوہ ہر گناہ کی بخشش کا وعدہ۔

یہ نماز جو ہم اور آپ دن ورات میں صرف پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں! کیا آپ کو معلوم ہے کہ معراج کی رات سب سے پہلے کتنے وقت کی نمازیں فرض ہوئی تھیں۔؟

میرے دوستو! پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوتی تھیں اور حضورؐ یہ تحفہ لے کر واپس آرہے تھے، جب آپ کا گذر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا تو حضرت موسیٰ ؑ نے دریافت فرمایا بِمَا اُمِرْتَ (آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟) حضورؐ نے فرمایا بِخَمْسِیْنَ صَلوٰۃً کُلَّ یَوْمٍ (ہر دن میں پچاس وقت

کی نمازیں) حضرت موسیٰؑ نے فرمایا

إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسِينَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي وَاللّٰهِ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ

آپ کی امت ہر دن پچاس وقت کی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی خدا کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں۔ آپ باری تعالیٰ کے پاس دوبارہ تشریف لے جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے کہنے پر حضور واپس گئے اور باری تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کی۔ چنانچہ دس نمازیں کم ہوئیں اور چالیس باقی رہ گئیں، لیکن حضرت موسیٰؑ نے حضورؐ کو پھر واپس بھیجا۔ یہی کئی بار ہوا، نمازوں میں تخفیف ہوتی رہی یہاں تک کہ پانچ وقت کی نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر واپس بھیجنا چاہا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سَأَلْتُ رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّي أَرْضٰى وَأُسَلِّمُ

(متفق علیہ)

میں نے اللہ سے (بار بار) تخفیف کا سوال کیا اب مجھے سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے، میں اسی پر راضی ہوں اور اسی حکم کے آگے سر جھکاتا ہوں۔

بہرحال اس طرح پچاس وقت کی نمازیں کم ہوتے ہوتے پانچ وقت کی ہوگئیں مگر امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا بے پایاں لطف و کرم دیکھئے کہ نمازیں پانچ وقت کی ہوگئیں مگر ان پانچ وقت کی نمازوں پر ثواب پچاس وقت کی نمازوں کا ملے گا۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے

هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ

یہ ادائیگی میں پانچ وقت کی نمازیں ہیں مگر ثواب میں پچاس وقت کی ہیں۔

Scanned by CamScanner

بزرگو اور دوستو! جب آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے تشریف لائے اور آپ نے آکر لوگوں کو بتایا کہ میں آج راتوں رات فلاں فلاں مقام پر ہو آیا ہوں اور یہ یہ واقعات پیش آتے ہیں تو اہل ایمان نے فوراً اس کی تصدیق کی، ان میں بھی سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضؓ نے تصدیق کی اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ! آپ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔ میں اس کی صداقت پر ایمان رکھتا ہوں، مگر کفار مکہ نے حضورؐ کو جھٹلایا اور آپؐ کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ امتحان کی غرض سے کہنے لگے کہ اگر آپ بیت المقدس ہو آتے ہیں تو ذرا بیت المقدس کی فلاں فلاں چیزوں کے بارے میں بتا دیجئے کہ وہ کہاں ہیں اور کتنی ہیں، ستون کتنے ہیں کڑیاں اور دروازے کتنے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس اس لئے تشریف لے گئے تھے کہ وہاں کے ستون اور کڑیاں شمار کریں؟ کیا آپ جس مکان میں رہتے ہیں اس کی کڑیوں کی تعداد بتا سکتے ہیں؟ کیا آپ جس مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں اس کی تراش خراش، اس کے کونے اور اس میں بنی ہوئی پھول پتیوں کی تعداد بتا سکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ حالانکہ آپ انھیں زندگی میں نہ جانے کتنی بار دیکھ چکے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ نہیں بتا سکتے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ان چیزوں کو شمار کرنے کی طرف کبھی کسی کی توجہ نہیں ہوتی اور یہ کوئی شمار کرنے اور تعداد یاد رکھنے کی چیز بھی نہیں ہے۔

پھر بھلا بتلائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنھوں نے بس ذرا ہی دیر بیت المقدس کو دیکھا تھا وہ ان چیزوں کو کیسے شمار کر سکتے تھے اور کیسے بتا دیتے چنانچہ کفار و مشرکین کے سوالات سے حضورؐ کو بے حد پریشانی ہوئی۔ حدیث میں آتا ہے کہ فَکُرِبْتُ کَرْبًا مَّا کُرِبْتُ مِثْلَہٗ، لیکن حضورؐ کی یہ مشکل اللہ

Scanned by CamScanner

نے آسان کردی۔ درمیان سے حجابات اٹھا دیئے، بیت المقدس سامنے نظر آنے لگا۔ اب وہ جو سوال بھی کرتے حضورؐ اس کا فوراً جواب دیتے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ مَا يَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْئٍ اِلَّا اَنْبَأْتُهُمْ۔

آخر کفار کو منھ کی کھانی پڑی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے معراج میں بلا کر حضورؐ کا اعزاز واکرام فرمایا اسی طرح معراج سے واپس آنے پر بھی کفار مکہ کے سوالات کا جواب دلا کر بتا دیا کہ محمد عربیؐ ایک سچے رسول ہیں اور رسولِ برحق کو دنیا کی کوئی طاقت نیچا نہیں دکھا سکتی۔

سرکش و مغرور کے سر کو جھکا سکتا ہوں میں
ظلم واستبداد کی بنیاد ڈھا سکتا ہوں میں
نورِ ایماں سے مٹا سکتا ہوں تاریکی کا دھر
دوزخِ نمرود کو جنت بنا سکتا ہوں میں
آسماں تک اڑنے والے مجھ کو ذلت سے نہ دیکھ
یہ فلک کیا ماورائے عرش جا سکتا ہوں میں
کیا جلائیں گی بھلا میرا نشیمن بجلیاں
خرمنِ بجلی پہ بھی بجلی گرا سکتا ہوں میں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے گہر سے نہ صدف سے

Scanned by CamScanner

شبِ قدر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَبْدَعَ الْاَفْلَاکَ وَالْاَرَضِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ہ وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ہ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَہْرٍ ہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْہَا بِاِذْنِ رَبِّہِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ہ

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰینَا الْعَظِیْمِ

حاضرینِ جلسہ، بزرگو اور دوستو!

میں نے آج "شب قدر" کی مناسبت سے آپ حضرات کے سامنے سورۃ لیلۃُ القدر تلاوت کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ "ہم نے قرآن کو بزرگی والی رات (شب قدر) میں آتارا ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ بزرگی والی رات کیا ہے، یہ بزرگی والی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اُترتے ہیں۔ یہ رات سراپا سلامتی ہے اور طلوع صبح صادق تک رہتی ہے۔"

سورۃ دخان میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ (ہم نے قرآن کو ایک مبارک رات میں اتارا ہے) حضرت انس

رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور جس بندے کو بھی کھڑے، بیٹھے ذکر اللہ میں مشغول دیکھتے ہیں اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے

مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَاناً وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ شب قدر میں (نفلی) نمازیں پڑھیگا۔ اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے مَنْ حُرِمَ خَیْرَھَا فَقَدْ حُرِمَ (جو شب قدر کی بھلائی سے محروم رہا وہ بہت بڑی بھلائی سے محروم رہا)

شب قدر کب ہوتی ہے، اس کے متعلق کوئی متعینہ تاریخ یقین کے ساتھ نہیں بتائی جاسکتی۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو شب قدر کے بارے میں بتانے کے لئے نکلے، پس دو مسلمان اُسی کے متعلق آپس میں جھگڑا کرنے لگے حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں تم لوگوں کو شب قدر کے متعلق بتانے کے لئے نکلا تھا مگر چونکہ فلاں فلاں جھگڑا کرنے لگے، اس لئے اس کا تعین اٹھا لیا گیا۔ اب متعینہ طور پر نہیں بتائی جاسکتی کہ کس ماہ کی کس تاریخ کو شب قدر ہوتی ہے۔ البتہ شب قدر کو تلاش کرنے کا حکم ہے تاکہ اسی بہانے سے زیادہ سے زیادہ راتوں میں عبادت ہو سکے، اور بندہ زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب کا مستحق بن سکے۔ زیادہ تر روایات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ شبِ قدر رمضان المبارک کی کسی رات میں ہوتی ہے۔ اور رمضان المبارک میں بھی آخری عشرہ میں، اور آخری عشرہ کی طاق راتوں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ ویں شب میں شب قدر کا زیادہ امکان ہوتا ہے، بلکہ ان طاق راتوں

Scanned by CamScanner

میں بھی ستائیسویں رات کو سب سے زیادہ شب قدر کا احتمال و امکان ہے۔
چونکہ شب قدر کا زیادہ احتمال رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی کسی رات میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عبادات میں اس قدر جد و جہد کرتے کہ اتنی دوسرے عشروں میں نہ کرتے تھے۔

دوسری روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں عبادات کے لئے کمربستہ ہو جاتے تھے، رات رات بھر جاگتے، نماز و ذکر میں مشغول رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے کہ وہ بھی زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہوں۔

محترم بزرگو اور دوستو! شب قدر کی بہت اہمیت ہے۔ کسی رات کی اتنی زیادہ فضیلت قرآن و حدیث میں بالصراحت نہیں بیان کی گئی جتنی اس رات کی بیان کی گئی ہے۔ مگر افسوس کہ ہم مسلمان شب قدر کی تلاش و جستجو میں کوشش نہیں کرتے، جن راتوں میں شب قدر کے ہونے کا امکان بتایا گیا ان راتوں میں بھی عبادات کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کرتے حالانکہ ہم کو کم از کم تمام ممکنہ راتوں میں عبادات کا خوب اہتمام کرنا چاہیئے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کرسکیں اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عطایا و بخششوں سے مالا مال ہو سکیں۔ خدا ہم سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

علامہ اقبال

شب برأت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِیَدِہٖ تَصْرِیْفُ الْاَحْوَالِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْھَادِیْنَ اِلٰی مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ۔ اَمَّا بَعْدُ

محترم بزرگو اور دوستو!

ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ شب برات، شعبان المعظم کی پندرہویں شب کا نام ہے۔ یہ رات بہت بزرگی اور برکت والی رات ہے مگر اس سے پہلے کہ میں آپ حضرات کے سامنے اس رات کے فضائل و برکات کا ذکر کروں، یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ رات جس ماہ میں آتی ہے یعنی شعبان المعظم، خود اس ماہ کی بھی بہت فضیلت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شَعْبَانُ شَھْرِیْ وَرَمَضَانُ شَھْرُ اللّٰہِ (شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ

مَارَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے شعبان اور رمضان کے کبھی دو مہینے لگاتار روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ ماہ شعبان میں ہی روزہ رکھتے تھے کبھی تو پورے شعبان کا روزہ رکھتے، کبھی شعبان کے کچھ دنوں میں روزہ رکھتے،

Scanned by CamScanner

ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت پسند تھی کہ شعبان کے روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ملا دیں۔ یعنی رمضان المبارک کی طرح شعبان میں بھی لگاتار پورے ماہ روزہ رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں ہی رمضان کی تیاری شروع کر دیتے تھے۔ شعبان کی تاریخوں کو یاد رکھنے کا اس قدر اہتمام کرتے کہ کسی اور ماہ میں اتنا اہتمام نہ کرتے تھے۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ شعبان کے چاند کو اچھی طرح دیکھو تاکہ رمضان المبارک کے روزوں میں کوئی فتور نہ پڑے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِن الفاظ میں دعاء مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَ — اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان میں
شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ — برکت دے اور ہم کو رمضان تک پہونچا دے،

یعنی ہماری عمروں میں اتنی برکت دے کہ ہم رجب اور شعبان کے مہینے گزار کر رمضان المبارک کے فیوض وبرکات سے بھی مالا مال ہو سکیں۔

محترم بزرگو اور دوستو! یہ تھے شعبان المعظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات، مگر اس کے ساتھ آپ حضرات کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہم لوگوں کو بھی شعبان کے مہینے میں عبادات کے اہتمام کا حکم ہے، رمضان المبارک کی تیاری کا حکم ہے، لیکن ہم کو لگاتار دو ماہ روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ یعنی ہم کو شعبان کے پورے مہینے روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے رمضان المبارک کے روزوں کے رکھنے میں ضعف ونقاہت کی وجہ سے اثر پڑ سکتا ہے، جبکہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں اور شعبان کے روزے نفلی ہیں۔ البتہ ماہ شعبان میں بکثرت روزہ رکھنے کی ہم کو بھی اجازت ہے۔

اِسی ماہ شعبان کی پندرہویں رات "شب برات" کہلاتی ہے۔ اس

رات کے بڑے فضائل و برکات ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک بار شعبان کی پندرہویں رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہ پایا میں نے تلاش کیا تو حضورؐ مدینہ منورہ کے قبرستان میں تھے۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے عائشہؓ! کیا تم یہ سمجھتی تھیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ تم پر کوئی ظلم کریں گے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اے اللہ کے رسولؐ! میں یہ سمجھی کہ آپ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا آج شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتا ہے (ترمذی)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ (کیا تم جانتی ہو کہ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟) حضرت عائشہؓ نے جواب دیا مَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (آپ ہی فرمائیں اے اللہ کے رسولؐ کہ اس میں کیا ہوتا ہے) حضورؐ نے فرمایا

فِيْهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَتُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ (بیہقی)

اسی رات میں اس سال پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے۔ اسی رات میں اس سال مرنے والے ہر آدمی کا نام لکھا جاتا ہے، اسی رات میں تمہارے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور تمہارا رزق اتارا جاتا ہے۔

حضرت عکرمہ اور مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک سورۂ دخان کی آیت کریمہ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا (اس رات ہر حکمت والا کام فیصلہ پاتا ہے ہمارے حکم سے) کا تعلق شب برات سے ہی ہے۔

روایت میں ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوق کی مغفرت

Scanned by CamScanner

فرما دیتا ہے سوائے مشرک، چغل خور، کینہ ور، ظالم، شرابی، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے اور جادوگر اور قاتل کے۔ اس رات کی فضیلت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا يَوْمَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ (ابن ماجہ)

جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اسکی رات میں نوافل پڑھو اور دن میں روزہ رکھو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ سورج ڈوبتے ہی اس رات آسمان دنیا پر تشریف لاتا ہے اور اعلان فرماتا ہے کیا کوئی بخشش کا طلبگار ہے؟ کہ میں اسکے گناہ بخشدوں کیا کوئی رزق چاہنے والا ہے کہ میں اسے روزی عطا کروں، کیا کوئی مصیبت کا گرفتار ہے؟ جسے میں عافیت عطا کروں! ایسے ہی صبح صادق تک اعلان ہوتا رہتا ہے

محترم بزرگو اور دوستو! احادیث کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شب برات کے موقع پر صرف تین کام کرنے کے ہیں ایک یہ کہ اس رات قبرستان جاکر مُردوں کے لئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کیا جائے۔ دوم یہ کہ رات میں عبادت کی جائے یعنی نوافل، ذکر و فکر اور تلاوت قرآن میں رات گزاری جائے۔ سوم یہ کہ دوسرے دن روزہ رکھا جائے۔

اِن تین کاموں کے علاوہ جو بہت سی غلط رسمیں مسلمانوں میں پھیل گئی ہیں ان کو فوراً ترک کر دینا چاہیے۔ مثلاً آتش بازی کی رسم جس میں مسلمانوں کے لاکھوں روپے ہر سال برباد ہوتے ہیں۔ یہ سراسر فضول خرچی ہے اور فضول خرچی کرنے والوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ

Scanned by CamScanner

الشَّيَاطِيْنِ (فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں)

اسی طرح ایک دوسری رسم حلوہ بنانے کی ہے خواہ پیسے ہوں یا نہ ہوں خواہ روپئے ادھار لینے پڑیں یا سامان ادھار آئے بہرحال حلوہ ضرور بننا چاہئے بھلا شب برات پر حلوہ نہ بنے گا تو کب بنے گا؟)

بزرگو اور دوستو! حلوہ تو کبھی بھی بنا کر کھایا جا سکتا ہے۔ شب برات کی کیا تخصیص ہے؟ جو لوگ شب برات کے موقع پر حلوہ بنانا ضروری سمجھتے ہیں، اور قرض، ادھار لے کر اس کا انتظام کرتے ہیں، وہ دین میں نئی بات پیدا کر رہے ہیں جسے بدعت کہتے ہیں، شب برات کے متعلق جتنی حدیثیں ہیں کسی میں بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ اس موقع پر حلوہ بھی ضرور بننا چاہئے۔ ورنہ شب برات سونی گزر جائیگی شب برات کا حق ادا نہ ہوگا۔

میرے بھائیو! اس قسم کی خرافات و بدعات سے پرہیز کیجئے۔ احادیث کریمہ میں بدعت اور بدعتی کے لئے بڑی شدید وعیدیں آئی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (جو ہمارے دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین میں نہ ہو وہ مردود ہے) دوسری حدیث میں ہے

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُھَا مِنَ السُّنَّۃِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّۃٍ خَیْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَۃٍ

کسی قوم نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی مگر اسی کے مثل اس سے سنّت اٹھالی گئی، پس کسی سنت پر عمل کرنا کوئی بدعت ایجاد کرنے سے بہت بہتر ہے۔

تیسری حدیث میں ہے

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ

جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے دین

اَعَانَ عَلیٰ ھَدْمِ الْاِسْلَامِ کی بنیاد ڈھانے میں اعانت کی ۔

حاضرین جلسہ ! اتنی سخت وعیدوں کے باوجود کیا کوئی مسلمان ایسا عمل گوارہ کرسکتا ہے، جس سے بدعت پھیلتی ہو یا بدعت و اہل بدعت کو تقویت ملتی ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔ کوئی مسلمان اسے کبھی بھی گوارہ نہیں کرسکتا تو آیئے دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس رات کے فیوض و برکات سے کماحقہ، مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائے اور ہمیں بدعات و خرافات سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

اقبال

Scanned by CamScanner

یوم عاشوراء (۱۰ر محرم الحرام)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَهَبُ الْحِکْمَةَ لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَصْرِفُهَا عَمَّنْ یَّشَاءُ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُجْتَبٰی وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ!

آج میری تقریر کا موضوع "یوم عاشورہ" ہے۔ مسلمانوں کی زندگی میں یوم عاشوراء یعنی ۱۰ر محرم الحرام کی بہت اہمیت ہے۔ اس اہمیت کی بہت سی وجہیں ہیں۔ ان میں سب سے بڑی وجہ عام مسلمان کی سمجھ کے مطابق شہادتِ حسین رض ہے۔ عام مسلمان یہی سمجھتا ہے کہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو جو اہمیت حاصل ہوتی ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ نواسۂ رسول حضرت سیدنا حسین رض رضی اللہ عنہ اس تاریخ میں مظلومانہ شہید ہوئے۔

بلکہ عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ۱۰ر محرم الحرام کی جو بھی اہمیت ہے وہ صرف شہادتِ حسین کی وجہ سے ہے، کسی اور وجہ سے نہیں۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ ۱۰ر محرم الحرام یعنی یوم عاشوراء شہادتِ حسین سے بہت پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہی اہم دن مانا گیا تھا۔ بلکہ یوم عاشوراء کی اہمیت حضورؐ کی ولادت سے پہلے سے ہے۔

یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned by CamScanner

کی احادیث سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

محرم حضرات! یومِ عاشوراء محرم الحرام کی دسویں تاریخ کا نام ہے۔ خود ماہ محرم کو اسلام میں بہت فضیلت اور بزرگی حاصل ہے۔ اس مہینہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شَھْرُ اللّٰہِ (اللہ کا مہینہ) فرمایا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے

اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ	رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل روزہ
شَھْرُ اللّٰہِ الْمُحَرَّمِ	اللہ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے۔

ہجری سن کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔ اسی مہینہ سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے۔ اس ماہ کی دس تاریخ یوم عاشوراء کہلاتی ہے، اس تاریخ کو قیامت آئے گی، یہی وہ یوم عاشورہ ہے جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَارَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ایسے دن کے
یَتَحَرّٰی صِیَامَ یَوْمٍ فَضَّلَہٗ عَلٰی	روزہ کی فکر میں جس کو دوسرے پر فضیلت دی ہو اتنا
غَیْرِہٖ اِلَّا ھٰذَا الْیَوْمَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ	زیادہ مبالغہ کرنیوالا نہیں دیکھا جتنا کہ عاشورہ کے روزہ کی فکر میں

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ صوم عاشوراء سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور یہی صوم عاشوراء ہے جو رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے پہلے مسلمانوں پر فرض تھا۔ مگر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوگئے تو عاشوراء کا روزہ نفل بن گیا جس کا جی چاہے رکھے، جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے روزہ کا
یَاْمُرُ بِصِیَامِ عَاشُوْرَاءَ وَیَحُثُّنَا	حکم دیتے تھے اور ہم کو اس پر ابھارتے تھے اور وہ
عَلَیْہِ وَیَتَعَاھَدُنَا عِنْدَہٗ فَلَمَّا	تاریخ آنے پر ہم کو دھیان دلاتے تھے پس جب رمضان المبار

Scanned by CamScanner

فُرِضَ رَمَضَانَ لَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا کا روزہ فرض ہو گیا تو حضورؐ نے نہ ہمیں حکم دیا نہ ہمیں
وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهٗ (مسلم) ابھارا اور نہ اس کے آنے پر ہمیں دھیان دلایا۔

یعنی چونکہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشوراء کا فرض روزہ نفل بن گیا تھا اس لئے حضورؐ نے صوم عاشوراء کا نہ حکم دیا اور نہ اس کی ترغیب دی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ ۱۰ محرم الحرام کو روزہ رکھتے ہیں، حضورؐ نے ان سے پوچھا

مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهٗ یہ کیسا دن ہے کہ تم اس میں روزہ رکھتے ہو؟

یہودیوں نے جواب دیا

هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ

یہ بہت عظیم دن ہے اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی اور فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کو غرق کر دیا پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کا روزہ رکھا لہذا ہم لوگ بھی انھیں کی اتباع میں اس تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ (بخاری و مسلم)

ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں کہ حضرت موسیٰ کی موافقت میں عاشوراء کا روزہ رکھیں۔

چنانچہ حضورؐ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ یوم عاشورہ کا روزہ یہود کے علاوہ نصاریٰ بھی رکھتے تھے۔ یہ دونوں فرقے صرف ۱۰ محرم کو

ہی روزہ رکھتے تھے لہذا حضورؐ نے ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا لَئِنْ بَقِيْتُ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ (اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو ۹ محرم کو بھی روزہ رکھوں گا) اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ عاشورا کا روزہ رکھیں وہ صرف دس تاریخ کو نہ رکھیں بلکہ نو، دس یا دس، گیارہ دو دن لگاتار رکھیں تاکہ یہود و نصاریٰ کی مشابہت نہ ہونے پائے۔

محترم سامعین کرام! میں نے آپ حضرات کے سامنے جو احادیث کریمہ پیش کی ہیں کیا اُن سے یہ حقیقت واضح نہیں ہوتی کہ یوم عاشورا کی اہمیت و فضیلت شہادت حسین سے بہت پہلے سے ہے۔ غور کیجئے! دس محرم الحرام کو حضرت حسینؓ کے واقعہ شہادت پیش آنے سے پہلے ہی حضورؐ کے زمانہ میں خود حضورؐ اور صحابہ کرامؓ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضورؐ سے بھی بہت پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا اور پہلے ہی سے یہود و نصاریٰ اس تاریخ کو روزہ رکھتے آئے تھے۔

گویا عام مسلمانوں کا یہ سمجھنا کہ ۱۰ محرم الحرام کو جو بھی اہمیت و فضیلت حاصل ہے وہ صرف حضرت حسین کی شہادت کی وجہ سے ہے، صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس دن کی اہمیت اس واقعہ سے بھی پہلے سے ہے۔ البتہ اتفاق سے حضرت حسین کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ بھی اسی تاریخ کو پیش آگیا۔ لہٰذا اس کی وجہ سے مسلمانوں میں اس تاریخ کو اور بھی زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

چونکہ عام مسلمان اس تاریخ کی اہمیت کو اسی واقعہ سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس پس منظر میں بھی کچھ باتیں عرض کر دوں۔

حاضرین کرام! بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت حسینؓ کے واقعہ شہادت کی وجہ سے صرف محرم کی دس تاریخ ہی نہیں بلکہ محرم کا پورا مہینہ غم کا مہینہ سمجھا

Scanned by CamScanner

جانے لگا ہے، لوگ نہ اس میں شادی بیاہ کرتے ہیں نہ کوئی اور خوشی کا کام کرتے ہیں، حالانکہ نہ محرم، غم کا مہینہ ہے، نہ محرم کی دس تاریخ، غم کی تاریخ ــــ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ محرم کا مہینہ، غم کا مہینہ اور محرم کی دس تاریخ، غم کی تاریخ کیوں ہے؟ کیا اس وجہ سے کہ اسی مہینے کی دس تاریخ کو نواسۂ رسول کریم سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا میں شہید کر دیئے گئے؟ اگر یہی وجہ ہے اور بلا شبہ لوگوں کے خیال کے مطابق یہی وجہ ہے تو میں زور دے کر کہتا ہوں کہ اس واقعہ کی وجہ سے نہ محرم کو غم کا مہینہ کہا جا سکتا ہے نہ محرم کی دس تاریخ کو غم کی تاریخ۔

راہ حق میں شہادت مومن کے لئے غم کی بات نہیں۔ بلکہ خوشی کا سودا ہے شہادت تو مومن کا عین مطلوب ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

شہادت تو وہ چیز ہے جس کی تمنا حضورؐ نے کی تھی، فرمانِ رسالت ہے

لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ

میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں

شہادت تو وہ چیز ہے جس کی دعا خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے یوں مانگی تھی

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ

اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت دے

شہادت تو وہ چیز ہے کہ جب خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر

Scanned by CamScanner

قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ گرے تو زبان مبارک پر یہ کلمات تھے۔

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

سوچئے اور غور کیجئے! کیا اتنی عظیم شے جس کی تمنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس کی دعا مانگی ہو اور جس کے حاصل ہونے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے آپ کو کامیاب قرار دیا ہو۔ کیا وہ بھی غم کی چیز ہو سکتی ہے۔ کیا اس کی وجہ سے کوئی دن، کوئی تاریخ اور کوئی مہینہ، غم کا دن، غم کی تاریخ یا غم کا مہینہ بن سکتا ہے ؟! نہیں، ہرگز نہیں۔

اگر شہادت ہی کی وجہ سے کوئی تاریخ غم کی تاریخ یا کوئی مہینہ غم کا مہینہ بن جاتا ہو تو پھر یکم محرم کو غم کی تاریخ کیوں نہ کہا جائے کہ اسی تاریخ کو خلیفۂ دوم امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا ہے اسی طرح ماہ ذی الحجہ اور اسی ماہ کی اٹھارہ ۱۸ تاریخ کو غم کا مہینہ اور غم کی تاریخ کیوں نہ قرار دیا جائے کہ خلیفۂ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان ذی النورین ماہ ذی الحجہ کی اٹھارہ ۱۸ تاریخ کو ہی شہید ہوئے ہیں۔ اور شوال کو بھی غم کا مہینہ کیوں نہ کہا جائے کہ اسی ماہ میں حضورؐ کے سگے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دردناک واقعہ پیش آیا اور ان کی نعش کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا کہ اسے دیکھ کر حضورؐ بے چین ہو اٹھے اور فرمایا عَمِّیْ سَیِّدُ الشُّهَدَاءِ (میرے چچا شہیدوں کے سردار ہیں)

یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ اسلام کی تاریخ میں کون سا مہینہ اور کون سی تاریخ اور کون سا دن ایسا ہوگا جس میں کسی نہ کسی عظیم اسلامی شخصیت کی شہادت نہ ہوئی ہو۔ اسلام کی تاریخ تو کفن بردوش مجاہدوں، شہادت کے متوالوں اور سرفروشوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔

Scanned by CamScanner

سوچئے کیا ربیع الاول غم کا مہینہ نہیں ہے؟ کہ اسی ماہ کی بارہ تاریخ کو آقا و مولیٰ فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثۂ عظمیٰ پیش آیا، کیا حضورؐ کی وفات کا واقعہ کسی شہید کی شہادت کے واقعہ سے کم غم کی بات ہے؟

پھر آخر کس کس کا غم منائیے گا۔ کس کس ماہ و تاریخ کو غم کا مہینہ اور غم کی تاریخ کہیے گا۔ اور کس کس ماہ و تاریخ میں خوشی کے کام شادی بیاہ موقوف کر دیجیے گا۔ اگر مسلمان اسی طرح غم مناتا رہے اور شہادت و وفات کی تاریخوں کو غم کی تاریخ قرار دیتا رہے تو پھر مسلمان کے لئے خوشی کا نام لینا بھی حرام ہو جائے گا۔ اُسے کوئی مہینہ کوئی تاریخ اور کوئی دن خوشی منانے کے لئے خالی نہ ملے گا۔ گویا مسلمان کی ساری زندگی غم ہی غم ہو کر رہ جائے گی جہاں خوشی کا کوئی گزر نہ ہوگا۔

محترم بزرگو اور دوستو! حقیقت یہ ہے کہ شہادت خواہ کسی کی ہو، غم کی بات ہی نہیں کہ اس کی وجہ سے کسی مہینے یا کسی تاریخ کو غم کا مہینہ اور غم کی تاریخ بنا کر خوشی کا ہر کام روک دیا جائے، اسی طرح ماہ محرم یا محرم کی دس تاریخ کو بھی غم کا مہینہ اور غم کی تاریخ کہنا اور شادی بیاہ کو موقوف کر دینا غلطی اور نادانی ہے یہ ہماری اپنی بنائی ہوئی چیز ہے۔ اسلامی تعلیمات سے اس کا کوئی تعلق اور جوڑ نہیں ہے۔

بعض نادان غم حسینؓ میں تعزیہ بناتے ہیں، ماتم و نوحہ خوانی اور طرح طرح کی خرافات کرتے ہیں۔ بھلا اسلام میں اس قسم کی چیزوں کی گنجائش کہاں سے نکل سکتی ہے۔ اسلام انسانوں کو دنیا کے جھمیلوں اور رسموں سے نکال کر سادگی پسند بنانے آیا تھا نہ کہ اس قسم کی خرافات میں مبتلا کرنے، غم حسینؓ کے نام پر جو کچھ کیا جاتا ہے اس کی اجازت اور اس کا ثبوت نہ اہل سنت کی کتابوں سے ملتا ہے نہ اہل تشیع سے۔ اہل سنت کے تمام فرقے تعزیہ داری کے حرام و بدعت ہونے کے

قائل ہیں۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ خود شیعی کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے صبر وضبط اور علم و بردباری کی تلقین کی تھی اور نالہ و فریاد اور آہ و بکا سے منع فرمایا تھا۔ بقول ایک مرثیہ نگار، حضرت حسینؓ نے حضرت زینبؓ سے فرمایا تھا

ماتم میں مرے چاک گریبان نہ کرنا
گردوں کے تلے بال پریشان نہ کرنا

جب حضرت زینبؓ نے اس وصیت پر عمل نہ کیا تو حضرت حسینؓ نے فرمایا

اس بین سے کچھ ہوش میں آئے شۂ تنہا
پھر دیکھا جو زینب کو تو گھبرا گئے مولیٰ
چپکے سے یہ فرمایا کہ اے ثانیٔ زہرا
سر ننگے چلی آئیں یہاں تم، یہ کیا، کیا؟
بربادیٔ عزت و حرمت ہوئی زینب
مرتے ہوئے اعدا سے خجالت ہوئی زینب

ان تمام لوگوں کو جو غم حسینؓ میں تعزیہ داری اور ماتم و نوحہ خوانی کرتے ہیں سوچنا چاہئے کہ وہ حضرت حسینؓ کی رضا کا سبب بن رہے ہیں یا خجالت کا۔

حضرت حسینؓ راہِ حق میں شہید ہوتے تھے۔ شہیدوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (بقرہ)	جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کردیئے جاتے ہیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم سمجھتے نہیں۔

دوسری جگہ سورہ آل عمران میں ہے۔

Scanned by CamScanner

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔ ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے گئے، انھیں مردہ نہ سمجھو، وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ شہید اپنے پروردگار کے مقرب بھی ہوتے ہیں اور انھیں پروردگار کے پاس رزق بھی ملتا ہے، لہٰذا وہ زندہ ہیں۔ انھیں مردہ نہ گمان کرو۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہیدوں کے زندہ ہونے اور رزق دیئے جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم نے اس آیت کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی تھی، حضورؐ نے فرمایا تھا کہ شہیدوں کے زندہ ہونے اور رزق دیئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہیں، ان کے لئے قندیلیں ہیں جو عرش سے لٹکی ہوئی ہیں وہ پرندے جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں، پھر انھیں قندیلوں میں واپس آجاتے ہیں، ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان پر نظر ڈالی اور فرمایا هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا (کیا تم کچھ چاہتے ہو؟) انھوں نے جواب دیا۔ ہم کیا چاہیں گے؟ جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہی سوال اُن سے تین مرتبہ کیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہی سوال بار بار ہو رہا ہے تو انھوں نے عرض کیا يَا رَبِّ نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِيْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى (اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو دوبارہ ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل کئے جائیں)

Scanned by CamScanner

ظاہر ہے کہ یہ تمنا پوری ہونے کا سوال ہی نہیں تھا کیونکہ جو دنیا سے چلا گیا اسے دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے، لہٰذا باری تعالیٰ نے اُنھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنت میں جانے کے بعد کوئی شخص دنیا میں لوٹنے کی تمنا نہ کرے گا مگر شہید کو شہادت کی وجہ سے جنت میں جو اعزاز و اکرام ملے گا اس کی بنا پر وہ تمنا کرے گا کہ وہ شہید ہونے کے بعد بار بار دنیا میں بھیجا جائے اور بار بار جامِ شہادت نوش کرے۔

یہ ہے شہیدوں کا اعزاز و اکرام اور یہ ہے شہیدوں کا مقام و مرتبہ، جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ حق کی خاطر، حق کی راہ میں شہید ہو گئے تو وہ بلاشک و شبہ آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی کے مطابق زندہ ہیں، اور زندہ پر ماتم و بکا اور نالہ و شیون کیا معنیٰ؟

ماتم وہ کریں جو منکر ہوں حیات شہداء کے
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

محترم بزرگو اور دوستو! جب ۱۰ محرم الحرام (یوم عاشوراء) آتا ہے تو ہر طرف سے ماتم و نوحہ کی صدائیں آنے لگتی ہیں اور یہ ماتم و نوحہ خوانی کرنے والے، غم حسینؓ میں گریبان چاک اور سینہ کوبی کرنے والے، سبیلیں لگانے اور تعزیہ بنانے والے، بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک شہید کا ماتم کر رہے ہیں جو زندہ ہے وہ ایک عظیم و ارفع نعمت "شہادت" پر گریہ کناں ہیں جو رونے دھونے، غم منانے اور گریہ و ماتم کی چیز نہیں ہے، وہ عاشوراء محرم کی ساری عظمت و اہمیت کو صرف شہادت حسین کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور یہ فراموش کر جاتے ہیں کہ عاشوراء محرم اس واقعہ سے پیشتر بھی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

فدا کر دے جو بہرِ دین و ایماں سر بھی سینہ بھی
مبارک اُس کا مرنا بھی، مبارک اُس کا جینا بھی

Scanned by CamScanner

یومِ جمعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ
اَصْحَابِہٖ وَمَنِ اهْتَدٰی بِهُدَاهُ۔ اَمَّا بَعْدُ

حاضرینِ مجلس، سامعینِ کرام!

جمعہ کا دن ہفتہ کی عید ہے، سال میں دو عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ تو آتی ہی ہیں مگر جمعہ کی صورت میں مسلمان کے لئے ہر ہفتہ عید آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کو یَوْمٌ اَزْهَرُ (روشن دن) اور جمعہ کی رات کو لَیْلَۃٌ اَغَرُّ (اجلی رات) فرمایا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ سَیِّدُ الْاَیَّامِ وَ اَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰہِ وَهُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَ یَوْمِ الْفِطْرِ (ابن ماجہ)	جمعہ کا دن دنوں کا سردار ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے بڑا دن ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی بڑا ہے۔

پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کی پانچ خصوصیات ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جمعہ کے دن پیدا کیا، دوم جمعہ کے دن ہی آدم کو زمین پر اتارا۔ سوم حضرت آدم کی وفات بھی جمعہ ہی کو ہوئی۔ چہارم: جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس میں جو بھی دعا مانگے قبول ہوگی، بشرطیکہ حرام دعا نہ مانگے

Scanned by CamScanner

پنجم: اسی دن قیامت آئے گی۔ چنانچہ تمام مقرب فرشتے، آسمان وزمین، ہوا، بادل سمندر، سبھی جمعہ کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں (کہ کہیں قیامت نہ آجائے)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو ہی جنت میں داخل کیا تھا اور اُسی دن جنت سے نکالا تھا، اُسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں

خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ — سب سے اچھا دن جس پر سورج طلوع ہو جمعہ کا دن ہے۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ قیامت کا نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ دونوں جمعہ ہی کے دن ہوگا اور جمعہ کے دن بکثرت درود پڑھنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کی تلقین فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔

فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ (نسائی) — جمعہ کے دن درود کی کثرت کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کرلیا) تلاوت کی۔ ایک یہودی ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید کا دن بنا لیتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول عید کے دن ہی ہوا ہے اور وہ دوہری عید تھی یعنی جمعہ کے دن اور وہ بھی عرفہ کے دن۔

جمعہ کا دن مسلمانوں کو نصیب ہوا، یہ مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے ورنہ

Scanned by CamScanner

امم سابقہ کو بھی یہ دن ملا تھا مگر انھوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ نے ان سے لے لیا اور ہمیں عطا کر دیا، اب اگر ہم احسان شناسی نہ کریں، اس دن کو اس کے حق کی طرح نہ گزاریں تو ہماری بہت بڑی بد نصیبی اور بد قسمتی ہوگی۔

اس دن کا کیا حق ہے؟ اور یہ دن کیسے گزارنا چاہیے، آئیے آپ حضرات کے سامنے کچھ اس پر روشنی ڈالوں۔ سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ جمعہ کے دن، نماز جمعہ کی تیاری کرنی چاہئے اور اذان ہوتے ہی ہر کام چھوڑ کر جامع مسجد کا رخ کرنا چاہیے، جمعہ کی تیاری یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرے، جو خوشبو عطر وغیرہ میسر ہو کپڑوں میں لگائے، صاف ستھرے کپڑے پہنے، پھر جامع مسجد آئے، مسجد میں آنے کے بعد جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جائے، لوگوں کو چیر کر اور ہٹا کر اپنی جگہ نہ بنائے۔ پھر سنتیں پڑھے، خاموشی کے ساتھ خطبہ سنے خواہ خطبہ کی آواز کان تک پہونچے یا نہ پہونچے، خاموشی کے ساتھ اسی طرف دھیان لگائے رہے، پھر امام کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرے۔ پھر اس کے بعد کی سنتیں پڑھے مسلم شریف میں ہے کہ جو شخص ان باتوں پر عمل کرے گا۔ اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، اور مزید تین دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پہلے آنے والوں کا نام لکھتے ہیں، جو سب سے پہلے آتا ہے اس کو اونٹ کی قربانی کا

Scanned by CamScanner

ثواب ملتا ہے، جو اس کے بعد آئے، اُسے گائے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، اسی طرح بعد والوں کا ثواب کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مینڈھا، پھر بکری، پھر مرغی اور آخر میں آنے والے کو انڈا صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ ثواب لکھنے کا یہ سلسلہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے تک رہتا ہے۔ ثواب لکھنے کا یہ سلسلہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے تک رہتا ہے، جب خطبہ شروع ہو جاتا ہے تو فرشتے طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ (اپنا رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے لگتے ہیں) اس کے بعد جو آتا ہے اس رجسٹر میں اس کا نام نہیں لکھا جاتا۔

جو لوگ جمعہ کی نماز میں سستی کرتے ہیں اور جمعہ چھوڑ دیتے ہیں ان کے لئے شدید وعیدیں آئی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص بلا عذر تین جمعہ چھوڑ دے، اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا شخص اللہ کے یہاں منافقوں کی فہرست میں لکھ لیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو بلا عذر جمعہ کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے، فرمایا

لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحْرِقَ عَلٰى رِجَالٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ (مسلم)

میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنی جگہ کسی شخص کو نماز جمعہ پڑھانے کا حکم دوں، پھر جا کر اُن لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو جمعہ میں نہیں آئے اور گھروں میں بیٹھے رہ گئے۔

ایک دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارادے کو عملی جامہ اس لئے نہیں پہنایا کہ گھر میں عورتیں اور بچے بھی تھے، جو بے گناہ تھے، آگ لگانے کی وجہ سے گنہگاروں کے ساتھ بے گناہوں کے جل جانے

Scanned by CamScanner

خطرہ تھا۔

بہرحال حضورؐ نے نمازِ جمعہ میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھروں کو آگ تو نہیں لگائی مگر کیا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص پر کس قدر ناراض ہیں اور ایسے شخص کو کتنی بڑی سزا کا مستحق سمجھتے ہیں حضورؐ کے اس ارشاد پر وہ لوگ دھیان دیں جو بلا کسی عذر کے جمعہ کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، وہ لوگ سوچیں کہ احادیث کریمہ میں ان کے لئے کتنی سخت وعیدیں موجود ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

جوانوں یہ صدائیں آ رہی ہیں آبشاروں سے
چٹانیں چور ہو جائیں جو ہو عزمِ سفر پیدا

فضائلِ مساجد

نَحْمَدُ اللّٰهَ الْعَزِيْزَ الْوَهَّابَ الْقَاهِرَ الْغَلَّابَ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔ امابعد

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ!

مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، عبادت کا مقام ہے، مسلمان نماز پنجگانہ مسجدوں میں آکر ادا کرتے ہیں اور اللہ کے گھر کو آباد کرتے ہیں۔ مسجدوں کو آباد کرنا ایمان کی علامت ہے، مسجدوں کو اہل ایمان ہی آباد کرتے ہیں کوئی اور نہیں، سورۂ توبہ میں ہے

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ ۔ — مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔

آگے چل کر فرمایا جارہا ہے۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (توبہ) — وہی آباد کرتا ہے اللہ کی مسجدیں جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر، اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرا، پس قریب ہے کہ وہی ہدایت یافتہ ہو۔

آیت کریمہ کے بموجب مساجد کو آباد کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو ایمان

Scanned by CamScanner

اور اعمال صالحہ مثلاً نماز، زکوٰۃ وغیرہ سے سرفراز ہوں، اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرتے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم جس شخص کو مساجد میں آتے جاتے، مساجد کی خدمت کرتے اور اسے آباد رکھتے ہوئے دیکھو، اس کے ایمان کی گواہی دو، کیونکہ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ مساجد کو آباد کرنا اہل ایمان ہی کا کام ہے۔

وہ شخص بہت بڑا ظالم ہے جو مسجدوں کو ویران کرنے کے درپے ہو اور اُن میں ذکرِ الٰہی سے روکے، سورۃ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا (بقرہ)

اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔

دنیا کی سب سے پہلی مسجد خانہ کعبہ ہے اور دوسری مسجد، مسجد اقصیٰ ہے اور دونوں کی تعمیر کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے، کعبہ کی سب سے پہلی بنا حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی تھی اور انھیں کی بعض اولاد نے چالیس سال کے بعد مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک نماز کا ثواب رکھتی ہے اور اس کی وہی نماز محلہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کا ثواب رکھتی ہے اور وہی نماز جامع مسجد میں ادا کی جائے تو پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے، اسی نماز پر مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور وہی نماز اگر مسجد حرام میں پڑھی جائے تو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

محترم حضرات! اسلام میں سب سے پہلی مسجد، مسجد قُبا ہے، اس مسجد کا قرآن مجید میں یوں ذکر آیا ہے

Scanned by CamScanner

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ

(توبہ)

جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز کیلئے کھڑے ہوں، اس میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاکی حاصل کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے

محترم بزرگو اور دوستو! یہ تو خاص مساجد کی بات تھی، ورنہ اسلام میں ہر مسجد کی بہت زیادہ اہمیت و فضیلت ہے خواہ عمارت کے نام پر پھوس کی جھونپڑی بھی نہ ہو، مسجدوں کی آبادی ان کی شاندار عمارت سے نہیں ہوتی بلکہ اُن میں نماز پڑھنے، اللہ کا ذکر کرنے اور تلاوت قرآن سے ہوتی ہے۔ مسجدوں کو مزین کرنا ان کی عالیشان عمارتیں بنانا، اپنی اپنی عالیشان مسجدوں کو فخریہ بیان کرنا اور ان کی حقیقی آبادی کی فکر نہ کرنا، قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ مسجدیں تو ہم بڑی عالیشان بنوا ڈالتے ہیں، مسجدوں کو حسین سے حسین تر اور خوبصورت سے خوبصورت بنانے اور ہر طرح آراستہ و پیراستہ کرنے میں ہم پوری کوشش صرف کر دیتے ہیں مگر لوگوں کو نماز کے لئے مسجدیں لانے کی فکر نہیں کرتے، حالانکہ مسجد کی حقیقی زیب و زینت یہی ہے کہ وہ نمازیوں سے بھری ہوئی ہو، اور اللہ کا ذکر و فکر کرنے والے کثیر تعداد میں آتے رہتے ہوں۔ اگر یہ نہیں ہوا تو ہمارا حال بقول شاعر یہی ہو کر رہ جائے گا کہ

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا، برسوں میں نمازی بن نہ سکا

دنیا کی آبادیوں میں مسجدیں اللہ کو سب سے زیادہ پیاری ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

Scanned by CamScanner

اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَ   آبادیوں میں سب سے محبوب جگہ اللہ کے نزدیک
اَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا (مسلم)   مساجد ہیں اور سب سے مبغوض جگہ بازار ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا (جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو چرلیا کرو) صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا جنت کے باغ کیا ہیں، حضورؐ نے فرمایا مساجد، پھر صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ اس میں چرنے کا کیا مطلب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جب مسجد میں آؤ تو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو۔

بلاشبہ مساجد جنت کا باغ ہیں، مساجد میں آکر جو سکون ملتا ہے وہ دنیا کے کسی گوشہ میں نہیں ملتا۔ انسان دنیا کے تفکرات اور رنج و آلام سے گھبرا کر اللہ کی طرف لو لگانے کے لئے مسجد میں آتا ہے، مسجد اسے سکونِ قلب اور طمانینتِ روح کا سامان فراہم کرتی ہے۔ بازار انسان سے سکون کی دولت چھینتا ہے۔ ہجومِ افکار میں مبتلا کرتا ہے۔ مساجد سکونِ قلب کی دولت بخشتی ہیں، طمانینتِ روح سے مالا مال کرتی ہیں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُھَا وَخَیْرُ الْبِقَاعِ   بدترین جگہیں بازار ہیں اور بہترین جگہیں
مَسَاجِدُھَا (ابن حبان)   مسجدیں ہیں۔

محترم حضرات ہم سب لوگوں کی ایک بہت بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اللہ کے گھروں کی تعمیر کریں، جہاں مسجدیں نہ ہوں وہاں مسجدیں بنوائیں، جہاں مسجد خستہ حالت میں ہو یا توسیع کی ضرورت ہو، اس کی تعمیر و توسیع کی فکر کریں مسجد کی تعمیر و آبادی کے لئے جان و مال کی قربانی دیں، روپئے پیسے خرچ کریں، اپنا وقت لگائیں، ہاتھ پاؤں کی طاقت صرف کریں۔ مساجد کی تعمیر کے لئے ہماری محنت

Scanned by CamScanner

رائیگاں نہ جائے گی۔ اللہ نے اس پر بہت اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (بخاری و مسلم)

جس نے اللہ کے لئے مسجد تعمیر کی، اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

مساجد کا بنوانا صدقہ جاریہ میں سے ہے یعنی اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات جاریہ میں مسجد کی تعمیر کو بھی شمار فرمایا ہے حضورؐ فرماتے ہیں اَوْ مَسْجِدًا بَنَاہُ (کہ یا مسجد بنوا کر گیا ہو اس کا ثواب بھی مرنے کے بعد تک ملتا رہے گا) مسجد بنوانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری مسجد تنہا بنوائی ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہو اور حتی المقدور خود بھی مسجد بنوانے میں شریک رہا ہو۔

مسجدوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ہم مسلمانوں کا یہ بھی فریضہ ہے کہ ہم مسجدوں کو صاف ستھرا رکھیں، اسے گندی ہونے اور کوڑا کرکٹ سے بچائیں، مسجد میں دنیا کی باتیں نہ کریں اور سب سے بڑا فریضہ جس کی طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں یہ ہے کہ ہم خود بھی مسجدوں میں جاکر نماز پڑھیں اور نماز نہ پڑھنے والوں کو مسجدوں میں لائیں تاکہ حقیقی معنوں میں مسجدیں آباد ہو سکیں اور ہم اپنے مومن ہونے کی عملی شہادت پیش کر سکیں۔ ایک نماز ادا کر نکلنے کے بعد دوبارہ مسجد میں جانے کے لئے ہمارا دل بے چین ہو تاکہ قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہمیں جگہ نصیب ہو، ہم رات کی تاریکیوں میں مسجد میں جانے والے بنیں تاکہ یہ جانا ہمارے لئے قیامت کے دن نور بنے، ہم مسجدوں میں انتظار صلوٰۃ میں بیٹھنے والے بنیں تاکہ ہمارا بیٹھنا اسلامی رہبانیت کا نمونہ ہو، ہم صبح و شام مسجد میں آنے جانے والے بنیں تاکہ اللہ ہماری سلامتی کا ذمہ دار ہو جائے

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں، روح بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالیؒ نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

وَذِکْرُ اٰخِرُ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیْمِ

حضرت نانوتویؒ اور ان کے شاگردوں کا عظیم کارنامہ

قیامِ مدارس

بزرگو اور دوستو!

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، ان کے رفقاء اور شاگردوں کے ذریعہ غیر منقسم ہندوستان میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور احیاء کا جو عظیم کارنامہ انجام پایا ہے وہ ہمہ جہت بھی ہے اور فقید المثال بھی، ہر دور کے حق شناس وحق پرست اس کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کو اجاگر کرتے رہیں گے ان کا حق بھی ہے کہ انھیں زیادہ سے زیادہ سامنے لایا جائے، لوگوں کو آگاہ کیا جاتا رہے کیونکہ وہ مسلمانانِ ہند کی تاریخ کا نہایت روشن اور تابناک حصہ ہے جسے کسی دور کا مورخ کبھی نظر انداز نہیں کرسکتا۔

میں آج حضرت نانوتوی، ان کے رفقاء، شاگردوں اور فیض یافتگاں کے صرف ایک کارنامے کا ذکر کر رہا ہوں، میرے خیال میں یہ کارنامہ، ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، دوسرے کارنامے اسی کارنامے کی جزوی شکلیں ہیں۔ اور وہ کارنامہ ہے قیام مکاتب و مدارس کا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں تذکرہ نگاروں نے عام طور پر لکھا ہے کہ انھوں نے، ان کے رفقاء اور ان کے شاگردوں، فیض یافتگان نے مکاتب، مدارس کے قیام کو تحریک کی شکل دی، انھوں نے ہندوستان

Scanned by CamScanner

کے گوشے گوشے میں مکاتب و مدارس کا جال پھیلا دینے کا منصوبہ بنایا۔ صرف منصوبہ نہیں بنایا بلکہ اس پر اول دن سے عمل شروع کر دیا۔

دار العلوم دیوبند کے قیام کے بعد دوسری جگہوں پر مدارس قائم کرنے کے لئے کیا کوششیں ہوئیں؟ ان کا ذکر کرتے ہوئے ایک تذکرہ نگار لکھتے ہیں،

"مغربی یوپی میں زیادہ تر مدارس دینیہ حضرت نانوتویؒ کے ہی قائم کردہ ہیں، گلاؤٹھی کا مدرسہ، نگینہ کا مدرسہ، مظفر نگر کا مدرسہ اور اسی طرح مدرسہ شاہی (مراد آباد) سب اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں، حضرت نانوتویؒ کے تلامذہ کی صف میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی، حضرت مولانا منصور علی خاں صاحب مراد آبادی، حضرت مولانا رحیم اللہ صاحب بجنوری، حضرت مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ اور دوسرے علماء نمایاں تھے۔"

علم حدیث کا سلسلہ انھیں علماء کرام سے پھیلا جن کے نام اوپر آئے۔

یہی تذکرہ نگار ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ "ہندوستان میں اکثر مقامات پر مدارس دینیہ جناب مولانا محمد قاسمؒ صاحب کی رائے اور مشورہ سے جاری ہیں۔" اسی طرح مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا قیام بھی اسی منصوبے کا حصہ تھا جو حضرت نانوتویؒ اور ان کے متوسلین کے ذریعہ مختلف شہروں میں انجام پا رہا تھا۔

قیام مدارس کے منصوبے اور تحریک کو آج کے حالات اور تاریخ کے تناظر میں

Scanned by CamScanner

دیکھئے تو یہ ایک الہامی منصوبہ اور الہامی فیصلہ نظر آتا ہے۔

کوئی قوم جو طویل عرصہ تک برسر اقتدار رہی ہو، اقتدار کا چھن جانا اس کے لئے موت کا سامان ہوتا ہے۔ اقتدار سے بے دخلی، اس کی حیات و بقا کے مسائل کھڑے کر دیتی ہے۔

دوسری طرف جو قوم طاقت کے نتیجہ میں اقتدار پر آئی ہو، اس کی رعونت، اس کا نشۂ قوت، حد سے فزوں ہوتا ہے، وہ مغلوب قوم کی ساری عظمتیں، سارے کمالات ختم کر دینا چاہتی ہے، اس کی تہذیب و تمدن کو تاراج کر دیتی ہے، اس کے تشخصات مٹا دیتی ہے، اپنا تمدن، اپنا کلچر پھیلاتی ہے، مفتوح قوم جو ہر طرح دبادی گئی ہو، وہ احساسِ کمتری میں ایسا مبتلا ہوتی ہے کہ فاتح قوم کی ہر چیز اچھی لگتی ہے اور اپنی ہر چیز دقیانوسیت اور بیکار محض لگنے لگتی ہے۔

تاریخ امم کا یہ ایسا کلیہ ہے جس سے استثنا کی مثالیں بہت کم ملیں گی۔

غدر ۱۸۵۷ء کی ناکامی اور انگریزوں کے پنجۂ تسلط کے مستحکم ہو جانے کے بعد ہندوستانی مسلمان تاریخ کے سب سے خطرناک موڑ پر تھے، وہ مفتوح تھے، انگریز فاتح، فاتح بھی ایسا جو مسلمانوں سے ازلی بیر رکھتا تھا، صلیبی جنگوں کا زخم خوردہ تھا۔ اسے انتقام کا موقع ہاتھ آیا تھا۔ وہ آندھی اور طوفان کی طرح پورے کر و فر، جاہ و حشم، رعب و دبدبہ کے ساتھ دہلی کے اقتدار پر قابض ہوا تھا

یہ سنہرا موقع کیسے جانے دیتا، عیسائیت کو پھیلانے اور اسلام کو مٹانے، اسلامی تشخصات کو ختم کرنے کے منصوبے لندن سے بن کر آنے لگے، پادریوں کی پوری ایک فوج ہندوستان بھیج دی گئی۔ جو ترغیب و ترہیب کے ہر قسم کے سامان سے آراستہ تھی۔ حکومت کی پشت پناہی تھی، دولت کا انبار تھا، پولیس کا

Scanned by CamScanner

دستہ ساتھ رہتا تھا، ضلع کلکٹر کو حکم تھا کہ وہ پادریوں کی مدد کرے۔

حکومت واقتدار کا چھن جانا اتنا خطرناک نہ تھا جتنا مسلمانوں کو عیسائی بنانے، کافر بنانے اور شدھی کرنے کے منصوبے، دین سے دور کرنے اور ان کا تشخص وامتیاز چھین لینے کے پروگرام۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور ان کے رفقاء نے اپنے خداداد نور بصیرت سے حالات کے رخ کو سمجھ لیا اور قیام مکاتب ومدارس کی تحریک چلاکر مرض کا علاج اور زہر کا تریاق تلاش کرلیا۔

اگر اس منصوبے کے ذریعے احیائے اسلام کی کوشش نہ ہوئی ہوتی تو مسلمان اپنے دین سے کوسوں دور ہوجاتے، اپنی دینی شناخت کھو بیٹھتے، مساجد اپنی کثرت، بلند وبالا میناروں اور عمارتوں کے باوجود ویران ہوجاتیں اور ہندوستان دوسرا اسپین بن جاتا۔

دنیا میں جہاں جہاں مسلمان غلبہ واقتدار والی باعظمت زندگی گزارنے کے بعد پسپائی اور ذلت وخواری کا شکار ہوتے، دین سے دور ہوکر کفر وارتداد میں مبتلا ہوگئے وہاں اس علاج پر عمل نہیں ہوا جو حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفقاء وتلامذہ نے اختیار کیا۔ وہاں قیام مدارس کی منظم کوششیں نہیں ہوئیں وہاں اسلام کے خشک سوتوں کی آبیاری کا انتظام نہیں ہوا، انھیں تازہ دم رکھنے اور حرکت وعمل میں باقی رکھنے کے لئے گرم اور تازہ لہو کا بندوبست نہیں کیا گیا۔

ہر اسلام دشمن طاقت، مدرسوں کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، روس اور چین کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، وہاں کے مسلمانوں پر جو ادبار ونکبت آیا، تشکیک وتذبذب اور ارتداد کا جو طوفان اٹھا۔ ان میں

Scanned by CamScanner

وہاں گنتی کے جو مدارس تھے وہ ختم ہوگئے، کوئی ایسا شخص کھڑا ابھی نہیں ہوا جو محاذ جنگ کا رخ موڑ کر قیام مدارس کی طرف کر دیتا، اسے تحریک بنا کر ہر بستی میں مکاتب و مدارس کا جال بچھا دیتا۔

مدرسے ختم ہو جائیں تو مسجدیں باقی رہ کر بھی مسلمانوں کی دینی زندگی باقی نہیں رہ سکتی، اپنے تشخص، اپنی شناخت کا احساس قائم نہیں رہ سکتا۔ مسجدوں کو آباد کرنے والے کہاں سے آئیں گے، اذان کون دے گا، نماز کون پڑھے گا، کون پڑھائے گا، مسجدوں کو زندگی مدرسوں سے ملتی ہے، انھیں آباد کرنے والے مدرسوں سے آتے ہیں مدرسوں میں تیار ہوتے ہیں۔

مدرسے نہ رہیں تو بچہ پیدا ہونے پر کان میں اذان دینے والا کوئی نہ ملے گا، مرنے پر غسل دینے والا، کفن پہنانے والا اور نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہیں رہیگا لاشیں بے گور وکفن پڑی رہیں گی۔ مدرسے نہ رہیں تو قرآن پر ایمان رکھنے والے کیف قرآن سے محروم رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے دعویدار کلام رسول نہ سن سکیں گے۔

ہندوستان کے حالات کا جائزہ لیجیے، ان علاقوں کو دیکھئے جہاں مکاتب و مدارس کم ہیں یا بالکل نہیں ہیں، وہاں دینی بیداری کم ملے گی۔ لوگوں کو اپنا نام رکھنے تک کا شعور نہیں ہے۔ وہ گرد و پیش کے ماحول میں گم ہو گئے ہیں، اپنی کوئی پہچان نہیں رکھتے بعض مراسم کی حد تک ہی ان کا ایمان و اسلام باقی ہے، مسجدیں ہوں گی بکثرت ہوں گی پھر بھی آباد نہ ہوں گی۔

۱۸۵۷ء میں مسلمانوں پر جو افتاد پڑی تھی، اسپین، چین اور روس سے کم خطرناک حالات نہ تھے، وہی سب کچھ یہاں بھی ہوتا۔ لیکن حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفقاء و تلامذہ نے دور رس نگاہوں سے مستقبل کو بھانپ لیا اور مسلمانوں کی دینی و ملی

بقاء کا انتظام کر دیا۔ اقتدار گیا تو گیا، دین نہیں گیا، ارتداد کی عام لہر نہیں پھیلی، جہاں پھیلی، اس کا تدارک کیا گیا، شکوک و شبہات دور کئے گئے، حالات کا مقابلہ کیا گیا۔

الحمد للہ مدارس و مکاتب کے قیام سے دین اس طرح آیا کہ ہندوستان کے علماء و فضلاء، دینی تحریکات و جماعتیں، دیگر بہت سے مسلم ممالک کیلئے رہنما بن گئیں، وہاں بھی دین کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز انھیں خطوط پر ہو رہا ہے جو ہندوستانی مسلمانوں نے متعین کئے ہیں ——— قیام مدارس کی تحریک میں حضرت نانوتویؒ نے ایک انقلابی تبدیلی یہ کی مدرسوں کو عوامی بنا دیا، اس طرح دینی تعلیم عام ہو گئی، مغل دور حکومت سے ۱۸۵۷ء تک تعلیم کا نظام یہ تھا کہ رؤسا و جاگیر دار اپنی ریاست و جاگیر میں چند علماء کو بلا کر ایک مدرسہ جاری کر دیتے تھے اور اس مدرسہ پر کچھ گاؤں وقف کر دیتے اسی آمدنی سے مدرسہ چلتا تھا۔ جونپور، رام پور، حیدر آباد اور مینڈھو ضلع علی گڑھ وغیرہ میں اسی قسم کے مدارس تھے۔ کچھ علماء اپنے گھروں پر تعلیم دیتے تھے، طلبہ کے لئے خورد و نوش اور قیام و رہائش کا کوئی خاص نظم نہیں تھا ——— ان کا نتیجہ یہ تھا کہ جاگیر دار و رؤسا جنھیں چاہتے، وہی ان مدارس میں پڑھتے تھے اور پڑھنے والوں میں بھی وہی پڑھ پاتے تھے جو اخراجات کے متحمل ہوتے، لہذا تعلیم چند گھرانوں، وہ بھی خوش حال گھرانوں تک محدود تھی ——— حضرت نانوتوی کی تحریک نے مکاتب و مدارس کا دائرہ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ تک پہونچا دیا اور اصول ہشت گانہ کے ذریعہ مدارس کو رؤساء و جاگیر داروں کے حلقہ مخصوص سے نکال کر سارے مسلمانوں کیلئے عام کر دیا۔ علم کا نور کوٹھیوں، بنگلوں، حویلیوں اور محلوں سے باہر آیا اور کھپریل مکانوں اور جھونپڑوں تک پہونچ گیا ——— یہ حضرت نانوتویؒ ان کے رفقاء و تلامذہ کا وہ احسان ہے جو اسلامیانِ ہند کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے۔

ہمارے خوابوں کا ہندوستان

اَلحَمدُ لِاَھلِہٖ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَھلِھَا اَمَّا بَعدُ

ہویدا آج اپنے زخم پنہاں کر کے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا
جلانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے
تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا
مجھے اے ہم نشیں رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں
کہ میں داغِ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا
دکھا دوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

جو ہے پردوں میں پنہاں، چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے
زمانہ کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

صدر محترم، بزرگانِ ملت!

خوابوں کا تعلق، انسانی تصورات سے ہوتا ہے، اسی لئے تصورات کو خواب وخیال بھی کہا جاتا ہے، کچھ خواب شرمندۂ تعبیر ہو جاتے ہیں، کچھ شرمندۂ تعبیر ہونے سے رہ جاتے ہیں اور انسان حسرت ویاس کی تصویر بنا دنیا سے چلا جاتا ہے،

Scanned by CamScanner

لیکن خواب پھر خواب ہوتا ہے، انسان سب جانتے ہوئے خواب دیکھنا بند نہیں کرتا، تصوراتی قلعے تعمیر کرنا بند نہیں کرتا، اس کا خواب حقیقی اور خارجی دنیا میں ظہور پذیر ہو یا نہ ہو، وہ پلکوں پر خواب سجاتا بہر حال ہے، وہ تصوراتی محل بناتا ضرور ہے یہ انسانی فطرت ہے، اور ہر انسان سے اس فطرت کا ظہور ہوتا ہے۔

ہمارا پیارا وطن ہندوستان جس کے ذرہ ذرہ سے ہمیں پیار ہے، جس کی محبت ہمارے رگ و ریشہ میں پیوست ہے۔ اور حدیث کی حیثیت سے مشہور جملہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ (حب الوطنی ایمان کا ایک حصہ ہے) یہ خواہ حدیث نبوی ہو یا نہ ہو، لیکن یہ جملہ انسانی جذبات کی عکاسی بہر حال کرتا ہے وطن کی محبت ہر انسان کے دل و دماغ میں رچی بسی ہوتی ہے، پھر انسانی فطرت کے اس مظاہرے سے ہم مبرا کیسے ہو سکتے ہیں۔

وطن کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھی تھی، مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے ٹیلے پر کھڑے ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ نظر آتا ہے اور آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات ہیں۔

مَا اَطْیَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَاَحَبَّكِ اِلَیَّ	تو کتنا پاکیزہ شہر ہے، تو مجھے کتنا محبوب ہے،
وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِیْ اَخْرَجُوْنِیْ مِنْكِ	اگر میری قوم مجھے، تجھ سے نہ نکالتی تو میں
مَا سَكَنْتُ غَیْرَكِ (ترمذی)	تجھے چھوڑ کر کہیں سکونت نہ اختیار کرتا۔

بزرگو اور دوستو!

آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے، وہ اس کا ہی خواہ ہوتا ہے، اس کی بھلائی سوچتا ہے، ہر محب وطن، وطن کا بہی خواہ ہوتا ہے۔ وطن کی بھلائی سوچتا ہے، تمام ہندوستانی مسلمان حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہیں، وطن سے اسی تعلق اور لگاؤ نے ان کی حب الوطنی کو کچھ خواب دیئے ہیں، جن کی تعبیر ان کا

Scanned by CamScanner

مطمح نظر اور مقصد زندگی ہے۔ تصورات کی ایک نئی دنیا اور ایک نئی بستی ہے، وہ دنیا وہ بستی، جہاں ہندوستان واقعی جنت نشان بن جاتا ہے، اور تمام باشندگان وطن کے لئے امن وسکون اور چین وراحت کا گہوارہ ہوجاتا ہے

ہمارے خوابوں کا ہندوستان وہی ہے جو ہمارے بزرگوں کے خوابوں کا ہندوستان تھا، یہاں کے لئے جو خواب انھوں نے دیکھے تھے وہی ہم بھی دیکھتے ہیں۔ انھیں کی تعبیر ہم بھی تلاش کرتے ہیں، ہمارے اکابر نے ملک کی آزادی کے لئے جان ومن لڑا دیا، ان کے مجاہدانہ اور سرفروشانہ کارناموں کا نتیجہ تھا کہ ملک غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہو گیا، طوق غلامی ٹوٹ گیا، چاروں طرف خوشی ومسرت کے شادیانے بج اٹھے۔

جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی، اکابر علماء کے نمائندہ ایک مشہور اخبار نے اپنے شذرات میں لکھا تھا

"آخر ہم موجودہ نظام حکومت میں تبدیلی کیوں چاہتے ہیں، ہم ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے کیوں دشمن ہیں، کیا اس لئے کہ رام راج قائم کریں؟ کیا اس لئے کہ اپنے حقوق کو نظر انداز کردیں؟ یقیناً ایسا نہیں ہے — ہم ہندوستان میں ایک نئی قومی جمہوریت کے لئے اس لئے جدوجہد کررہے ہیں کہ ہم اپنے قومی ومذہبی حقوق سے پوری طرح متمتع ہوں گے، ہم ہر اس ضابطے اور قانون کو ختم کرینگے اور ختم کرنے کی جدوجہد کریں گے، جو ہمارے حقوق پر اثر انداز ہوتے ہیں .... ہم اس مطالبہ سے کسی طرح دست بردار نہیں ہوسکتے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے انکی زندگی

Scanned by CamScanner

پر پوری طرح اسلامی شریعت حاوی ہوگی۔

(بانی الفرقان نمبر اشاعت خاص ۱۹۹۶ء بحوالہ الجمعیۃ ۲۸ جنوری ۱۹۳۶ء)

افسوس کہ یہ خواب اب تک منتظر تکمیل ہے بلکہ دن بدن اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم اپنے خوابوں کے اس ہندوستان سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں،

اگر ہندوستان میں امن وسکون اور چین واطمینان کی فضا قائم ہو تو یہ ہمارے خوابوں کا ہندوستان ہوگا، اگر کوئی ایک دوسرے سے دست د گریبان نہ ہو، اقلیت واکثریت کے نام پر ظلم وستم کا بازار گرم نہ ہو، فرقہ وارانہ تشدد رونما نہ ہو تو یہ ہمارے خوابوں کا ہندوستان ہوگا۔

اگر ہندوستان میں شراب پر پابندی لگادی جائے، جوا اور سٹہ بند کرا دیا جائے یہاں کا نوجوان مغربیت کا دلدادہ نہ ہو، یہاں کی عورتیں مشرقی تہذیب کو اپنے لئے باعث افتخار نہ سمجھیں، ان کی عصمتیں محفوظ ہوں تو یہ ہمارے خوابوں کا ہندوستان ہوگا۔

اگر ہندوستان میں تعلیم عام کردی جائے اور مفت تعلیم کا بندوبست کردیا جائے تو یہ ہمارے خوابوں کا ہندوستان ہوگا۔ اگر بنیادی دستور کی دفعہ ۴۴ جس میں یونیفارم سول کوڈ کی تشکیل کا مشورہ ہے۔ حذف کردی جائے تو یہ ہمارے خوابوں کا ہندوستان ہوگا۔

محترم حاضرین جلسہ!

ہمارے خوابوں کا ہندوستان کسی ایک دائرہ میں محدود نہیں ہے اس کے مختلف پہلو اور مختلف جہتیں ہیں اور ہر پہلو اور ہر جہت کے الگ الگ تقاضے ہیں۔ ہندوستان کو اپنے خوابوں کا ہندوستان بنانے کے لئے باشندگان ہند

Scanned by CamScanner

کو سخت جد و جہد کرنی پڑے گی۔ یہ جد و جہد جنگ آزادی کی جد و جہد سے کم نہیں اس سے زیادہ محنت و جرأت چاہتی ہے، یہ تبدیلی چاہتی ہے، تغیرات کو چاہتی ہے، اپنے آپ میں تبدیلی، اپنے گھر میں تبدیلی، اپنے سماج اور ماحول میں تبدیلی ایسی تبدیلی جو سارے ہندوستانیوں کا سر، فخر سے اونچا کر سکے، جو باشندگانِ وطن کے لئے پیغام سرخروئی و سربلندی ہو، جہاں اللہ کی زمین پر اللہ کا نام لیا جائے۔ جہاں انسانوں میں بھید بھاؤ ختم کر دیا جائے، جہاں من و تو کی تفریق اٹھا دی جائے، جہاں زمین پر بسنے والے ہر فرد کو انصاف ملے، جہاں عدل کا معیار ذات برادری، مسلک و مذہب اور دوستی و دشمنی نہ ہو، جہاں دولت میں غرباء و مساکین کا حق سمجھا جائے، جہاں ہر شخص اپنی ذمہ داریاں اور فرائض محسوس کرے، جہاں سیاست، ہوس اقتدار کا ذریعہ نہ ہو، جہاں اقتدار مفاد پرستی کا آئینہ دار نہ ہو۔ جہاں طاقتور طاقت کے نشہ میں چور اور بڑائی کے زعم میں مبتلا نہ دکھائی دے۔

اگر ایسا ہندوستان وجود میں آجاتا ہے تو وہ ہمارے خوابوں کا ہندوستان ہوگا۔ یہ خواب پورا ہو یا نہ ہو، ہم خواب تو دیکھتے ہی رہیں گے اور اس کے لئے جد و جہد بھی کرتے رہیں گے۔

سن اے غافل صدا میری، یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں
وطن کی فکر کر ناداں، مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
یہ خاموشی کہاں تک لذتِ فریاد پیدا کر
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

وما علینا الا البلاغ

Scanned by CamScanner

موت کی یاد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لِاَھْلِہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَھْلِھَا اَمَّا بَعْدُ

ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے مکیں ہوگئے بے مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور، بے نشاں کیسے کیسے زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اَجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹ سارا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

صدرِ محترم، حاضرین جلسہ!

"موت" ہر جاندار کے لئے کتنا خطرناک اور کیسا بھیانک لفظ ہے، موت سے ہر شخص بھاگتا ہے، موت کے تلخ گھونٹ کو کوئی پینا نہیں چاہتا، موت کی آواز کوئی سننا نہیں چاہتا، موت جو ایک حقیقت ہے مگر کون ہے جو اس حقیقت سے آنکھیں ملا سکے، کس میں جرأت ہے جو اس لفظ کو سنے اور اس کے بدن میں جھرجھری طاری نہ ہو۔ موت کو کوئی بھی اپنے قریب آنا بالکل پسند نہیں کرتا، مگر اس کے باوجود موت ہر ایک کے پاس آتی ہے۔ کبھی دبے پاؤں آتی ہے، کبھی اعلان کرتی ہوئی آتی ہے

Scanned by CamScanner

موت کا تلخ جام ہر ایک کو پینا پڑتا ہے، خواہ پینا گوارہ کرے یا نہ کرے، موت کے آگے کسی کی زور زبردستی نہیں چل سکتی۔ موت کے خوفناک پنجوں سے زور آزمائی کسی کے بس کی بات نہیں۔

"موت" ہر ایک کے پاس آتی ہے۔ شاہ ہو یا گدا، امیر ہو یا غریب، آقا ہو یا غلام، عالم ہو یا جاہل، پاگل ہو یا عاقل، ضعیف وناتواں ہو یا قوی وطاقتور مرد ہو یا عورت، پیر ہو یا جوان، خورد ہو یا کلاں، محلوں میں زندگی گزارنے والا ہو یا پھونس کی جھونپڑی میں، شہر کا باسی ہو یا دیہات کا رہنے والا، جنگل وبیابان میں رہتا ہو یا آباد مقامات پر، موت کسی کو نہیں چھوڑتی۔ موت کا ہر ایک پر یکساں حکم چلتا ہے۔ موت کی گرفت سے کوئی بھی آزاد نہیں، موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (جمعہ)

آپ فرما دیجئے! جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں آپکڑے گی، پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والی ہے پھر وہ تم کو تمہارے کئے ہوئے سب کام بتا دیگی۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے

سورہ نساء میں ارشاد باری ہے

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ

تم جہاں کہیں بھی رہو، تمہیں موت پالے گی، اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں بند ہو

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

Scanned by CamScanner

کسی کی موت بے وقت نہیں آتی۔ ہر شخص اپنے وقت پر مرتا ہے جس شخص کے مرنے کا جو وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، موت اسی وقت آتی ہے نہ اس کے بعد آتی ہے نہ اس سے پہلے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (اعراف۔۳۴)

ہر گروہ کے لئے موت کا ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت آجاتا ہے تو نہ ایک ساعت آگے جاتا ہے نہ ایک ساعت پیچھے۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا (نساء)

اللہ کے حکم اور اللہ کے فیصلے کے بغیر کوئی مر نہیں سکتا۔

کوئی شخص موت سے اس لئے نہیں بچ سکتا کہ وہ اپنے مکان کی سکون بخش پناہ گاہ میں تھا اور کوئی اس لئے نہیں مر سکتا کہ وہ میدان جنگ میں موت سے پنجہ آزمائی کر رہا ہے، موت اگر ہوگی تو گھر میں بیٹھے بیٹھے اور مسہری پر لیٹے لیٹے آسکتی ہے۔ موت اگر نہیں ہوگی تو میدان کارزار میں موت کی گرم بازاری میں موت نہ آئے گی۔

سورۂ آل عمران میں منافقین کا ایک قول نقل کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور جو لوگ قتال میں گئے اُن کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے، اے نبیؐ! آپ کہدیجئے تو تم اپنے آپ سے موت کو دفع کر دو، اگر تم سچے ہو۔

یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ میدان جنگ میں جانے کی وجہ سے فلاں فلاں مارے گئے، اگر وہ تمہاری طرح لڑائی میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے، تو

تم میدان جنگ میں گئے نہیں، اب اپنے آپ کو موت کے چنگل سے بچا سکو تو بچا لو، ظاہر ہے کہ کوئی بھی خود کو موت کی گرفت سے نہیں بچا سکتا خواہ وہ میدان جنگ میں سر دھڑ کی بازی لگا رہا ہو یا گوشۂ عافیت سمجھ کر گھر میں بیٹھا ہو، موت جس طرح لڑائی کے میدان میں آتی ہے۔ اسی طرح گھر کی پر سکون چہار دیواری میں بھی موت کے لمبے ہاتھ ہر جگہ پہونچ جاتے ہیں موت کے ہاتھوں سے کوئی محفوظ نہیں ہے۔

جان ٹھہری جانے والی، جائے گی
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی

تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائیگی

ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے
کرے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

بزرگو اور دوستو! جب ساری دنیا کی طرح ہمیں بھی ایک دن جانا اور کوچ کرنا ہے تو ہم دنیا کی رنگینیوں میں کیوں دل لگائیں، زمانہ کی دلفریبیوں پر کیوں فریفتہ ہوں۔ یہ رنگ رنگیلی دنیا ایک دھوکہ ہے۔ اس کے چکر میں نہ آنیوالے ہی حقیقت میں دانا اور سمجھ دار ہیں اور جو دنیا کی رنگینیوں میں کھو گئے اُن سے بڑھ کر نادان اور نا سمجھ کوئی نہیں، موت کو ہمیشہ یاد رکھنے والے ان رنگینیوں میں نہیں کھو سکتے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں، حضورؐ نے ان سے فرمایا اَمَا اِنَّکُمْ لَوْ اَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّا اَرَیٰ اَلْمَوْتِ فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ اَلْمَوْتِ (اگر تم لوگ لذتوں کو توڑ دینے والی چیز موت کو زیادہ یاد کرتے تو یہ تم کو اس ہنسی سے روک دیتی جو میں دیکھ رہا ہوں۔ پس تم لوگ لذتوں کو توڑ دینے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو)

ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ اے اللہ کے

نبیؐ! مَنْ اَکْیَسُ النَّاسِ وَاَحْزَمُ النَّاسِ (سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے محتاط آدمی کون ہے؟) حضورؐ نے فرمایا اَکْثَرُھُمْ ذِکْرًا لِلْمَوْتِ وَاَکْثَرُھُمْ اِسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ اُولٰئِکَ الْاَکْیَاسُ ذَھَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْیَا وَکَرَامَۃِ الْاٰخِرَۃِ (جو لوگ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے ہوں اور موت کے لئے سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں وہی وہ سمجھدار لوگ ہیں جنھوں نے دنیا اور آخرت کا اعزاز حاصل کر لیا)

موت کی یاد کے لئے قبرستان جانا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ ایک دن ہم کو بھی یہیں آنا ہے۔ اور منوں مٹی کے نیچے دفن ہونا ہے، اعزاء واقرباء، دوست واحباب سب چھوڑ کر چلے جائیں گے، کوئی ساتھ نہیں دے گا، صرف اپنے اعمال کام آئیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّھَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ (قبرستان جایا کرو، یہ موت کو یاد دلاتی ہے)

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ — بہر سرافگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ — چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

اقبال

Scanned by CamScanner

آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَابَطَ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِقُوَّۃِ الْاِسْلَامِ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم، حاضرین مجلس!

یہ دنیا جس میں ہم اور آپ بستے ہیں اللہ نے پیدا کی ہے، اللہ نے اس دنیا میں طرح طرح کی مخلوقات پیدا کی ہیں، مخلوقات میں کسی کا درجہ بڑا بنایا، کسی کا کم، کوئی اشرفُ المخلوقات ہے، کوئی اَرذل المخلوقات، کوئی دونوں کے بیچ بیچ انسان اشرف المخلوقات ہے، لہٰذا اس کے اوپر ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں اور اس کے فرائض بھی بے شمار ہیں۔ اللہ نے انسان کو مکرم بنایا، اس کو بزرگی و مرتبہ کا حامل بنایا۔ اس لئے اللہ کے سامنے وہ جوابدہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ نزدیکاں رابیش بود حیرانی۔

انسان غیر ذمہ دارانہ زندگی نہیں گزار سکتا، وہ قدم قدم پر اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ اُس سے اس کے ہر ہر عمل اور ہر حرکت و سکون کی پرسش ہوگی، اس نے کیا بات صحیح کہی کیا غلط، اس کا کس چیز کی طرف نظر ڈالنا جائز تھا، کدھر جائز نہ تھا۔ اس نے کون سا قدم صحیح اٹھایا کون غلط، اس نے کس معاملہ میں اپنے دست و بازو کو صحیح استعمال کیا، کس میں غلط، اس کے کون سے اعمال جائز تھے کون ناجائز،

آخرت اسی جوابدہی اور باز پرس کے مرحلے کا نام ہے۔

Scanned by CamScanner

انسان یہ نہ سمجھے کہ مرنے کے بعد اس کی چھٹی ہوگئی، اُس کو اُس کے اعمال کی جزا و سزا نہ ملے گی۔ یہی دنیاوی زندگی ہی اصل زندگی ہے، اُس کے بعد کوئی زندگی نہیں، — اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہے تو غلط سوچتا ہے، وہ بہت بڑے دھوکے اور فریب میں مبتلا ہے، یہ فریب کسی اور نے اس کو نہیں دیا وہ خود اپنے آپ کو فریب دے رہا ہے، وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے، اتنا زبردست دھوکہ کہ زندگی میں اسے کبھی اتنے زبردست دھوکے سے سابقہ نہ پڑا ہوگا۔ جب آخرت کی زندگی سامنے آجائے گی تو آنکھوں سے پردہ ہٹ جائے گا، جس زندگی کا وہ انکار کر رہا تھا، جس زندگی کا وہ مذاق اڑا رہا تھا، وہی زندگی اس کے سامنے موجود ہوگی اور وہ عرصۂ محشر میں اپنے اعمال کی پرسش کے لئے دست بستہ کھڑا نظر آئے گا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (آل عمران)

ہر نفس موت کا مزا چکھنے والا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیدیا جائے گا پس جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا وہ پورا کامیاب ہوا اور دنیاوی زندگی دھوکے کی پونجی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سورہ صافات میں ہے

أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ وَقَالُوا

(منکرین آخرت آپ سے سوال کرتے ہیں کہ) کیا جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوگئے تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے؟ کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے؟ آپ فرما دیجئے کہ ہاں (تم اٹھائے جاؤ گے) اور ذلت کی حالت میں ہوگے، وہ ایک ہی

Scanned by CamScanner

يُوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ جھڑکی ہوگی پس وہ دیکھنے لگیں گے وہ کہیں گے ہائے ہماری خرابی، یہ بدلے کا دن آگیا (جواب ملے گا) ہاں یہی ہے وہ فیصلہ کا دن جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

بزرگو اور دوستو! آخر انسان کو دوبارہ کیوں پیدا کیا جائے گا، اس کے اعمال کی جزا اور سزا کیوں ہوگی؟ آیئے اس سوال پر غور کریں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اس دنیا میں ہر طرح کے لوگ آباد ہیں، ظالم بھی، مظلوم بھی، شریف بھی، شریر بھی، مفسد بھی، مصلح بھی، خدا کے تابعدار بھی، خدا کے باغی بھی، غریبوں کو چوسنے والے بھی، غریبوں کی مدد کرنے والے بھی، ظلم و زیادتی کرنے والے بھی، حق و انصاف دینے والے بھی، خدا کو ماننے والے بھی، خدا کا انکار کرنے والے بھی۔

کیا آپ کی عقل اِن تمام لوگوں کے بارے میں باور کرنے کے لئے تیار ہے کہ سب کا انجام یکساں ہو، ظالموں کو ظلم کی سزا نہ ملے، مظلوموں کی دادرسی نہ ہو، خدا کے تابعداروں کو اجر و ثواب نہ ملے، خدا کے باغیوں کو سزا نہ دی جائے، مفسدوں کی کوئی گرفت نہ ہو، مصلحین کو کوئی انعام و اکرام نہ ملے۔

ظاہر ہے کہ عقل دونوں کو برابر کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ سورۃ قلم میں ہے اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں)

لیکن اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص زندگی بھر خدا کی نافرمانی کرتا ہے، دوسروں پر مظالم ڈھاتا ہے، خدا کے احکام و فرمودات کی مسلسل خلاف ورزی کرتا ہے، ہمہ وقت فساد و بگاڑ کی باتیں سوچتا ہے اس کے باوجود دنیا میں اسے کوئی سزا نہیں ملتی، بلکہ زندگی بھر بڑے چین و آرام سے رہتا ہے، کبھی اسے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی۔

Scanned by CamScanner

دوسری طرف ایک شخص بڑا عابد وزاہد ہے۔ خدا ورسول کے احکام وفرمودات پر چلنے والا ہے، ظلم وزیادتی اور فساد وبگاڑ کی باتوں سے دور رہتا ہے، کبھی کسی کا دل نہیں دکھاتا، بڑا شریف اور سیدھا سادہ ہے۔ ہر شخص اس کی نیکی اور شرافت کی تعریف کرتا ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اسے اس کی شرافت، اس کی نیکی، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی کوئی جزا نہیں ملتی، بجائے اس کے وہ زندگی بھر پریشان رہتا ہے، نت نئی مصیبتوں میں گرفتار رہتا ہے، کبھی اسے چین وسکون نصیب نہیں ہوتا۔

سوچئے عقل کیا کہتی ہے؟ کیا کوئی ایسا دن نہیں ہونا چاہئے، جس دن ظالم کو ظلم کی سزا ملے، مجرم کی گرفت ہو، نیک کو نیکی کا بدلہ ملے، دنیا میں تو اکثر ایسا نہیں ہوتا، اگر کسی کو جزا یا سزا مل بھی جائے تو اعمال کے اعتبار سے بہت کم ہوتی ہے تو کیا اس دنیا کے علاوہ کوئی دن ایسا نہیں ہونا چاہئے جس دن ہر ایک کو اسکے اعمال کا، خواہ وہ بھلے ہوں یا برے، پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ کسی کے ساتھ ظلم نہ ہو ہر ایک کو انصاف ملے۔ ضرور ایسا دن ہونا چاہئے اور اسی دن کا نام یوم آخرت ہے، اگر خدا کے یہاں بھی نیک وبد، شریف وشریر، مفسد ومصلح ایک ہی خانہ میں رکھدئے گئے تو یہ سراسر اندھیر نگری ہوگئی، حالانکہ خدا کے یہاں پورا پورا انصاف ہوگا مجرم اور غیر مجرم دونوں برابر کے درجے میں نہیں رکھے جاسکتے، اللہ کی ہستی تو بہت بلند ہے، کسی شریف آدمی کے بھی یہ شایان شان نہیں کہ وہ ظالم ومظلوم، مطیع ونافرمان، مفسد ومصلح کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے۔

محترم حضرات! آخرت کا دن، کھرے اور کھوٹے کو الگ کرنے کا دن ہوگا، ظالم ومظلوم میں حدِ فاصل کھینچنے والا دن ہوگا، فرمانبردار اور نافرمان کو ممتاز کر دینے کا دن ہوگا۔ وہاں کوئی لگی لپٹی نہ رکھی جائے گی، وہاں کوئی دھاندلی نہ چلے گی۔

Scanned by CamScanner

وہاں کوئی اثر در سوخ کام نہ دے گا، وہاں انصاف ہوگا، صرف انصاف اور مکمل انصاف۔

آخرت کا دن ہمیں ہر کام سے پہلے سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ ہمارا کام اچھا ہے یا برا، جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ ہمارے کام اور ہمارے عمل کا تعلق صرف ہماری اس دنیا سے نہیں ہے، آخرت کی دنیا سے بھی ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر قدم اٹھاتے وقت یہ سوچ لینا چاہیئے کہ ہمیں آخرت میں اللہ کے سامنے اس کا جواب دینا ہے، اور اسی کے مطابق جزا و سزا کے لئے تیار رہنا ہے۔

جو لوگ اپنی آخرت کو یاد رکھتے ہیں، ذمہ دارانہ زندگی گزارتے ہیں، آخرت کی جوابدہی اور بازپرس پر ہمیشہ نظر رکھتے ہیں۔ ان کا ہر قدم لرزتے ہوئے اٹھتا ہے۔ ہر فعل پرسشِ داور کی فکر کے ساتھ انجام پاتا ہے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

Scanned by CamScanner

قبر کی منزل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا حَیًّا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَاُكَبِّرُهٗ تَكْبِیْرًا وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ اِلَی النَّاسِ كَافَّةً وَّبَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

محترم بزرگو اور دوستو

آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل قبر ہے۔ اگر یہ منزل آسانی سے طے ہو گئی تو بعد والی منزلیں بھی آسان ہونگی، لیکن اگر قبر کی منزل سخت ہو گئی تو بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہوں گی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ کے سامنے جنت اور دوزخ کا ذکر ہوتا ہے، جنت کے ثواب اور جہنم کے عذاب کا تذکرہ ہوتا ہے مگر آپ اس پر اس قدر نہیں روتے جتنا قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا

اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجٰی مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَیْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَّمْ یَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ (قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے، اگر اس سے نجات مل گئی تو اس کے بعد کی منزل اس سے کہیں زیادہ

Scanned by CamScanner

آسان ہوگی، لیکن اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد کا مرحلہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا)

پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مَارَأَیْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ میں نے قبر سے زیادہ خوفناک کوئی منظر نہیں دیکھا (ابن ماجہ)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فتنۂ قبر کا ذکر کیا اور اس طرح بیان کیا کہ لوگ دہاڑیں مار مار کر رونے لگے اور اس قدر کہرام برپا ہوا کہ میں بات نہیں سمجھ سکی کہ کیا معاملہ ہے۔ جب سکون ہوا تو میں نے اپنے قریب ایک آدمی سے پوچھا کہ ابھی حضورؐ نے کیا فرمایا تھا اس نے جواب دیا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ قَرِیْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (میری جانب وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ فتنۂ دجال سے پہلے فتنۂ قبر میں مبتلا کئے جاؤ گے)

محترم دوستو! کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جب قبر یہ نہ کہتی ہو میں بیگانگی کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں جب بندۂ مومن دفن کیا جاتا ہے تو قبر اُس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہو، میری پشت پر جو لوگ چلتے تھے ان میں تو مجھے سب سے محبوب تھا۔ اب جبکہ تو میرے سپرد کیا گیا ہے تو اپنے ساتھ میرا معاملہ دیکھنا کہ میں تیرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتی ہوں، اسکے بعد حدِ نگاہ تک قبر کشادہ ہوجاتی ہے اور جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

لیکن جب فاسق و فاجر یا کافر بندہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا نامبارک ہو، جو لوگ میری پشت پر چلتے تھے اُن میں تو میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تھا، آج جب تو میرے حوالے کیا گیا ہے تو دیکھنا کہ میں تجھ کو کس طرح سزا دیتی ہوں، اس کے بعد قبر اُس مُردہ کو اس طرح بھینچتی ہے کہ دائیں طرف

Scanned by CamScanner

کی پسلیاں، بائیں طرف کی پسلیوں میں اور بائیں طرف کی پسلیاں دائیں طرف کی پسلیوں میں گھس جاتی ہیں اور اس پر ننانوے اژدہے اور دوسری روایت کے مطابق ننانوے اژدہے مسلط کر دیئے جاتے ہیں، جن کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک بھی زمین پر پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر کچھ نہ اُگے، وہ اژدھے اُسے مسلسل ڈستے رہتے ہیں اور قیامت تک ڈستے رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ ۔ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

یعنی نیک بندوں کے لئے قبر جنت کا باغ بن جاتی ہے اور بدکاروں کے لئے دوزخ کا گڑھا۔ اب یہ انسانوں پر منحصر ہے کہ وہ اپنی قبر کو جنت کا باغ بنانا چاہتے ہیں یا دوزخ کا گڑھا۔ قبر بذات خود نہ جنت کا باغ ہے نہ دوزخ کا گڑھا، انسان کا عمل ہی اپنی قبر کو جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا بناتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ کالا اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں ان میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، وہ مردہ سے تین سوالات کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ (تمہارا رب کون ہے؟) مَا دِیْنُكَ (تمہارا دین کیا ہے؟) مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ (تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟) اگر نیک بندہ ہوتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنھیں اللہ نے حق کے ساتھ مبعوث کیا تھا۔" لہٰذا اس کے لئے جنت کا فرش اور جنت کا لباس عطا کیا جاتا ہے اور جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے وہاں کی خوشگوار ہوا اور مہک

Scanned by CamScanner

آتی رہتی ہے۔ فرشتے اس نیک بندے سے کہتے ہیں سو جا جیسے دلہن سوتی ہے کہ اس کو شوہر کے علاوہ کوئی نہیں جگاتا، اسی طرح تو بھی قیامت تک کے لئے آرام سے سو جا وہ کہتا ہے کہ میں جاؤں ذرا اپنے گھر والوں کو اپنا حال بتا دوں، فرشتے کہتے ہیں نہیں اب تم واپس نہیں جا سکتے۔ یہاں آنے کے بعد واپسی کا قانون نہیں ہے، بس تم سو جاؤ۔

بندۂ مومن کو منکر نکیر کے سوالات کے جوابات میں جو کامیابی حاصل ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے قبر میں اس کے ساتھ انعام واکرام کا معاملہ ہوتا ہے اس کے متعلق سورۂ ابراہیم میں ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اس پکی
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ	بات (کلمۂ طیبہ) سے دنیا و آخرت میں
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ	مضبوط رکھتا ہے۔

لیکن فاسق وفاجر اور بدکار شخص ہر سوال کے جواب میں یہی کہتا ہے هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِیْ (ہائے افسوس میں نہیں جانتا) لہٰذا حکم ہوتا ہے کہ اسکے لئے جہنم کا بستر بچھا دو اور جہنم کا لباس پہنا دو اور جہنم کا دروازہ کھول دو۔ چنانچہ جہنم کا دروزہ کھول دیا جاتا ہے۔ جہنم کی گرم گرم ہوا آنے لگتی ہے اور اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھسنے لگتی ہیں۔ پھر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ اس پر عذاب دینے کے لئے مسلط کر دیا جاتا ہے جو قیامت تک ایک لوہے کے گرز سے اس کی پٹائی کرتا رہتا ہے۔ مردہ درد اور تکلیف کے مارے چیختا ہے، اس کے چیخنے کی آواز جنات اور انسان کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قبیلہ بنو بخار کے ایک باغ میں تشریف لے جارہے تھے، اچانک وہ خچر جس پر حضورؐ سوار تھے بہت تیز بدکا اور اتنی تیز بدکا کہ ڈر تھا کہ کہیں حضورؐ کو گرا نہ دے اس جگہ پانچ، چھ قبریں تھیں، حضورؐ نے فرمایا ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے ؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں پہچانتا ہوں، حضورؐ نے دریافت کیا یہ کس حال میں مرے ہیں ؟ اس نے جواب دیا فِی الشِّرْكِ (شرک میں) حضورؐ نے فرمایا اِن لوگوں کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے، اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تم کو بھی اس قبر کے عذاب کا کچھ حصہ سنادے جو میں سُن رہا ہوں۔

محترم بزرگو اور دوستو! قبر کی منزل بڑی کٹھن ہے، ہم کو قبر کی منزل کیلئے تیار رہنا چاہئے، قبر کی منزل جو عالم برزخ کی منزل ہے، اس سے ہر ایک کو گزرنا ہے خواہ وہ قبر میں دفن کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ بہر حال سوال و جواب اور عذاب و ثواب کے مراحل ہر ایک پر آئیں گے کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ ہم اپنے عزیزوں کو اپنے ہاتھ سے دفن کرتے ہیں، اپنے رشتہ داروں کو اپنے ہاتھ سے غسل دے کر، کفن پہنا کر، نماز جنازہ پڑھ کے، ان کی آخری آرام گاہ تک لے جاتے ہیں اور مَنوں مٹی کے نیچے دفن کر دیتے ہیں، اور پھر پلٹ کر پوچھتے بھی نہیں کہ تمہارا کیا حال ہے؟ تم پر کیا گزری ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَ	میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں، ان میں سے دو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے پیچھے اس کے رشتہ دار اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے۔ رشتہ دار اور

يُبْقِىٰ عَمَلُهٗ مال واپس آجاتے ہیں اور عمل ساتھ رہتا ہے۔

میرے عزیز بھائیو! سوچنے کا مقام ہے کہ وہ عمل جو قبر کی کٹھن گھڑی میں کام آنے والا ہے، وہ ہمارے پاس کتنا ہے؟ اور وہ آل و اولاد، اور وہ مال ومتاع جو اس مشکل وقت میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے ان کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لئے ہم کتنے فکر مند ہیں؟ جمع کرنے کی کیا چیز ہے اور ہم جمع کیا کر رہے ہیں؟ حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور ہم حاصل کیا کر رہے ہیں؟

جوہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے اوجھل تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

Scanned by CamScanner

میدانِ حشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِيْفِ الْخَبِيْرِ، الْعَالِمِ بِالظَّاهِرِ وَمَا يُكِنُّهُ الضَّمِيْرُ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَشِيْرِ اَمَّا بَعْدُ

محترم حضرات!

قبر کی منزل کے بعد آخرت کی دوسری منزل حشر کا میدان ہے، جہاں ابتدائے دنیا سے لے کر انتہائے دنیا کے تمام انسان جمع ہوں گے، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا۔ سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ حشر کا میدان اس وقت قائم ہوگا جب قیامت آئے گی، اور قیامت اُس وقت آئے گی جب حضرت اسرافیلؑ صور پھونکیں گے، ارشادِ خداوندی ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (یسین)

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو نہیں دیکھیں گے یہ مگر ایک دہشتناک آواز کو جو انہیں آپکڑے گی اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہونگے، پھر نہ کوئی وصیت کر سکیں گے، نہ اپنے گھر والوں کو واپس جا سکیں گے۔

قیامت کا منظر بڑا ہولناک ہوگا۔ کائنات عالم درہم برہم ہو جائے گی، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، آسمان وزمین، چاند، سورج، ستارے

سب ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، ہر شے پر فنا طاری ہوجائے گی اور ایک ذات واحد، مالکُ الارضِ والسمٰوٰتِ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا

سورۂ حج میں ارشاد باری ہے

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَاھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ

لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن اس کو دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلائے کو، اور ڈال دے گی ہر حمل والی اپنا حمل اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشہ میں اور حقیقت میں وہ نشہ نہ ہوگا لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔

پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو ہو کر میدان حشر کی طرف چل پڑیں گے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ (یٰسین)

اور دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پس اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کیطرف پھیل پڑیں گے۔

قبروں سے نکل نکل کر میدان حشر میں جمع ہونے والے کس حال میں ہوں گے؟ بالکل ننگے، جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ! اس وقت تو بڑی شرم آئے گی، سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ یَّنْظُرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ، وہاں ایک دوسرے کو دیکھنے کی فرصت کہاں ہوگی، معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں۔

سورج بہت نزدیک آجائے گا، اس کی گرمی اور تپش سے لوگ بدحواس اور پریشان ہوں گے، پسینے میں شرابور ہوں گے، لوگ اپنے اپنے اعمال کی مقدار

پسینے میں غرق ہوں گے، کوئی ٹخنوں تک پسینے میں ہوگا، کوئی گھٹنوں تک، کوئی کمر تک ڈوبا ہوا ہوگا، کوئی منہ تک۔

میدان حشر میں لائے جانے والے تین طرح کے لوگ ہوں گے۔ کچھ پیدل لائے جائیں گے، کچھ سوار اور کچھ منہ کے بل۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) منہ کے بل کیسے چلیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا جس ذات نے انھیں قدموں کے بل چلایا وہی ذات منہ کے بل بھی چلانے پر قادر ہے۔

میدانِ حشر اس لئے قائم ہوگا تاکہ انسانوں کے اعمال کا حساب ہو کہ کس نے دنیا میں کتنے نیک عمل کئے، کتنے بُرے، کیا نیکی کی، کیا بُرائی، نیکی کرنے والوں کو نیکی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور بُرائی کرنے والوں کو برائی کا پورا پورا بدلہ ملے گا، کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہوگی، کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہوگی۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (یٰسین) — آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا، اور جو تم لوگ کرتے تھے اسی کا بدلہ دیئے جاؤ گے۔

ہر شخص اپنی فکر میں ہوگا، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، رشتہ دار اور اعزا واقربا بھی منہ موڑ لیں گے، وہ لوگ جو دنیاوی زندگی میں ایک دوسرے کے ہمدرد وبہی خواہ اور مونس وغم گسار ہوتے ہیں وہ بھی ساتھ چھوڑ دیں گے اپنے قریب بھی نہ آنے دینگے ہر شخص ایک دوسرے سے بھاگے گا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (عبس) — جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنے ماں باپ سے، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کی اس دن ایک ایسی حالت ہوگی جو اُسے، دوسرے سے بے نیاز کر دے گی۔

دوست، دشمن بن جائیں گے، اپنے پرائے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے

Scanned by CamScanner

سے یوں بھاگیں گے جیسے کبھی کی کوئی جان پہچان نہ ہو، سورۂ زخرف میں ہے

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے

عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ سوائے متقیوں کے۔

یعنی متقی اور پرہیزگار لوگوں کی دوستی اس دن بھی قائم رہے گی لیکن من مانی زندگی گزارنے والے ایک دوسرے کے دشمن نظر آئیں گے۔ ایک دوسرے کی نظروں سے چھپے پھریں گے کہ مبادا کوئی نیکی نہ مانگ دے، کوئی مدد کا مطالبہ نہ کر دے، وہاں ہر ایک اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہوگا، دنیاوی خوشامد و سفارش کا وہاں کوئی گزر نہ ہوگا انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوگا۔ ہر انسان کے تمام اعزا و اقربا، سارے رشتہ دار، سب دوست و احباب، سارے چہیتے اور دلارے وہاں موجود ہوں گے مگر پھر بھی ہر انسان خود کو اکیلا و تنہا محسوس کرے گا

عجیب چیز ہے اے دوست عالم محشر
بڑا ہجوم ہے پھر بھی ہے ہر بشر تنہا

جب حساب کتاب ہوگا تو انسان جھوٹ بولے گا، اپنی برائیوں کو چھپائے گا۔ اپنے گناہوں کا انکار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا اعمال نامہ پیش کر دیں گے کہ دیکھو یہ ہیں تمہارے کرتوت جو تم نے دنیا میں کئے اور ہمارے فرشتوں نے لکھے ہیں، اگر وہ ان کا بھی انکار کرے گا تو زمین سے گواہی دلوائی جائے گی۔ ارشاد باری ہے:۔

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (اس روز زمین اپنی خبریں بیان کر دے گی) زمین کی گواہی پر بھی اگر وہ چپ نہ ہوا تو اس کے منہ پر مہر لگا کر اس کے اعضاء سے گواہی لی جائے گی۔ حدیث میں ہے کہ گوشت گواہی دے گا، ہڈی گواہی دے گی، ہاتھ پیر گواہی دیں گے، ران گواہی دے گی، یہ ساری گواہیاں انسان کے خلاف ہوں گی، سارے اعضاء بتائیں گے کہ اس شخص نے کس دن کس عضو سے کونسا گناہ کیا تھا، انسان

Scanned by CamScanner

بدحواس ہو اٹھے گا اور کہے گا تمہیں کو بچانے کے لئے میں گناہوں کا انکار کرتا رہا، اور تمہیں میرے خلاف گواہی دے رہے ہو، مگر حشر کے میدان میں اُس کے اعضا۔ اس کے قابو میں نہ ہوں گے، سورۂ یٰسین میں ہے

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔

آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُنکے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں اُنکے کاموں کی گواہی دیں گے۔

محترم بزرگو اور دوستو! میدانِ حشر میں بدحواسی کا یہ عالم ہر ایک کے ساتھ نہ ہوگا، اللہ کے کچھ بندے حشر کے میدان میں بالکل پریشان نہ ہوں گے، ان کا حساب کتاب بھی آسانی سے ہو جائے گا۔ جنت میں داخلہ کی اجازت بھی مل جائے گی، اور حشر کی چلچلاتی دھوپ میں پیاس کے مارے سوکھے ہوئے حلق کو تر کرنے اور پیاس کو بجھانے کے لیے حوضِ کوثر کا جام بھی حاضر ہوگا۔ اُن کے چہروں پر بشاشت ہوگی، ان کے چہروں پر نور ہوگا، طمانینت وسکون کی علامات ہوں گی، یہ وہ نیک بندے ہوں گے جنھوں نے اللہ کی مرضیات کے مطابق زندگی گزاری، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر چلتے رہے، جنھوں نے دنیاوی زندگی میں آخرت کی تیاری کی، نہ دنیا کے آرام وراحت میں پڑکر، عقبیٰ کو فراموش نہیں کیا، جنھوں نے دنیا کی چند روزہ حیات فانی پر، آخرت کی دائمی زندگی کو ترجیح دی، جنھوں نے چار دن کی چاندنی کی خاطر ہمیشہ کا اندھیرا مول نہیں لیا۔ خلاصہ یہ کہ جنھوں نے حشر کے دن کو یاد رکھا تھا اور اس کی پوری تیاری کر کے میدان حشر میں آئے یہی لوگ فلاح یاب وبامراد ہیں۔

بزرگو اور دوستو! یہ دنیا چند روزہ ہے، یہاں کا آرام وچین، یہاں کی تکلیف ومصیبت سب چند روزہ ہے۔ آخرت ایک دائمی زندگی ہے۔

Scanned by CamScanner

وہاں کی ہر چیز کو دوام ہے، آرام و راحت ہو یا تکلیف و مصیبت، اس لئے ہم کو چاہیے کہ ہم چند روزہ آرام کی فکر میں نہ پڑیں، چند روزہ مصیبت سے پریشان نہ ہوں، دین کی خاطر دنیا کی مصیبت جھیل لیں اور آخرت کی ابدی راحت و آسائش حاصل کرنے کی فکر کریں تاکہ میدان حشر میں ہمیں ذلت و رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو
یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتانِ آذری

Scanned by CamScanner

جنّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یَرْحَمُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءَ اَحْمَدُہٗ سُبْحَانَہٗ وَاَشْکُرُہٗ عَلَی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَاُصَلِّیْ وَاُسَلِّمُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الرُّسُلِ وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ ۔ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم! حاضرین جلسہ!

وہ کون مسلمان ہوگا جو جنت میں جانے کی تمنا نہ رکھتا ہو، جس کے دل میں یہ جذبہ اور خواہش نہ ہو کہ جنت کی ابدی اور سرمدی نعمتوں سے لطف اندوز ہو، جنت ہر مسلمان کی مرکز نگاہ اور مرکز توجہ ہے، جنت ہر مسلمان کی آخری خواہش ہے، جنت ہر مومن کا مطلوب و مقصود ہے۔ آخر جنت میں وہ کیا چیز ہے کہ ھر مسلمان اُسے حاصل کرنے کے لئے بےچین و بے تاب رہتا ہے۔ آئیے آپ حضرات کے سامنے میں اسی موضوع پر کچھ روشنی ڈالوں۔

جنت جس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے۔ جس کا گارہ تیز خوشبودار مشک ہے۔ جس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں، جس کی مٹی زعفران ہے، اُسی جنت کی وُسعت اور چوڑائی کو سورۂ حدید میں یوں بیان کیا گیا ہے

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ

اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ جو اُن لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو

Scanned by CamScanner

اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی جنت اور جنت میں ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزرا، لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔

ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ بھی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اگر کوئی جنتی حور زمین کی طرف جھانک دے تو زمین و آسمان کے درمیان کا حصہ روشن ہو جائے۔ اس حور کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اُن سب سے کہیں بہتر ہے۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام "شجرہ طوبیٰ" ہے اس کا سایہ اتنا طویل و عریض ہے کہ چلنے والا سو سال تک چلتا رہے تب بھی سایہ ختم نہ ہوگا۔ جنت میں جانے والے ہمیشہ ناز و نعمت میں رہیں گے، نہ انھیں کبھی محتاجگی گھیرے گی، نہ ان کے کپڑے پرانے ہوں گے، نہ اُن کی جوانی فنا ہوگی۔ ادنیٰ جنتی کا بھی یہ حال ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائے گا تَمَنَّ (تمنا کر) وہ تمنا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی تمنا پورا کرے گا۔ اسی طرح اس سے بار بار تمنا کرنے کے لئے کہا جائے گا، جب اس کی تمناؤں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا لَکَ مَا تَمَنَّیْتَ وَمِثْلُہٗ مَعَہٗ (تم کو میں نے وہ سب دیا جس کی تم نے تمنا کی اور اُتنا ہی اور بھی)

جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے اور ہر درجہ کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ساری کائنات کے لوگ صرف ایک درجہ میں ہی سما سکتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سب سے ادنیٰ جنتی کا یہ حال ہوگا کہ اس کے پاس

Scanned by CamScanner

اسّی ہزار خادم ہوں گے۔ بہتّر حوریں ہوں گے۔
موتی، زبرجد اور یاقوت سے ایک اتنا بڑا قبہ تیار کیا جائے گا۔ جو ملک شام کے مقام جابیہ سے لے کر ملکِ یمن کے مقام صنعا تک وسیع وعریض ہوگا۔ سب اہلِ جنت تیس سال کے ہوں گے، ان کے قد ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔ ان کو ایسے تاج پہنائے جائیں گے جس کا معمولی موتی بھی مشرق ومغرب کو روشن کردے گا۔
جنت میں سونے اور چاندی کے برتن ہوں گے، مسہریاں اور گاؤ تکیے لگے ہونگے اور ہر طرح کا آرام وراحت جس کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ وہاں موجود ہوگا، ہر کام کیلئے خدمتگار حاضر ہونگے، اہل جنت، جنت میں ہمیشہ رہیں گے، کبھی جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ کبھی ان پر موت طاری نہ ہوگی۔ جنت میں دودھ، شہد اور شراب کی نہریں جاری ہونگی جو چیز چاہیں گے، جتنا چاہیں گے، کھائیں پئیں گے۔ جنت میں آزادی کیساتھ جہاں چاہیں گے گھومیں پھریں گے۔ اہل جنت کا سب سے بڑا اکرام یہ ہوگا کہ اللہ ان سے راضی ہوگا، اللہ کے رسولؐ اُن سے راضی ہونگے۔ ———— محترم حضرات! کیا یہ جنت یونہی مل جائیگی کیا اس کے لئے کچھ کرنا نہ پڑیگا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی سے معمولی چیز حاصل کرنیکے لئے بھی محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے، بے کوشش اور بے محنت معمولی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی، تو بتایئے کہ ایسی عیش وآرام والی جنت، اتنے انعام واکرام والی جنت کیا بلا محنت مل جائیگی! نہیں، ہرگز نہیں، جنت کے حاصل کرنیکے لئے بھی کوشش کرنی پڑیگی، بلا کوشش جنت نہ ملے گی۔ جنت حاصل کرنے کی کوشش یہ ہیکہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر چلیں، اللہ اور اسکے رسولؐ کی تعلیمات کی تابعداری کریں خواہشات نفس پر چلنا چھوڑدیں نفس کے بندے نہ بنیں، اللہ کے بندے بن جائیں، تب بلاشبہ اللہ ہم سے راضی ہوجائیگا۔ اور ہم کو اس جنت میں داخل کرے گا جس کا اس نے اپنے نیک بندوں سے وعدہ فرمایا ہے اور جس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں ہے۔ خدا ہم سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

Scanned by CamScanner

دوزخ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی
الْمُخْتَارِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَخْیَارِ اَمَّا بَعْدُ

محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بار بار ڈرایا ہے، دوزخ بڑی خوفناک جگہ ہے، دوزخ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ دوزخ میں آگ ہے، اژدہے اور بچھو ہیں، قسم قسم کے زہریلے جانور ہیں، طرح طرح کے خطرناک عذاب ہیں، دوزخ کی آگ اندھیری رات کی طرح بالکل سیاہ ہے اس کی لپیٹ میں روشنی نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس تک دھونکا گیا تو وہ سرخ ہو گئی، پھر ایک ہزار برس تک دھونکا گیا تو سفید ہو گئی، پھر ایک ہزار برس تک دھونکا گیا تو سیاہ ہو گئی۔ اور اب سیاہ ہی ہے، وہاں بالکل تاریکی اور گھپ اندھیرا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہاری آگ جسے تم اپنے گھروں میں جلاتے ہو، دوزخ کی آگ کے ستّر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! جلانے کے لئے تو یہی آگ کافی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا، مگر دوزخ کی آگ اس آگ سے انہتّر ۶۹ گنا بڑھ کر ہے ـــــ یہ تو دوزخ کی آگ کا عالم ہے اور دوزخ کی گہرائی کا یہ عالم ہے کہ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ

Scanned by CamScanner

ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کی آواز ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ "اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں"۔ حضورؐ نے فرمایا "یہ جہنم کی تہ میں پتھر گرنے کی آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو ستّر سال پہلے جہنم کے منہ پر گرنے کے لئے چھوڑا تھا۔ اب یہ جہنم کی تہ میں پہونچا ہے۔

جہنمیوں کو دیکھ کر جہنم بھڑک اٹھے گی اور اس کے شعلے بلند ہونے لگیں گے

سورۂ ملک میں ہے

وَلِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۝ تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ (پ ۲۹)

جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں انکے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے، جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے اور وہ اسطرح جوش مار رہی ہوگی جیسے ابھی غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑیگی۔

دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب یہ ہوگا کہ دوزخی کو آگ کا جوتا پہنا دیا جائے گا جسکی گرمی سے اس کا دماغ کھولے گا، وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب مجھی کو ہو رہا ہے حالانکہ وہ سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

جہنمی انتہائی بدصورت اور سیاہ بنے ہوئے ہونگے، وہ موت موت پکاریں گے مگر انھیں موت نہ آئیگی، وہ رونا چاہیں گے تو رو نہ سکیں گے کیونکہ آنسو ختم ہو چکے ہونگے، لہذا آنسو کی جگہ آنکھوں سے خون بہے گا۔ آنسو بہنے کی جگہ نہر اور نالی کی طرح گڑھے پڑ جائیں گے آنکھ زخمی ہو جائے گی، وہ بھوک بھوک چلائیں گے تو انھیں کھانے کے لئے آگ کے کانٹے دیئے جائیں گے جن سے نہ بھوک مٹے گی نہ پیٹ بھرے گا، پھر چلائیں گے تو انھیں گلے میں اٹکنے والا کھانا دیا جائے گا، لہذا اس اٹکے ہوئے کھانے کو نیچے اتارنے کے لئے پانی مانگیں گے اس پر انھیں کھولتا ہوا پانی دیا جائیگا کہ چہرے کے قریب آتے ہی وہ چہرہ کو بھون ڈالے گا، اور

Scanned by CamScanner

اور جب وہ پیٹ میں پہونچے گا تو پیٹ کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ جہنمیوں کو پیپ، خون اور کڑوے پھل کھانے کو دیئے جائیں گے، اونٹ کے برابر سانپ اور خچر کے برابر بچھو اس کے ڈسنے کے لئے مسلط کر دیئے جائینگے۔ گرم گرم پانی سر پر ڈالا جائے گا۔ لوہے کے گرز سے پٹائی ہوگی، کھال پلٹ دی جائیگی۔ لمبی لمبی زنجیروں میں جکڑے جائیں گے گلے میں طوق پڑا ہوگا۔ گندھک کے کپڑے پہنائے جائیں گے تاکہ آگ تیزی کے ساتھ لگے۔ جہنمی کو اگر یہ اجازت مل جائے کہ وہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں کو دے کر اپنے آپ کو جہنم سے بچالے تو وہ اس کے لئے دل وجان سے تیار ہوگا مگر وہاں یہ سب کچھ نہ ہوگا۔ جہنم سے نجات پانے کی کوئی راہ نہ ہوگی، عذاب الٰہی بھگتنا پڑے گا۔

محترم حضرات! کہاں تک بتایا جائے کہ جہنم کتنی خوفناک اور خطرناک جگہ ہے، اور اس میں کیا کیا عذاب ہے۔ ہمیں اور آپ کو یہ سوچنا اور دیکھنا ہے کہ جہنم کے اس دردناک عذاب میں کون لوگ مبتلا کئے جاتے ہیں اور کون لوگ ہیں جو اس سے نجات پاکر جنت کے ابدی انعامات کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا شَقِيٌّ (جہنم میں وہی داخل ہوتا ہے جو بدبخت ہے) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! بدبخت سے کون مراد ہے؟ حضورؐ نے فرمایا

مَنْ لَمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَ لَمْ يَتْرُكْ لَهٗ بِمَعْصِيَةٍ — جو اللہ کی رضا کے لئے عمل نہ کرے اور جو اللہ کی رضا کے لئے گناہ ترک نہ کرے۔

بزرگو اور دوستو! یہیں سے سمجھ میں آگیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی خوشنودی کی فکر نہ کرنا جہنم میں جانے کا راستہ ہے اور اللہ کی مرضی پر چلنا اور اسکی خوشنودی کیلئے گناہوں کا چھوڑ دینا جہنم سے نجات دلانے اور جنت میں لیجانے کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ؎ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

Scanned by CamScanner

کامیاب کون؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم، حاضرینِ مجلس!

دنیا میں کامیابی اور کامرانی کا الگ الگ معیار ہے، جو جس لائن اور جس شعبے سے تعلق رکھتا ہے، اس نے اسی اعتبار سے معیار بنایا ہے، طالب علم کی کامیابی امتحان میں پاس ہو جانا ہے۔ ڈاکٹر کی کامیابی یہ ہے کہ اس کا مطب چلنے لگے، وکیل کی کامیابی یہ ہے کہ اس کی وکالت چمک جائے، استاذ کی کامیابی یہ ہے کہ شاگرد اس کی تعلیم سے مطمئن ہوں، تاجر کی کامیابی یہ ہے کہ اس کا کاروبار دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا جائے، صنعت کار کی کامیابی یہ ہے کہ اس کی مصنوعات کی مارکیٹ میں مانگ پیدا ہو جائے، سیاست داں کی کامیابی یہ ہے کہ وہ اسمبلی و پارلیمنٹ کا ممبر بن جائے، ایم، پی اور ایم ایل اے کی کامیابی یہ ہے کہ وہ کرسیٔ وزارت تک پہونچ جائے، ڈگری یافتہ شخص کی کامیابی یہ ہے کہ اسے ملازمت مل جائے، ملازم کی کامیابی یہ ہے کہ اسے عہدہ و منصب مل جائے۔ غرضیکہ ہر ایک کی کامیابی اس کے اختیار کردہ طریقہ کے اعتبار سے ہے، اس میں مدارج ترقی طے کرتے جانا کامیابی کی دلیل اور علامت ہے اور

اسی حال پر رہ جانا، یا الٹی چال چلنے لگنا ناکامی کی دلیل اور علامت ہے۔

کامیابی اور ناکامی کا یہ انداز دنیا میں روزانہ برتا اور استعمال کیا جاتا ہے اسی سے ہر ایک کے کامیاب اور ناکام ہونے کی پرکھ ہوتی ہے۔ جانچ پڑتال ہوتی ہے۔

لیکن آیئے ہم اس معیار پر گفتگو کریں جو تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہے، خواہ وہ طالب علم ہو یا استاذ، تاجر ہو یا ملازم، صاحب منصب ہو یا محکوم، ڈاکٹر ہو یا وکیل، سائنس داں ہو یا انجینیر، عالم ہو یا جاہل، عام آدمی ہو یا خاص، عورت ہو یا مرد، امیر ہو یا غریب، شہری ہو یا دیہاتی، سب کی کامیابی اور ناکامی کا معیار ہے، سب کو جانچنے اور پرکھنے کا پیمانہ ہے، وہ ہے اخروی کامیابی، وہ پیمانہ ہے جہنم سے چھوٹ جانے اور جنت میں داخل ہونے کا، جو اس معیار پر پورا اترا، حقیقت میں وہی کامیاب ہے، خواہ وہ دنیا میں کوئی پیشہ اختیار کئے ہوئے ہو کسی خاندان اور برادری کا ہو، کسی ملک، علاقہ یا بستی سے تعلق رکھتا ہو

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	تمہیں پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ہی ملے گا
فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ	پس جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت
الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ	میں داخل کیا گیا وہ پورا کامیاب ہوا، اور
الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ	دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر دھوکے کا سودا،

(آل عمران — ۱۸۵)

بزرگو اور دوستو!

روزانہ پانچ وقت موذن پکارتا ہے

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ (آؤ نماز کی طرف) حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ (آؤ کامیابی کی طرف) جس نے اس پکار پر لبیک کہا اور نماز کے لئے آگیا وہ کامیاب ہے، جو اپنے

Scanned by CamScanner

گھر بیٹھا رہ گیا، دوکان میں رہ گیا، کارخانے میں رہ گیا، کھیت کھلیان پر رہ گیا، دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں رہ گیا، کرکٹ کی کمنٹری سنتا رہا، کھیل کود اور تفریح میں لگا رہا، کاروبار میں پھنسا رہا، کام دھندے میں لگا رہا، وہ ناکام ہے، اذان کی آواز سن کر مسجد میں آنے والا جنتی ہے، نماز چھوڑنے والا جہنمی۔

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ (مدثر۔۴۲تا۴۵)

پوچھا جائیگا تمہیں کیا چیز جہنم میں لے گئی وہ جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ مشغلہ میں رہا کرتے تھے۔

کامیاب وہ لوگ ہیں جو نمازوں میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں، کامیاب وہ لوگ ہیں جو لغویات سے اعراض کرتے ہیں، کامیاب وہ لوگ ہیں جو نیکیاں اختیار کرتے ہیں، کامیاب وہ لوگ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں کامیاب وہ لوگ ہیں جو امانتوں میں خیانت نہیں کرتے، کامیاب وہ لوگ ہیں جو حدود الٰہی میں تجاوز نہیں کرتے، جنت ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ

وہ مسلمان کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں، لغو باتوں سے الگ رہنے والے ہیں اور اعمال واخلاق میں اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں الا یہ کہ بیویاں ہوں یا شرعی باندیاں ہوں کیونکہ اس صورت میں ان پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ کا طلبگار ہوا یسے لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں، جو لوگ

Scanned by CamScanner

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۔ (مومنون ۔ ۱ تا ۱۱)

اپنی امانتوں اور عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں وہی لوگ فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

کامیاب وہ نہیں ہے جو اقتدار کی کرسیوں پر متمکن ہے، کامیاب وہ نہیں ہے جو کسی بڑے کارخانہ یا فیکٹری کا مالک ہے۔ کامیاب وہ نہیں ہے جو اپنی تحریر و تقریر سے لوگوں کا دل موہ لیتا ہے، کامیاب وہ نہیں ہے جس کے ماتحت بے شمار خدام و ملازم ہیں، کامیاب وہ نہیں ہے جو قائد قوم کہلاتا ہے، سردار خاندان سردار محلہ کہلاتا ہے، کامیاب وہ نہیں ہے جو ایک آواز پر ہزاروں کی بھیڑ اکٹھا کر لیتا ہے، کامیاب وہ نہیں ہے جو ہواؤں کے دوش پر اڑتا اور سینہ آب پر سفر کرتا ہے، کامیاب وہ نہیں ہے جو چاند پر کمندیں ڈالتا اور مریخ تک اڑان بھرتا ہے۔ کامیاب وہ نہیں ہے جو ایٹمی ہتھیاروں کا مالک ہے، اسلحوں کا انبار لگا رکھا ہے۔ کامیاب وہ نہیں ہے جس نے فلک بوس بلڈنگیں تعمیر کر رکھی ہیں، کامیاب وہ نہیں ہے جو سپر پاور کہلاتا ہے، کامیاب وہ نہیں ہے جو ویٹو کا حق رکھتا ہے، کامیاب وہ نہیں ہے جو شاندار لباس پہنتا ہے عمدہ کھانے کھاتا ہے، عالیشان عمارتوں اور بنگلوں میں رہتا ہے۔

کامیاب وہ ہے جو اللہ کو مانتا ہے اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، اسکی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا ہے، پھر اس کے بعد دنیاوی کامیابی کے جو زینے بھی طے کرے کامیاب ہے اور ان کے بغیر خواہ کتنا ہی کامیاب مانا جاتے ناکام ہے۔

Scanned by CamScanner

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(اعراف — ۱۵۷)

جو لوگ ایسے رسول نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ جن کی صفت یہ ہے کہ وہ نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پرحرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ پس جو لوگ ایسے نبی پر ایمان لائے اور ان کی حمایت کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ بھیجا گیا۔ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حضرات گرامی قدر!

اسی ایمان والے کے دم سے دنیا قائم ہے، اگر ایمان والا دنیا میں نہیں رہے گا تو دنیا اپنی بے پناہ سائنسی، اقتصادی اور معاشی ترقیات کے باوجود فنا ہو جائے گی۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ (مسلم)

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جائے۔

سوچئے! کس قدر کامیاب وکامراں ہے اللہ کا نام لینے والا کہ اس کے وجود سے دنیا کا وجود ہے، اس کے خاتمہ سے دنیا کا خاتمہ۔

بزرگو اور دوستو! ہمارے سامنے سے پردہ ہٹ جانا چاہئے، ہمیں خواب خرگوش سے بیدار ہو جانا چاہئے۔ ہم نے کامیابی اور ناکامی کے جو تصوراتی محل بنا رکھے ہیں انہیں چکنا چور کر دینا چاہئے، اور اس کاروبار و تجارت کو اختیار کر لینا چاہئے

ہمیں عذاب الیم سے بچالے اور جنت کا حقدار بنا دے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۔ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

(صف ۔ ۱۰ تا ۱۲)

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتلاؤں ۔ جو تم کو ایک بڑے دردناک عذاب سے بچالے وہ یہ کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو ۔ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو جب ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی اور ایسے عمدہ مکانوں میں داخل کریگا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں بنے ہونگے ۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے

اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہمارا شمار ابرار و اتقیاء میں ہو گا، صلحا اور پاکبازوں میں ہوگا ۔ نکوکاروں اور تابعداروں میں ہوگا ۔ اور یہ فرمان خداوندی صادق آئیگا

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۔ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۔ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۔ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ

بے شک نیک لوگ بڑی آسائش میں ہونگے مسہریوں پر بیٹھے بہشت کے عجائبات دیکھتے ہونگے تم انکے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانو گے، ان کو پینے کے لئے شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملیگی اور حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیز کی حرص کرنا چاہئے اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی کی ہوگی، یعنی

Scanned by CamScanner

(مطففین ۔ ۲۲ تا ۲۸) ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے

برادرانِ اسلام!

یہ کوئی قصہ کہانی نہیں ہیں، یہ ازلی اور ابدی صداقتیں ہیں، ان کا وجود وقوع اتنا ہی یقینی بلکہ اس سے بڑھ کر ہے جتنا ہمیں اپنے وجود کا یقین ہے، سورج کے وجود سے دن کے وجود کا یقین ہے۔ آگ میں جلانے کی صلاحیت اور برف میں ٹھنڈک کا یقین ہے،

ارشاد ربانی ہے

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ (حدید ۔ ۱۲)

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

جو میدان حشر میں نور کا خواہاں ہو، سامنے آئے، جو رضائے الٰہی کا متلاشی ہو، عمل میں جٹ جائے، جو ابدی نعمتوں کا متمنی ہو، جو جنت چاہتا ہو، جو کامیابی اور کامرانی کی جستجو میں ہو وہ اُن راہوں پر چل پڑے جنھیں شاہراہِ دین کہا جاتا ہے صراطِ مستقیم کہا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اما بعد

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا — کہ ذرہ ذرہ میں ہے ذوقِ آشکارائی
کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ جہاں — نگاہِ شوق اگر ہو شریکِ بینائی
اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری — اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی
نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو — ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

صدرِ محترم و فدایانِ ملتِ اسلامیہ !

اللہ کی آخری کتاب قرآن، جو نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ وہ کتاب ہدایت ہے جو بے نظیر و بے مثال ہے۔ یہ کتاب عظیم خود اپنے الفاظ میں "القرآن" بھی ہے اور "قرآن مجید" بھی، "قرآن حکیم" بھی ہے، "قرآن مبین" بھی، "الکتاب" بھی ہے اور "کتاب مبین" بھی، "کتاب عزیز" بھی ہے اور "کتاب حکیم" بھی، الفرقان بھی ہے اور "الذکر" بھی۔

ایسی بلند پایہ کتاب جس کا بوجھ اٹھانے کی پہاڑوں میں بھی سکت نہیں مالک کائنات نے اس کے اٹھانے کی صلاحیت ہم جیسے کمزور و ناتواں انسانوں میں پیدا فرما دی۔ اس فضل الٰہی پر قربان، اس کرم خداوندی کے نثار۔

Scanned by CamScanner

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

قرآن کتاب ہدایت ہے، اس سے رہنمائی حاصل کرنے والا ہدایت فرد پاتا ہے، قرآن حجت و برہان ہے، اس سے حقائق کا پردہ ضرور کھلے گا، قرآن رحمت و شفا ہے، وہ ہر زمانہ کی دم توڑتی، سسکتی، بلکتی انسانیت کا مداوائے غم بہر حال ہے، ہر دور کے مریضانِ روح کا علاج اسی سے ممکن ہے، اسی کے ہم پلّہ اور ہم پایہ کوئی آسمانی کتاب بھی نہیں، غیر آسمانی کتابوں کا تذکرہ ہی کیا۔

قرآن کا بتایا ہوا راستہ بالکل سیدھا اور سچا ہے، فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے، دل کو لگتا اور دماغ کو اپیل کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ (یونس ـــ ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے، اور ہدایت و رحمت ہے مومنین کے لئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (بنی اسرائیل ۹)

بیشک یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے، اور ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری دیتا ہے کہ انھیں بہت بڑا اجر ملے گا۔

قرآن کے بتلائے ہوئے راستہ پر جو چلا، عزت والا بنا، نیک نام ہوا، کتاب الٰہی کی پابندی اور اس کی ہدایات پر عمل انسان کو دنیا و آخرت ہر جگہ کامیاب کرتا ہے، سرخ رو بناتا ہے۔

Scanned by CamScanner

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ (اعراف ـ ۱۷۰)

جو لوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، تو ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضایع نہیں کرتے۔

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کرلو
ملت احمد مرسل کو مقامی کرلو

لیکن جو کتاب الٰہی کو چھوڑ دے، اس پر عمل ترک کردے، اس کو صرف برکت کا ذریعہ سمجھ لے، وہ عزت والا کیسے بن سکتا ہے، دعویٰ ہو قرآن پر عمل کا، قرآن پر ایمان رکھنے کا، اور عملی زندگی میں قرآن سے کوئی مناسبت نہ ہو، ایسی حالت میں ذلت وخواری نہ ملے گی تو کیا ملے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ (مسلم)

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ کچھ لوگوں کو اوپر اٹھاتا ہے اور کچھ لوگوں کو نیچے گراتا ہے

بزرگو اور دوستو!

جو قرآن پر عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو سر بلندی عطا فرمائے گا، عزت دے گا، مقام و مرتبہ سے نوازے گا، جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عزت دی، مقام و مرتبہ دیا، قرآن سے دوری اختیار کرنے والے، قرآن سے ناواقف، قرآنی تعلیمات سے ناآشنا، خواہ اسلام کا نام لیتے ہوں، عزو وقار اور شرف و افتخار کے حقدار نہیں۔

ہم مسلمانوں کا کتنا زبردست المیہ ہے کہ ہم قرآن کو چھوڑے ہوئے ہیں نہ جانے کتنے مسلمان ایسے ملیں گے جنھیں ناظرہ پڑھنا بھی نہیں آتا۔ وہ اس کے معنیٰ و مطالب پر کیا غور کریں گے، اس سے ہدایت ورہنمائی کیا حاصل کریں گے

Scanned by CamScanner

ایسے لوگ سب سے زیادہ محروم القسمت ہیں، خواہ دنیا جہاں کی دولت سے مالا مال ہوں

حدیث نبوی ہے

اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْئٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ (ترمذی) جس کے سینہ میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

قرآن کہتا ہے نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، ہم کوئی توجہ نہیں کرتے، قرآن کہتا ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی فکر رکھو، ہم سنی اَن سنی کر جاتے ہیں، قرآن کہتا ہے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، بھائیوں جیسا معاملہ کرو، ہم دشمنوں جیسا معاملہ کرتے ہیں، قرآن کہتا ہے قتل ناحق نہ کرو، چوری، ڈکیتی، لوٹ مار، خوں ریزی، اور فتنہ و فساد سے بچو، ہم ان میں گلے گلے ڈوبے ہوئے ہیں، قرآن کہتا ہے آپس میں اختلاف نہ کرو، گروپ بندیاں نہ کرو، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، ہم ہیں کہ ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار، قرآن کہتا ہے اپنے سارے معاملات اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق طے کرو، ہم اپنے مسائل کا حل غیر اسلامی قوانین میں ڈھونڈھتے ہیں، قرآن کہتا ہے کہ دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہمیشہ تیار رہیں، ہم ہیں کہ ہمیں اپنے راحت کدوں سے فرصت نہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ عزت، اللہ، اس کے رسولؐ اور مومنین کا طریقہ اختیار کرنے میں ہے مگر ہم عزت، اللہ، اس کے رسولؐ اور مومنین کے دشمنوں اور باغیوں میں ڈھونڈھتے ہیں۔ بتائیے! یہ قرآن کو چھوڑنا ہوا یا نہیں، پھر آخر ہمیں عزت کیسے ملے، ہماری ذلت و خواری کیسے دور ہو؟ کیا ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شکایت بجا نہ ہوگی۔

Scanned by CamScanner

وَقَالَ الرَّسُولُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا
(فرقان — ۳۰)

اس دن رسولؐ کہیں گے اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔

ہمیں ذلت وخواری سے نجات پانے کے لئے قرآن پر عمل کرنا ہوگا، اسے اپنی زندگیوں میں لانا ہوگا۔

مثلِ بو قید ہے غنچے میں پریشاں ہوجا
رخت بر دوش ہوائے چمنستاں ہوجا
ہے تنک مایہ تو ذرہ سے بیاباں ہوجا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ترے قدموں سے نسبت جن کو ہے وہ سر جھکیں کیونکر
کسی مغرور کے در پر یا کسی سلطان کے آگے

ادیبؔ مالیگانوی

Scanned by CamScanner

مسلمانوں کی موجودہ مشکلات اور اُن کا حل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کُھلتے ہیں غلاموں پر اَسرارِ شہنشاہی
عطّار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی
اے طائرِ لاہوتی، اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو، پرواز میں کوتاہی

صدرِ محترم! حاضرین جلسہ!

ہر طرف شور ہے مسلمان تباہ کئے جا رہے ہیں، کوئی ان کا پرسان حال نہیں، جس کو دیکھو وہ مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہے، جس طرف نظر ڈالو مسلمانوں کو کمزور کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں، مسلمان جس نے کبھی دنیا کے اکثر حصے پر حکمرانی کی تھی بڑی بڑی صاحبانِ اقتدار سلطنتوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا، بڑے بڑے جاہ و حشم اور غرور و تمکنت کے مالک اربابِ اقتدار کے چھکے چھڑا دیئے تھے، آج وہی مسلمان محکومی کی زندگی گزار رہا ہے۔ جہاں وہ صاحبِ اختیار و اقتدار ہے، وہاں بھی دوسروں کے زیرِ سایہ ہے، دوسرے کی مدد کا محتاج ہے، دوسروں کی سرپرستی میں جی رہا ہے کتنے حسرت و افسوس کا مقام ہے۔

Scanned by CamScanner

مسلمان جس نے دریاؤں اور سمندروں پر حکومت کی، مسلمان جس نے صحرا و بیابان اپنے زیر نگیں کئے۔ مسلمان جس کے حکم کی تابعداری جنگل کے بے زبان جانوروں اور مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک اُڑتی ہوئی ہواؤں نے کی، ہاں ہاں وہی مسلمان آج حیران و پریشان، افسردہ و غمناک زندگی کے مقابلے میں بے بس و بے کس اور لاچار و مجبور نظر آرہا ہے۔

آخر ایسا کیوں ہوا، مسلمانوں کو یہ دن کیوں دیکھنا پڑا، کیا اسباب و عوامل ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے عروج کو زوال سے، اقتدار کو محکومی سے، عزت و ناموری کو، ذلت و خواری سے بدل دیا۔ آج میں اسی موضوع کو لے کر آپ کے سامنے آیا ہوں میں مسلمانوں کے اصل مرض کی بھی تشخیص کروں گا اور ان کا علاج بھی بتاؤں گا۔ مسلمانوں کی موجودہ نکبت و پستی کے اسباب بھی واضح کروں گا اور ان کا حل بھی پیش کروں گا۔ لیکن یاد رکھئے یہ علاج اور یہ حل میرا وضع کردہ نہ ہوگا، قرآن و حدیث کا بتایا ہوگا، مالکِ کائنات اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات و ہدایات کی روشنی میں ہوگا۔

اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

بزرگو اور دوستو! آج ہم کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اپنے آپ کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اتنا بدلنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے ساتھ ہمارا ماحول بدل جائے ہمارے حالات بدل جائیں، ایک نئی دنیا ہو، نئی فضا ہو، نئی آب و ہوا ہو، اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

Scanned by CamScanner

ہماری زندگیوں میں ایسا انقلاب رونما ہو جائے جو گردشِ وقت کو پھیر دے حالات کے رُخ کو موڑ دے، تاریخ کا دھارا جو غیروں کی سمت بہ رہا ہے، اس کا بہاؤ ہماری طرف ہو جائے، ہماری ہی کایا نہ پلٹے، دنیا کی کایا پلٹ جائے، پھر جانتے ہیں آپ کیا ہوگا؟ یہ دنیا اور دنیا کا اقتدار مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہوگا، یہ کائنات اور کائنات کی نیرنگیاں مسلمانوں کے تابع فرمان ہونگی، حکومت اور حکمرانی سلطنت اور سلطانی مسلمانوں کی جاگیر ہوگی۔ مسلمانوں کا قافلۂ رشد و ہدایت اور کاروانِ علم و حکمت، اسلاف کے تابندہ نقوش سے رہنمائی حاصل کرتا ہوا منزل بہ منزل کامیابیوں اور کامرانیوں کی طرف بڑھتا جائے گا۔

آج مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اختلافات کو مٹانے اور آپسی بھید بھاؤ کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے اور ایک دوسرے کے ساتھ سچی ہمدردی اور بہی خواہی کی ضرورت ہے، من و تو کے امتیاز، رشتہ ناطہ کی تفریق، گروہی عصبیت اور فرقہ بندیوں کی زنجیروں اور بندشوں کو توڑ پھینکنے کی ضرورت ہے اور اس کے بعد اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لینے کی ضرورت ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ	تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں متفرق نہ ہو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی، پس تم اللہ کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم جہنم کے گڈھے کے کنارے پر تھے پس تم کو اس سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی تمہارے لئے اپنی

Scanned by CamScanner

تَهْتَدُوْنَ (آل عمران) نشانیوں کو بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔

عرب کے جس ماحول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ اس میں بھی اختلافات تھے، لوگ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے، خون کے پیاسے تھے، معمولی معمولی باتوں پر خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں، خاندانی وگروہی اختلافات مدت العمر چلتے رہتے تھے، قبیلہ، قبیلہ کا، خاندان، خاندان کا دشمن تھا، لیکن جب انھیں جانی دشمنوں کو اسلام کی دولت ملی تو بھائی بھائی بن گئے، ذاتی دشمنی کو فراموش کردیا اور دینی اُخوت کی بناپر ایک دوسرے کے ہمدرد اور خیرخواہ بن گئے، مدینہ کے انصار دو مشہور قبیلوں اوس اور خزرج میں منقسم ہوگئے تھے اور ایک زمانہ سے ان میں عداوت چلی آرہی تھی، وہ بھی گلے مل گئے اور زمانۂ جاہلیت کی عداوت ایک داستانِ پارینہ بن گئی۔ سورۂ انفال میں ہے

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ نے اُن کے دلوں کے درمیان محبت پیدا کردی اگر آپ زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کردیتے تو بھی ان کے دلوں میں محبت نہ پیدا کرپاتے لیکن اللہ نے انکے دلوں کو جوڑ دیا، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے

صحابہ کرامؓ کا تو یہ حال کہ اسلام لانے کے بعد انھوں نے پُشتوں کا جھگڑا منٹوں میں ختم کردیا، اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم مسلمان کے گھر پیدا ہوئے، مسلم گھرانے میں پلے اور بڑھے، خدا کے فضل وکرم سے اسلام کی دولت ہم کو پشتہا پشت سے نصیب ہے مگر ہم ہیں کہ اپنی عداوتوں کو ختم کرنے کے بجائے بڑھاوا دینے میں لگے ہیں، آپسی اختلافات کو مٹانے کے بجائے طول دینا پسند کرتے ہیں۔ گلے ملنے اور بھائی بھائی بن جانے میں اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ ہم دنیا بھر کے نزاعی چکروں میں مبتلا ہیں اور کسی کو بھی ختم کرنے کی فکر نہیں ہے۔ بتایئے! کیا ان حالات میں ہم آگے بڑھ سکتے ہیں؟ ترقی کرسکتے ہیں؟ کیا

Scanned by CamScanner

اتحاد و اتفاق کی دولت کے بغیر کوئی قوم باعزت زندگی گزار سکتی ہے ؟

منفعت ایک ہے، اس قوم کا نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایماں بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں، اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

قرآن کہتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (سب مسلمان بھائی بھائی ہیں)
حضورؐ فرماتے ہیں اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں) حضورؐ کا ہی ارشاد ہے کہ تمام مسلمان فرد واحد کی طرح ہیں، اگر آنکھ بیمار ہوگی تو پورا جسم تکلیف محسوس کریگا اگر سر بیمار ہو جائے تو پورا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جائے گا، خواہ کسی عضو میں کوئی تکلیف ہو، اس کا درد اس کی پریشانی پورا بدن جھیلتا اور محسوس کرتا ہے۔

قوم گویا جسم ہے، افراد ہیں اعضائے قوم
منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم
مبتلائے درد کوئی عضو ہو، روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

محترم دوستو! ہمیں اپنے اندر اتحاد و اتفاق پیدا کرنیکی ضرورت ہے، اپنے اختلافات مٹا دینے کی ضرورت ہے، گروہی عصبیتوں کو فنا کر دینے کی ضرورت ہے، جبھی ہم کو کامیابی و کامرانی حاصل ہوگی۔

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارے اندر عمل کی کمزوری تو نہیں آگئی ؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہمارے اسلاف جس طرح دین پر عمل کرتے تھے، دین کی خاطر اپنا تن من دھن لٹا دیتے تھے، ہم نے اسے چھوڑ دیا ہو ؟

مسلمانو! سوچو! کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنا چھوڑ دیا، ہمارا اعمال نامہ عمل صالح کی دولت سے مالا مال نہیں، ہم اللہ کے نہیں بنے، اسی لئے اللہ بھی ہمارا مددگار نہیں، ہم نے غیروں کی وضع قطع اپنا لی، غیروں کا تمدن اختیار کر لیا، غیروں کے طور طریق پسند کر لئے، اسی لئے ہمارا یہ حال ہے جو ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

حالانکہ اگر ہم دین پر چلیں تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ہمیں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے گا، ہمیں فوز و فلاح سے ہمکنار کرے گا، دنیا اور آخرت دونوں جگہ سرخ روئی نصیب فرمائے گا، مگر شرط یہ ہے کہ ہم ایمان والے بنے رہیں، یعنی صرف زبانی دعوائے ایمان نہ ہو بلکہ ایمان کے تقاضوں پر بھی عمل کرنے والے بن جائیں، اللہ کے دین کی مدد کریں تاکہ اللہ بھی ہمارا حامی و مددگار ہو جائے

دوستو! قرآن ہمیں پکار رہا ہے، گوش بر آواز ہو جاؤ۔ قرآن کہتا ہے۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ — اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد

Scanned by CamScanner

يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (محمد) کریگا اور (دشمنوں کے مقابلے میں) تمہارے قدموں کو جما دیگا

قرآن دوسری جگہ کہتا ہے

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران) پست ہمت نہ بنو اور غم نہ کرو، تمہیں سر بلند رہو گے اگر تم مومن رہے۔

قرآن تیسری جگہ کہتا ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (نحل) جو مرد و عورت ایمان لانے کیساتھ ساتھ نیک عمل بھی کریں ہم انھیں پاکیزہ زندگی عطا کرینگے اور انھیں اُس سے زیادہ اچھا بدلہ دیں گے جو وہ عمل کرتے ہیں

قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ اگر تمہارا مددگار بن جائے تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، لیکن اگر اللہ تمہیں ذلیل و رسوا کر دے تو پھر اللہ کے مقابلے میں کوئی تمہارا حامی و مددگار نہیں مل سکتا، اس لئے بھروسہ اللہ ہی پر ہونا چاہیے، مدد اللہ ہی سے مانگنی چاہیے

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (آل عمران) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر اللہ تم کو رسوا کر دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

قرآن صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ خلافت فی الارض کے مستحق وہ مومنین ہیں جو اعمالِ صالحہ کی دولت سے مالا مال ہوں، صرف زبانی دعوائے ایمان نہ ہو، دعویٰ کی عملی دلیل بھی ہو۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور) وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائیں اور عمل صالح کریں کہ انھیں زمین کی خلافت عطا فرمائیگا جیسے اُن سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی

Scanned by CamScanner

مومن نہیں، جو صاحبِ لولاک نہیں ہے ٭ عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث

حاضرینِ مجلس! ذرا غور کیجئے اور دیکھئے کہ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کے مسلمانوں کا نقشہ کس طرح کھینچا ہے، حضورؐ کے ارشاد کو سنئے اور سوچئے کہ کیا آج وہی حالات نہیں ہیں، جن کی چودہ سو برس پہلے حضورؐ نے پیشینگوئی کر دی تھی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ غیر قومیں مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اسی طرح ایک دوسرے کو بلائیں گی جس طرح کھانے والا اپنے پیالہ کی طرف بلاتا ہے، گویا مسلمانوں کو لقمۂ تر سمجھ کر ہر ایک ہڑپ کرنے کی کوشش کرے گا، صحابۂ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ (شاید اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی) حضورؐ نے فرمایا بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ عَلَيْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ (نہیں! تم اُس دن آج کے مقابلے میں کہیں زیادہ تعداد میں ہوگے لیکن سیلاب کے جھاگ کے مانند بے حیثیت ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن پیدا کر دیگا) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ (اے اللہ کے رسولؐ! وہن کیا چیز ہے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا) یعنی اس وقت مسلمان دنیا کی محبت میں مبتلا ہونگے اور موت سے ڈرنے لگیں گے۔

اے لا الٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں ٭ گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے ٭ کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Scanned by CamScanner

مسلم پرسنل لا

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم   امابعد

محترم بزرگو اور دوستو!

آپ نے "مسلم پرسنل لا" کا نام بہت سنا ہوگا، مگر کیا آپ کو معلوم ہے کہ "مسلم پرسنل لا" کیا ہے؟ مسلم پرسنل لا کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟ اور مسلم پرسنل لا کو کیا مقام و مرتبہ حاصل ہے؟ مسلم پرسنل لا کا مطلب ہے مسلمانوں کا عائلی قانون، یعنی نکاح و طلاق، وراثت و ہبہ، پرورش و پرداخت کے متعلق مسلمانوں کا نجی قانون۔

بزرگان ملت! ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ نکاح و طلاق ہو یا وراثت و ہبہ یا اور کوئی قانون اسلام! سب کا ماخذ قرآن و حدیث ہیں، سب کی جڑ اور بنیاد کتاب و سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ قانون، حکم کا نام ہے، اور حکم وہی دے سکتا ہے جسے حکم دینے کا اختیار ہو اور حکم دینے کا اختیار صرف خدائے واحد و قہار کو ہے فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ (حکم صرف اسی بلند و برتر کا حق ہے جسے اللہ کہتے ہیں) اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (حکم دینا صرف اللہ کا حق ہے) اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (خبردار! سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا دونوں اللہ ہی کیساتھ خاص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو احکام نازل فرمائے ہیں وہ قرآن و حدیث کہلاتے ہیں، اسی کو دوسرے لفظوں میں کتاب و سنت بھی کہا جاتا ہے۔ احادیث کریمہ

Scanned by CamScanner

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات وارد ہوتے ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے جو عملی نمونے پیش کئے ہیں وہ بھی اللہ ہی کے حکم سے ہیں وہ حضورؐ کی ذاتی رائے یا ذاتی عمل نہیں بلکہ سب اللہ کی وحی سے ہے، سب کا سب واجب الاتباع اور واجب العمل ہے۔ سورۂ نجم میں ہے

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ — آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی ہوتی ہے۔

سورۂ احزاب میں ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

ایک اور جگہ ارشادِ خداوندی ہے

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا (حشر) — رسولؐ تمہیں جس چیز کا حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس سے روکدیں، اس سے رُک جاؤ۔

ائمہ مجتہدین نے جو مسائل بیان کئے ہیں وہ قرآن وحدیث کی ہی تشریح و تفسیر ہے۔ انھوں نے ہماری راہ آسان کردی، ہم قرآن وحدیث سے براہ راست مسئلہ مستنبط کرنے کی زحمت سے بچ گئے، یہ ائمہ مجتہدین کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ انھوں نے اپنی عمریں کھپاکر، اپنا بیش قیمت وقت لگاکر یہ کام کردیا ورنہ قرآن وحدیث سے مسئلہ نکالنا آسان کام نہیں، نہ ہر شخص یہ کرسکتاہے، نہ ہر شخص کے اندر اس کی صلاحیت ہوتی ہے، ائمہ مجتہدین و فقہائے عظام کا احسان نہ ماننا اور ان کی اہمیت کو تسلیم نہ کرنا بہت بڑی بددیانتی ہے، خدا ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

عزیزانِ ملت! جس قانون کا ماخذ قرآن وحدیث ہوں، جو قانون کتاب و

Scanned by CamScanner

سنت کی بنیاد پر وجود میں آیا ہو۔ کیا وہ غیر مستحکم یا متزلزل ہو سکتا ہے؟ کیا اسمیں تغیر و تبدل کی گنجائش نکل سکتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں، خدائی احکام فرمودات میں تبدیلی کا کیا سوال؟ خدائی اوامر و نواہی میں تغیر چہ معنیٰ؟

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ (یونس) اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔

دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (یونس ۱۵)

جب اُن پر ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھیں ہم سے ملاقات کی امید نہیں، کہتے ہیں کہ اسکے سوا کوئی اور قرآن لے آئیے، یا اسے بدل دیجئے، آپ کہدیجئے کہ میرا یہ کام نہیں کہ اسکو اپنی طرف سے بدل ڈالوں، میں تو اسی بات کی اتباع کرتا ہوں جو میری جانب وحی آتی ہے میں ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو خدائی قانون نازل ہو چکا اس میں تبدیلی ممکن نہیں، وہ انمٹ اور لازوال ہے، وہ قیامت تک کے لئے ہے، وہ ساری دنیا کے انسانوں کے لئے ہے، دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اسے بدلنے کا حق نہیں رکھتی، قرآن نے کہہ دیا کہ طلاق دینے کا حق مرد کو ہے، عورت کو نہیں، لہٰذا دنیا کی کوئی طاقت یہ حق مرد سے چھین کر عورت کو نہیں دے سکتی، قرآن کا اعلان ہے کہ ایک مرد عدل و انصاف کی شرط کے ساتھ بیک وقت چار شادیاں کر سکتا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص خواہ وہ کتنے ہی بڑے عہدہ و اختیار کا مالک ہو اس قانون کو ایک شادی تک محدود نہیں کر سکتا، اسلام کہتا ہے کہ مطلقہ کو نان و نفقہ صرف اس وقت تک ملے گا جب تک وہ عدت میں ہو، لہٰذا کوئی سپریم پاور نان و نفقہ کو تا نکاح ثانی یا تا وفات

Scanned by CamScanner

بڑھانے کا حق نہیں رکھتا، اسلام کہتا ہے کہ والدین کے ہر ترکہ میں بیٹے کی طرح بیٹی بھی حقدار ہے، لہٰذا کسی ایسے قانون کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا جو اسلام کے اس حکم کو بدل دے اور کسی خاص ترکے کو صرف بیٹے کا حق قرار دے۔

جو مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کی بات کرتا ہے وہ سوچے اور غور کرے کہ وہ کس قانون کو بدلنے کی بات کر رہا ہے؟ اُسے اپنی حیثیت اور اپنے مقام کو پہچاننا چاہئے اس کا مقام، اس کی حیثیت بندہ اور غلام کی ہے اور بندہ کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے معبود کے احکام کو بے چون و چرا تسلیم کرے نہ کہ اُسے بدلے، خدائی احکام میں تبدیلی کی بات کرنا اپنی حیثیت سے آگے بڑھ کر بات کرنا ہے۔ اپنے آپ کو مطیع و فرمانبردار بندوں کی فہرست سے نکال کر خدا کے باغی اور نافرمان بندوں کی فہرست میں شامل کرنا ہے۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ

(آل عمران)

اے پیغمبر! لوگوں سے کہدیجئے کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو، پھر اگر یہ لوگ نہ مانیں تو یاد رکھیں کہ اللہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا

سورۂ اعراف میں ہے

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ

اسی پر چلو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر اُترا ہے، اسے چھوڑ کر اوروں کے پیچھے نہ چلو

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے

ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

(جاثیہ)

اے پیغمبر! ہم نے آپ کو دین کے خاص طریقہ (شریعت) پر کر دیا ہے۔ پس آپ اُسی پر چلتے رہئے اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے جو نہیں جانتے۔

Scanned by CamScanner

ان آیات کو سامنے رکھئے پھر سوچئے کہ کیا مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کی گنجائش ہے ؟ کیا وہ لوگ جو خدائی احکام و فرمودات کو دنیادی قانون کی طرح غیر مستقل سمجھ کر بدل دینے کی بات کرتے ہیں ۔ ان کا قول و عمل میزانِ عدل و انصاف پر پورا اترتا ہے ؟

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جو جینا ہے تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ

Scanned by CamScanner

دعوت و تبلیغ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُجْتَبٰی وَاَصْحَابِہِ الْمُزَکِّیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ

بزرگانِ ملت، عزیز بھائیو!

قدرت کا یہ ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے کہ دنیا میں جب جب برائیاں پھیلیں، شر و فتن کا عروج ہوا، گناہوں اور غلط کاریوں نے تسلط جمایا، تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی اور رسول بھیجے، جنھوں نے انسانوں کو راہ ہدایت پر گامزن کیا برائیوں کو مٹایا، نیکیوں کو رواج دیا، شر و فتن کی بیخ کنی کی، دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ کر دکھایا، حق کی راہ واضح کی، ضلالت کا قلع قمع کیا، غرضیکہ ان نبیوں اور رسولوں نے صحیح اور غلط، حق اور ناحق، جھوٹ اور سچ، کفر اور اسلام، نیکی اور بدی کی راہوں کو الگ الگ کر دکھایا، اور انسانوں کے لئے حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنا آسان ہو گیا۔

نبیوں اور رسولوں کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی آقا و مولیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپؐ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہو گیا، اب قیامت تک کوئی نبی اور رسول آنے والا نہیں ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہر شخص کے سامنے ہے کہ برائیاں آج بھی پھیل رہی ہیں، لوگ غلط کاری کی طرف آج بھی جا رہے ہیں، نئی نئی صورتوں میں

Scanned by CamScanner

شر آج بھی پر پرزے نکال رہا ہے اور قیاس و قرآن، حالات و واقعات اور مشاہدات و تجربات تو یہی کہتے ہیں کہ برائیوں کے پھیلنے اور شر کے رواج پانے کا یہ سلسلہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

جب نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ بند ہو چکا، لیکن شر ور و فتن کے پھیلنے کا سلسلہ بند نہیں، تو آخر ان کا سدباب کیسے ہوگا؟ ان برائیوں کو مٹایا کیسے جائے گا؟ ہر زمانہ کے جنم لینے والے نت نئے فتنوں سے پنجہ آزمائی کون کرے گا، جب حق و باطل کا اختلاط ہونے لگے، جب کفر و ایمان میں امتیاز مشکل ہو جائے، جب نیکی اور بدی گڈمڈ ہونے لگے تو آخر دونوں کے درمیان حد فاصل کون قائم کرے گا۔

اللہ عزوجل نے اُس کا بھی حل بیان فرما دیا ہے، اس نے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ بند کر دیا ہے مگر ان کی دعوت، ان کا مشن چلانے والے متعین کر دیئے۔ باب نبوت بند ہو چکا مگر کارِ نبوت باقی ہے۔ انبیاء کرامؑ لوگوں کو بھلی اور حق بات کی تلقین کرتے اور بری باتوں سے روکتے تھے، اسی کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور یہی دعوت انبیاء اور کارِ نبوت ہے۔

آئیے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کارِ نبوت کو کس طرح باقی رکھا ہے، اور اسکی ذمہ داری کن لوگوں پر عائد کی ہے، سورۂ آل عمران میں ارشاد خداوندی ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے نکالی گئی ہے
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ	تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۚ	اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کارِ نبوت یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امت محمدیہ کے سپرد ہوا ہے، دنیا میں جہاں کہیں بھی شر پھیلے، کوئی بدی سر ابھارے خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی، مسلمانوں میں ہو یا دوسروں میں، امت محمدیہ کی ذمہ داری

Scanned by CamScanner

ہے کہ اس کا مقابلہ کرے، اس کی بیخ کنی کے لئے کمر بستہ ہوجاتے، لوگوں کو صحیح بات بتائے، برائی سے روکے، یہ ذمہ داری امت محمدیہ کے کسی ایک فرد کی نہیں، بلکہ مجموعی طور پر ہر ایک کی ذمہ داری ہے، ہر ایک پر یہ فریضہ عائد ہے، لیکن اگر خدانخواستہ امت بحیثیت مجموعی اس فریضہ کو ادا نہ کرسکے تو کم از کم اس میں ایک گروہ تو ضرور ہی ایسا ہونا چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتا رہے۔ دین کی بات لوگوں تک پہونچاتا رہے، برائیوں سے روکتا رہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ	چاہئے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو بھلائی کیطرف
إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	دعوت دے، نیکی کا حکم دے اور برائی
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)	سے روکے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام ہی دعوت و تبلیغ ہے، جو ہر مسلمان کا فریضہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

مَنْ رَأىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ	تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے وہ اُسے اپنے
بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ	ہاتھ سے مٹادے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو
فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِكَ	زبان سے اور اگر یہ بھی طاقت نہ ہو تو دل سے،
أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ (مسلم)	اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

اگر امت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دیا، نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے روکنا ترک کردیا، برائیاں ہوتے ہوئے مداہنت اختیار کی، شر پھیلتے ہوئے، بدی کو رواج پاتے ہوئے دیکھتے رہے، اسے روکنے کی کوشش نہیں کی، سکوت اور خاموشی اختیار کرلی، تو برائی کرنے والوں پر اللہ کا جو عذاب آئے گا اس کی گرفت سے مداہنت کرنے والے اگرچہ خود اس سے دور رہے ہوں بچ نہ سکیں گے عذاب آئے گا تو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، پھر وہ نہ بچے گا جس نے برائی کو

اپنایا تھا، نہ وہ بو خود تو اس برائی سے الگ تھلگ رہا مگر برائی کرنے والوں کو روکا نہیں، جانتے بوجھتے، دیکھتے بھالتے خاموشی اختیار کرلی۔

سورۃ انفال میں ہے

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً	اس فتنہ سے بچو جو خاص طور پر انھیں لوگوں کو نہ پہونچے گا جنھوں نے تم سے ظلم کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَىٰ أَنْ يُنْكِرُوهُ فَلَا يُنْكِرُوا فَإِذَا فَعَلُوا ذَالِكَ عَذَّبَ اللهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ۔ (شرح السنۃ)	اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل پر عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا مگر جب وہ اپنے سامنے بدی کو دیکھیں اور اس کو روکنے پر قدرت رکھنے کے باوجود نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ خاص و عام سب کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب دنیا میں کہیں کوئی برائی ہوتی ہے تو جو شخص وہاں موجود ہو اور اس برائی سے روکے وہ گنہگار نہ ہونے میں اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے جو اس برائی کے وقت وہاں موجود نہ رہا ہو مگر اس برائی کا حمایتی اور اس برائی پر رضامند ہو تو وہ گنہگار ہونے میں اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے جو برائی کے وقت وہاں موجود رہا ہو۔

حضرت حذیفہ رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تم لوگ ضرور بالضرور نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجدے، پھر تم اس سے دعاء مانگو تو دعا بھی قبول نہ ہو۔

Scanned by CamScanner

بنی اسرائیل میں بدی کا سلسلہ اسی طرح شروع ہوا کہ ان کے علماء و احبار نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھلا دیا تھا۔ لہٰذا ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے لعنت کرائی گئی۔

سورۂ مائدہ میں ہے

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر
عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ	داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے کرائی گئی
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ	اس لئے کہ انھوں نے سرکشی کی اور وہ حد سے گزر جاتے
كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ	تھے اور ایک دوسرے کو برے افعال سے روکتے نہ تھے

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں مبتلا ہوئے تو اُن کے علماء نے انھیں روکا مگر وہ باز نہ آئے، اس کے باوجود علماء نے ان کی مجالست و مشارکت ترک نہ کی، انھیں کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے رہے، کھاتے پیتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا دل بھی، انھیں بدکاروں کے مثل کر دیا، سب ایک رنگ میں رنگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر ان کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کرائی جیسا کہ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا جو ابھی میں نے پڑھی تھی۔

حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اثناء کلام میں حضورؐ یہاں تک پہونچے تو جوش کے عالم میں اٹھ بیٹھے اور فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم پر لازم ہے کہ نیکی کا حکم کرو اور بدی سے روکو، جسے برائی میں مبتلا دیکھو اس کا ہاتھ پکڑ لو، اور اسے حق کی طرف موڑ دو اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں پر بھی ایک دوسرے کا اثر ڈال دے گا اور تم پر بھی ایسے ہی لعنت کرے گا جیسے بنی اسرائیل پر کی۔

Scanned by CamScanner

دین میں مداہنت اختیار کرنے والا کس طرح تباہی کے غار میں گرتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے، حضورؐ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی مثال اس قوم کی ہے جو ایک ۔ منزلہ کشتی میں سوار ہو، اس کے کچھ لوگ نچلی منزل میں ہوں، کچھ لوگ اوپری منزل میں، اور اوپری ہی منزل میں پانی ہو، نچلی منزل والوں کو جب بھی پانی کی ضرورت پڑتی ہو وہ اوپر آتے ہوں، اور اُن کے آنے جانے کی وجہ سے اوپری منزل کے لوگوں کو پریشانی ہوتی ہو، یہ دیکھ کر نچلی منزل کے لوگوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنی نچلی منزل کو کاٹ کر سمندر سے پانی لے لیں تاکہ ہمیں اوپر جانا بھی نہ پڑے، اور اوپری منزل والوں کو اذیت بھی نہ ہو، چنانچہ یہی سوچ کر وہ کاٹنا شروع کر دیں، اب اوپری منزل کے لوگ آئیں اور پوچھیں کہ مَالَكَ (یہ کیا کر رہے ہو؟) وہ جواب دیں تَأَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ (آپ لوگوں کو ہماری وجہ سے اذیت ہو رہی تھی اور ہمیں پانی کی بہر حال ضرورت ہے) اب اگر اوپری منزل والے ان کا ہاتھ پکڑ لیں اور انھیں کشتی کاٹنے سے روک دیں تو اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ (انھیں ہلاکت سے بچالیں گے اور اپنے آپ کو بھی) ورنہ اگر انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے تو اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ (انھیں بھی ہلاکت میں ڈالیں گے اور خود کو بھی)

اسی طرح جو شخص دوسروں کو برائیوں سے روکتا ہے، وہ اپنے آپ کو بھی خدا کی گرفت اور عذاب سے بچاتا ہے اور ان لوگوں کو بھی جن کو روکا تھا، لیکن اگر نہ روکے تو دونوں ہی ہلاکت و عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں، ارشاد باری ہے

Scanned by CamScanner

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (توبہ)

مومن مرد اور عورت ایک دوسرے کے مددگار ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں، بدی سے روکتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (توبہ)

وہ نیکی کا حکم کرنے والے، بدی سے روکنے والے اور حدود الٰہی کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صفت ایک مومن کے لئے لازمی اور ضروری صفت ہے، یہ صفت اس کا اصلی تعارف اور پہچان ہے، لہٰذا دعوائے ایمانی کے ساتھ ساتھ جو لوگ اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کنارہ کش ہیں، برائیوں کو ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر زبان نہیں ہلاتے، مداہنت، چشم پوشی، درگزر اور مصلحت بینی کی آڑ لیتے ہیں، نیکیوں کا حکم نہیں دیتے، برائیوں سے روکتے نہیں، وہ کتنی بڑی بھول اور غفلت کا شکار ہیں اور دعوت و تبلیغ کی کتنی بڑی ذمہ داری نباہنے سے گریز کر رہے ہیں۔

خدا ہم تمام لوگوں کو اِس اہم فریضہ کی ادائیگی کا اہل بنائے اور حدودِ شرعیہ و احکامِ الٰہی میں مداہنت سے محفوظ رکھے۔ آمین

اٹھ، کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے\
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

Scanned by CamScanner

قرآن مجید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْهَادِیْ اِلٰی طَرِیْقِ السَّلَامَةِ، مَنَّ عَلٰی مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهٖ وَفَّقَهُمْ لِلْاِسْتِقَامَةِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰینَا الْعَظِیْمُ ۝

صدرِ محترم، حاضرینِ مجلس!

میں آج آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید کے اوصاف وفضائل پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں، ابھی ابھی میں نے آپ حضرات کے سامنے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے۔ ”یہ قرآن اُسی راستے کی طرف لے جاتا ہے جو سب سے سیدھا راستہ ہے اور خوشخبری سناتا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا کہ انکے لئے بڑا اجر ہے، اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

قرآن مجید کے پہلے پارہ میں ہی ارشاد ربانی ہے

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ یہ ایک کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ

Scanned by CamScanner

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرہ) نہیں، ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔

یعنی قرآن شک و شبہ کا محل نہیں ہے، اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، یہ قرآن اُن لوگوں کے لئے ہادی اور رہنما ہے جو قرآن سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

حضورِ حق تعٰے سے محمد کو وہ کتاب ملی
کہ جس سے قسمت نوعِ بشر چمک اٹھی
یہ وہ کتاب ہے جس کی کوئی مثال نہیں
یہی کلام ہے جس کو کبھی زوال نہیں

قرآن مجید، جو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، ایک ایسی کتاب ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے، نہ فصاحت و بلاغت میں، نہ فضائل و اوصاف میں، نہ کلام و بیان میں، نہ احکام و فرمودات میں، ہر اعتبار سے بے نظیر، ہر اعتبار سے بے مثال، یہ وہ نسخۂ کیمیا ہے جو ہمیں ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ملا ہے، جس میں ہمارے لئے دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود اور کامیابی و کامرانی کا سامان ہے جس پر ایمان لانا ہماری دنیا و آخرت دونوں جگہ کی فوز و فلاح کی ضمانت ہے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

قرآن اللہ کی وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود رب العلمین نے لی ہے، قرآن میں باطل کے گھسنے کی گنجائش نہ آگے سے ہے نہ پیچھے سے، نہ دائیں

Scanned by CamScanner

ہے نہ بائیں سے لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ

ارشاد باری ہے

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (حجر) — ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت اس طرح کرائی کہ حفاظ نے اپنے سینوں میں قرآن کے الفاظ کو محفوظ کرلیا، قرائے قرآن کے پڑھنے کے طریقے اور اس کے لب و لہجے کو محفوظ کرلیا اور علماء نے قرآن کے معانی و مطالب، تفاسیر و تراجم کو محفوظ کرلیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہمارے اوپر بڑی مہربانی اور فضل ہے کہ قرآن جس طرح حضورؐ پر نازل ہوا تھا بعینہٖ اسی طرح اب بھی موجود ہے، اس میں کہیں پر زیر، زبر یا نقطہ کا بھی کوئی فرق نہیں ہوا ہے، جبکہ دوسری آسمانی کتابیں مثلاً توریت و انجیل تحریف و تبدیلی کا شکار ہوگئیں، خود یہودیوں اور عیسائیوں نے اُن کے الفاظ و معانی کو بدل دیا، بہت سی چیزیں اُن میں سے نکال دیں بہت سی نئی چیزیں داخل کردیں۔

یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی تھی، کیونکہ وہ کتابیں ہمیشہ کے لئے نہیں تھیں، ان کے احکام قیامت تک کے لئے نہیں تھے، اس کے برخلاف قرآن مجید میں سرمو تحریف و تغیر کی گنجائش نہیں ہے، نہ آج تک اس میں ذرا بھی تحریف ہوسکی، نہ آئندہ تحریف ہوسکے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ قرآن کے احکام و فرمودات ابدی ہیں، ہمیشہ کے لئے ہیں، قیامت تک کے لئے ہیں، قرآن آجانے کے بعد انسانوں کو ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، قرآن ہی ان کی تمام دینی و دنیاوی ضروریات کا کفیل ہے، قرآن ہی ان کے لئے مکمل سرچشمۂ ہدایت ہے

Scanned by CamScanner

نسیم صبح امن و عافیت ہر سو پکار آئی
مبارک ہو کہ اب گلشن میں قرآنی بہار آئی

قرآن مجید، آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک زندۂ جاوید معجزہ ہے حضور کو بہت سے معجزات عطا کئے گئے تھے مگر ان تمام معجزات میں جو معجزہ سب سے اعلیٰ و برتر ہے اور جو رہتی دنیا تک کیلئے ہے۔ وہ اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید ہے۔

دنیا میں جتنے انبیاء کرام تشریف لائے، سبھی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے معجزات سے نوازا اور ہر نبی کو کوئی ایسا معجزہ ضرور دیا جو اس زمانہ کے حالات کے مطابق تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چند معجزات ایسے بھی عطا کئے گئے جو ظاہری صورت میں جادو سے مشابہت رکھتے تھے، مثلاً عصا کا سانپ بن جانا اور ید بیضاء۔ حالانکہ وہ جادو نہیں تھے، معجزہ اور جادو میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مگر دیکھنے میں وہ معجزات جادو کی طرح لگتے تھے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا بہت چرچا تھا، ایک سے ایک طبیب موجود تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطاء فرمائے جو طب سے مشابہت رکھتے تھے، مثلاً مُردوں کو زندہ کر دینا مادر زاد اندھوں کو بینا کر دینا، کوڑھیوں کو اچھا کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

جب ہمارے نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس زمانہ میں عرب میں شاعری کا بہت زور تھا، عربوں کو اپنی فصاحت و بلاغت اور اپنی زبان دانی پر ناز تھا، اسی لئے وہ اپنے آپ کو عرب اور دوسروں کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر معجزات کے علاوہ ایک زندۂ جاوید معجزہ قرآن مجید کی صورت میں بھی عطاء کیا گیا، جو اپنی فصاحت و بلاغت اور کمالِ بیان

میں بے نظیر و بے مثال تھا، جس کے سامنے عربوں کی زباں دانی ہیچ ہو کر رہ گئی، بڑے بڑے فصحاء و بلغاء نے قرآن کی فصاحت کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے اور چارو ناچار قرآن کی فصاحت و بلاغت کو تسلیم کیا اور ہار مانی، بہت کوششیں کیں، قرآن جیسا کلام بنا کر لانا چاہا مگر نہ لا سکے، پورا قرآن کیا لاتے، ایک سورہ نہ بنا سکے، ایک سورہ کیا بناتے ایک آیت نہ بنا سکے اور قرآن انھیں برابر چیلنج کرتا رہا اور آج تک کر رہا ہے، مخالفین دانت پیستے تھے، قرآن کے مقابلے میں کوئی کتاب، کوئی سورہ کوئی آیت ہی سہی بنا کر لانے کی لاکھ کوشش کرتے تھے، اپنے مددگاروں کو بلا لیتے تھے مگر نہ لا سکتے تھے نہ لا سکے اور نہ آئندہ لا سکیں گے، قرآن نے منکرین قرآن کو جو چیلنج دیا تھا وہ صرف چودہ سو برس پہلے ہی کے لئے نہیں تھا، وہ چیلنج آج بھی ہے، قرآن ببانگِ دُہل آج بھی اعلان کرتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل)

اے نبیؐ کہدیجئے! کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر بھی اس قرآن کی طرح بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے، اگرچہ ان میں کا بعض بعض کا مددگار ہو جائے۔

دوسری جگہ اعلان کرتا ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

اگر تم اُس قرآن کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے، تو اُسی کے مثل ایک سورہ بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو، لیکن اگر تم نہ کر سکو اور سن لو کہ ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر

Scanned by CamScanner

أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ۔ (بقرہ) ہیں اور جو تم جیسے ہی کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

تیسری جگہ چیلنج ہوتا ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے،
فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ بلکہ یہ لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے، پس اگر یہ لوگ
كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (طور) سچے ہیں تو قرآن جیسی ایک ہی بات بنا کر دکھادیں۔

سورۃ نساء میں ارشاد ربانی ہے

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، اگر وہ اللہ کے علاوہ
كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا کسی اور کا کلام ہوتا تو وہ لوگ اس میں بلا شبہ
فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (نساء) بہت اختلاف پاتے

محترم بزرگو اور دوستو! قرآن مجید کلام اللہ ہے اور کلام اللہ کو تمام کلاموں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوقات پر۔

قرآن مجید کی صورت میں ہمیں کتنی عظیم دولت مل گئی ہے، اگر ہم نے اس دولت کی قدر نہ کی تو ہم سے بڑھ کر بد نصیب اور احسان فراموش کون ہوگا؟! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے، الفاظ حدیث یہ ہیں اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ (ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں جو بخاری شریف کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے) اسی طرح یہ بھی حکم ہے کہ قرآن کو اچھی آواز اور اچھے لب و لہجے کے ساتھ پڑھا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ (قرآن کو اپنی آواز سے زینت دو)

محترم دوستو! اسی قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اوپر بھی اٹھاتا ہے

Scanned by CamScanner

نیچے بھی گراتا ہے، عروج بھی عطاء کرتا ہے، زوال بھی دیتا ہے، ترقی سے بھی نوازتا ہے، پستی میں بھی ڈالتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ (مسلم)   اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ کچھ لوگوں کو اوپر اٹھاتا ہے، اور کچھ لوگوں کو اسی کی وجہ سے پستی میں گرا دیتا ہے

یعنی جو لوگ قرآن پر ایمان لاتے ہیں، اس کے احکام و فرمودات پر عمل کرتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور عمل کرنے کی وجہ سے عروج و کمال سے نوازتا ہے، اور جو ایمان نہیں لاتے، قرآن کے احکام و تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، انھیں ایمان نہ لانے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے قعرِ مذلت میں گرا دیتا ہے۔

آج جو لوگ عروج و کمال کے خواہشمند ہوں، جو دنیا اور آخرت کی ترقی اور فلاح و بہبود چاہتے ہوں، ان پر لازم ہے کہ وہ قرآن کی دعوت پر لبیک کہیں۔ اس کے فرمودات و احکام پر عمل پیرا ہوں، اور تعلیماتِ قرآن کو سارے جہان میں عام کریں تاکہ ساری دنیا پستی و انحطاط سے نکل کر عروج و کمال کی شاہراہ پر گامزن ہو۔

مسلمانو اٹھو قرآن کی دعوت کو پھیلاؤ
جہانِ بے اماں کو عافیت کے راز سمجھاؤ
زمانہ آج بھی قرآن ہی سے فیض پائے گا
مٹے گی ظلمتِ شب اور سورج جگمگائے گا

Scanned by CamScanner

کسبِ حلال کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُنْعِمِ الْمُتَفَضِّلِ یُعْطِیْ وَیَمْنَعُ وَیَخْفِضُ وَیَرْفَعُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ اَحْمَدُہٗ سُبْحَانَہٗ عَلٰی نِعَمِہِ الْغِزَارِ وَاَشْکُرُہٗ عَلٰی جُوْدِہِ الْمِدْرَارِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَخْیَارِ اَمَّا بَعْدُ

محترم حاضرینِ مجلس!

آج میں آپ لوگوں کے سامنے "کسب حلال کی اہمیت" پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں، اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے حلال کمائی پر کس قدر زور دیا ہے

محترم حضرات اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام نے انسان کو روزی حاصل کرنے اور مال کمانے کی اجازت دی ہے، سورہ جمعہ میں ارشادِ باری ہے۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ — پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (رزق) کو تلاش کرو

سورۃ قصص میں ہے

وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا — تمہارا جو حصہ دنیا میں ہے اُسے نہ بھول جاؤ

لیکن اسلام کمائی کے سلسلے میں دو باتوں کی خاص طور سے ہدایت دیتا ہے ایک یہ کہ انسان خود کمائے، خود محنت و مزدوری کرے، دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے دوسرے یہ کہ وہ جو کمائے وہ حلال ہو، حرام کمائی نہ ہو۔

محنت و مزدوری اور اپنے ہاتھ کی کمائی کے احادیث کریمہ میں بہت فضائل

Scanned by CamScanner

آئے ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ (سب سے پاکیزہ کھانا جو تم نے کھایا وہ تمہاری اپنی کمائی کا ہے) دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! اَیُّ الْکَسْبِ اَطْیَبُ (کون کمائی سب سے پاک ہے؟) حضورؐ نے فرمایا عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ وَکُلُّ بَیْعٍ مَبْرُوْرٍ (آدمی کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر وہ خرید و فروخت جو شرعی قبائح سے پاک ہو) بخاری کی روایت میں ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی محنت و مزدوری کرکے ہی کھاتے تھے۔

بزرگو اور دوستو! یہ وہ احادیث تھیں جن سے اسلام میں محنت و مزدوری اور اپنے ہاتھ کی کمائی کی اہمیت و فضیلت کا پتہ چلتا ہے، کمائی کے سلسلے میں ہی اسلام نے دوسری جو ہدایت دی ہے وہ بھی بہت اہم ہے یعنی حلال طریقے سے کمانا اور حرام سے بچنا، قرآن مجید میں انبیاء کرامؑ کو خطاب کرکے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یَاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ (مومنون) — اے رسول! پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

اس آیت کریمہ میں حلال کھانے کا جو حکم انبیاء کرام کو دیا گیا ہے۔ وہی حکم ایک دوسری آیت میں مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ (بقرہ) — اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے اس میں سے پاک چیزوں کو کھاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب حلال کو، دیگر فرائض نماز و روزہ وغیرہ کے بعد ایک فریضہ قرار دیا ہے الفاظ حدیث یہ ہیں

Scanned by CamScanner

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ (بیہقی) حلال کمائی کا طلب کرنا، فرض عبادتوں کے بعد ایک فرض ہے۔

جو لوگ کمانے میں حلال و حرام کا خیال نہیں کرتے اور جائز و ناجائز سب جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں ان کے لئے بڑی وعیدیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِالْحَرَامِ (بیہقی) وہ جسم جنت میں نہیں جائے گا جس کی پرورش حرام سے ہوئی ہو۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس نے دس درہم کا ایک کپڑا خریدا، اس میں ایک درہم حرام کمائی کا تھا تو وہ کپڑا جب تک اس شخص کے بدن پر رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کریگا، اتنا کہنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور فرمایا

صُمَّتَا اِنْ لَّمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُهُ (احمد) میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر یہ میں نے حضورؐ سے نہ سنا ہو۔

سوچئے! کیسی رونگٹے کھڑے کر دینے والی بات ہے۔ اس کے بعد بھی اگر ہمیں ہوش نہ آئے اور ہم حلال و حرام، جائز و ناجائز کی تمیز کے بغیر کمانے کھانے میں لگے رہیں تو کیا ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صادق نہ آئے گا۔

يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ (بخاری) لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کو اس کی بھی پرواہ نہ ہوگی کہ اس نے جو لیا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔

محترم بزرگو اور دوستو! ہمیں سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیے، دنیا کے

Scanned by CamScanner

چند روزہ آرام کی خاطر آخرت کا ابدی نقصان برداشت کرنا عقلمندی نہیں ہے یہ بہت گھاٹے کا سودا ہے، ہمیں حلال کمائی کی فکر کرنی چاہیئے، حرام سے بچنا چاہیئے، ہمارے پاس جو دولت آتے اس کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ حلال ہے یا حرام؟ وہ جائز طریقے سے آئی ہے یا ناجائز طریقے سے۔

میرے دوستو! میں اس وقت حلال و حرام کمائی کی تفصیل بتانے کے لئے نہیں کھڑا ہوا ہوں، میں تو صرف حلال و حرام کمائی کے نفع و نقصان اور ثواب و عذاب کے متعلق مختصر سی روشنی ڈالنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں، لیکن یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کل ہمارے سماج اور معاشرے میں ایک حرام کمائی، سود کا بہت رواج ہو گیا ہے، لوگوں نے مختلف حیلوں اور مختلف ناموں سے اسے جائز کر رکھا ہے اس پر فوراً پابندی لگانے کی ضرورت ہے۔ سود بہت بڑا گناہ ہے۔ سود خوار کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت سخت سزا ہے۔ سورہ بقرہ میں ہے

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جیسے وہ شخص جسے شیطان نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہو۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (بقرہ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود کا جو بقایا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

آیت کریمہ میں سودی کاروبار کرنے والوں کے لئے کتنی شدید وعید ہے بھلا کون ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ مول لے کر

Scanned by CamScanner

پنپ سکے، اس سے زیادہ خطرناک بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ سودی لین دین کرنیوالا اللہ اور اُس کے رسولؐ سے جنگ مول لیتا ہے، قرآن کریم میں ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران)

اے ایمان والو! سود بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانیوالے، سود کھلانے والے، سودی معاملہ لکھنے والے، اس کی گواہی دینے والے ہر ایک پر لعنت بھیجی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جان بوجھ کر سود کا ایک درہم کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے دوسری حدیث میں ہے کہ گناہ کے اعتبار سے سود کے ستّر درجے ہیں، ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے، نعوذ باللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ گھروں کی طرح بڑے بڑے ہیں اور ان میں سانپ بھرے ہوئے ہیں، حضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔

حاضرین مجلس! یہ ہے سود خواروں کا انجام، یعنی اس کمائی کا انجام جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حرام کمائی ہے۔

لہٰذا ہم سب لوگوں کو ہوش آجانا چاہئے اور صدق دل سے توبہ و استغفار کرتے ہوئے ہر طرح کی حرام کمائی ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینی چاہئے۔ خدا ہماری نیتوں میں پختگی اور ارادوں میں استحکام عطاء فرمائے۔ (آمین)

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے\
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات

Scanned by CamScanner

اخلاصِ نیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ

محترم سامعین کرام! ہم پر اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ اور اپنی عبادت و اطاعت کی توفیق عطا فرمائی ۔ بلا شک وشبہ یہ دولت جو ہمیں حاصل ہوئی ہے، دنیا جہان کی کوئی دولت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، یہ سعادت جو ہمیں نصیب ہوئی ہے دارین کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔

لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہماری عبادتوں اور ہمارے اعمال میں اخلاص ہے یا نہیں؟ کیونکہ اخلاص ہی وہ شے ہے جس کی بنا پر اعمال قبولیت کا درجہ حاصل کرتے ہیں، اگر نیتوں میں خلوص نہ ہو تو کوئی عبادت اور کوئی عمل عند اللہ مقبول نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اعمال کو نہیں دیکھتا، اعضاء وجوارح کی حرکتوں کو نہیں جانچتا، وہ دلوں کو دیکھتا ہے، دلوں کے اخلاص کو دیکھتا ہے، وہ نیتوں کو پرکھتا اور جانچتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

Scanned by CamScanner

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَ أَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ (مسلم)

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کے اخلاص کو دیکھتا ہے۔

ارشاد باری ہے

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (حج)

اللہ تعالیٰ کو (ان قربانیوں) کے نہ گوشت پہونچتے ہیں، نہ خون، اس کو تو صرف تمہارے دلوں کی نیت پہونچتی ہے۔

محترم دوستو! ہمارے اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہم کو ہمارے اعمال کا ثواب ہماری نیتوں کے اعتبار سے ہی ملتا ہے، اگر ہماری نیتوں میں خلوص ہوگا تو ہم اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے ورنہ ہمارا وہی عمل ہمارے لئے وبال جان بن جائے گا۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

عہد نبوی میں ایک شخص نے ایک عورت سے منگنی کر رکھی تھی، اس عورت نے یہ شرط لگائی تھی کہ تم سے شادی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ تم ہجرت کرکے مدینہ آجاؤ، اس شخص نے محض شادی کی خاطر ہجرت کی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس شخص کو ہجرت کا ثواب ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ

اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کو وہی ملیگا جس کی اس نے نیت کی ہو، پس جسکی ہجرت اللہ اور اسکے رسول کے لئے ہوگی، اسکی ہجرت اللہ و رسول کیلئے ہوگی اور جس کی ہجرت

Scanned by CamScanner

كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَىٰ دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ اِمْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (متفق علیہ)

دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کیلئے ہوگی، اسکی ہجرت اسی کے لئے ہوگی جس کیلئے اس نے ہجرت کی (یعنی اس کو ہجرت کا ثواب نہ ملے گا)

حضورؐ کے اس ارشاد کے بعد وہ شخص "مہاجر اُم قیس" کے نام سے مشہور ہوگیا کیونکہ وہ عورت جس سے شادی کرنے کے لئے اس نے ہجرت کی تھی، اس کا نام "ام قیس" تھا۔

محترم بزرگو اور دوستو! اخلاص نیت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ہر عمل اور ہماری ہر عبادت صرف اللہ کی رضاجوئی اور خوشنودی کے لئے ہو، کسی اور کی رضا مقصود نہ ہو، اور اس میں ریاکاری اور دکھاوا بھی نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهِ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ أَسَامِعَ خَلْقِهِ وَحَقَّرَهُ وَصَغَّرَهُ (بیہقی)

جو دنیا میں اپنے اعمال لوگوں کو بتاتا پھرا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو بتائیگا اور اسکی ریاکاری کو ظاہر کرکے لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کریگا

ریاکاری اور دکھاوا بہت بری چیز ہے اور اس کا انجام بہت خوفناک ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے لائے جائیں گے، ایک شہید، دوسرا عالم، تیسرا مالدار، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ شہید کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بتاؤ! میں نے تم کو جو نعمتیں دیں ان کا تم نے کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا قَاتَلْتُ فِيكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُ (اے باری تعالیٰ! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِيٌّ فَقَدْ قِيْلَ (تم جھوٹے

ہو، تم نے جہاد میرے لیے نہیں کیا تھا، تم نے جہاد اس لئے کیا تھا کہ تم بہادر کہلاؤ لہٰذا دنیا میں بہادر کہے گئے، اب یہاں تمہارا کوئی اجر نہیں) چنانچہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس ریاکار شہید کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکدو، فرشتے فوراً حکم کی تعمیل کریں گے۔

اس کے بعد دوسرا شخص لایا جائے گا جو عالم دین ہوگا جس نے دنیا میں خود بھی علم دین سیکھا ہوگا اور دوسروں کو بھی سکھایا ہوگا، جس نے خود بھی قرآن پڑھا ہوگا، دوسروں کو بھی پڑھایا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ بھی سب نعمتوں کا اعتراف کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا (تم نے یہ نعمتیں پانے کے بعد کیا کیا ؟) وہ جواب دے گا تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ (میں نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور تیرے واسطے قرآن پڑھا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، تو جھوٹا ہے، تو نے علم دین اس لئے سیکھا تھا تاکہ تو عالم کہلائے تو نے قرآن اس لئے پڑھا تھا تاکہ قاری کہلائے، دنیا میں تیری تمنا پوری ہو چکی لوگوں نے خوب خوب تجھے عالم وحافظ وقاری کہا، اب یہاں تیرے لئے کچھ نہیں ہے ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ (پھر اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا)

پھر تیسرا شخص لایا جائے گا جسے اللہ نے ہر طرح کے مال ومنال سے نوازا ہوگا ہر قسم کی آسائشیں اور راحتیں عطاء کی ہونگی، اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کا کیا شکریہ ادا کیا ؟ وہ جواب دے گا مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ (میں نے کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جہاں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہو مگر میں نے تیری رضا کیلئے وہاں ضرور خرچ کیا) اللہ تعالیٰ فرمائیگا

كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَجَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ (تو جھوٹا ہے، تو نے مال اس لئے خرچ کیا تھا تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں بڑا سخی ہے، دنیا میں تیری تمنا پوری ہو گئی، تجھے سخی کہا گیا، اب یہاں تیرے لئے کچھ بھی نہیں ہے، اس کے بعد فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو بھی منھ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں جھونک دو۔

محترم بزرگو اور دوستو! یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ سوچئے کہ ریاکاروں کے لئے اس میں کتنی سخت وعید بیان کی گئی ہے کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے لوگوں کو دکھانے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے لوگوں کو دکھانے کے لئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصِمَهُ اللّٰهُ (بیہقی)

آدمی کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ کسی دینی یا دنیاوی معاملہ میں اسے انگلی سے اشارہ کرکے بتایا جائے، مگر وہ شخص جسے اللہ محفوظ رکھے

جو لوگ اپنی عبادتوں کو چھپاتے ہیں، ہر کام خلوص نیت سے کرتے ہیں۔ ریاکاری اور دکھاوے سے بچتے ہیں، ایسے ہی لوگ اللہ کو پسند ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ

اللہ تعالیٰ ایسے نیک، متقی، پوشیدہ حال بندوں کو پسند کرتا ہے جو لوگوں میں ایسے گمنام ہوں کہ اگر غائب ہوں تو انھیں تلاش نہ کیا جائے، مگر اللہ کے نزدیک ان کا یہ مرتبہ

Scanned by CamScanner

مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ
(ابن ماجہ)

ہے کہ) ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں اور وہ ہر مشکل سے صاف نکل جاتے ہیں۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دُوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

Scanned by CamScanner

سلام و مصافحہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَعَلَیْہِ نَتَوَکَّلُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نَعْمَائِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ اَنْبِیَائِہٖ اَمَّا بَعْد

محترم حضرات

روزانہ ہماری بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے، کبھی کوئی ہمارے گھر آتاہے، کبھی ہم کسی کے گھر جاتے ہیں، کبھی راستے میں آمنا سامنا ہوتا ہے، ہماری یہ روز روز کی ملاقاتیں، روز روز کا ملنا جلنا آپسی میل جول کا سبب ہے، آپسی محبت و تعلق میں اضافہ کا ذریعہ ہے، لیکن یہ محبت و تعلق، یہ میل جول اس وقت اور بھی زیادہ ہوجاتاہے جب ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، اسلام نے ملاقات کا جو طریقہ بتایاہے اس کا خیال کرتے ہیں، خدا اور رسولؐ کے حکموں پر چلتے ہیں۔

اسلام بتاتاہے کہ ہماری آپسی محبت اس وقت زیادہ بڑھے گی جب ہم ایک دوسرے کو سلام کریں گے، مصافحہ کریں گے، ایک دوسرے کی خیریت پوچھیں گے اپنائیت اور مخلصانہ جذبات کا اظہار کریں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا	تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں
وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَوَلَا	ہوسکتے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور اس وقت تک
اَدُلُّكُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ	مومن کامل نہیں ہوسکتے جب تک ایک دوسرے

Scanned by CamScanner

تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ (مسلم) محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتا دوں؟ کہ جب تم اُسے کرو گے تو تم آپس میں محبت کرنے لگو گے سنو! آپس میں سلام کو فروغ دو

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرے، انتقال ہو جائے تو جنازہ میں شریک ہو، جب وہ بلائے تو اس کی دعوت کو قبول کرے، جب ملاقات ہو تو سلام کرے، جب اس کو چھینک آئے تو یَرْحَمُکَ اللہ کہہ کر چھینک کا جواب دے، غائب و موجود ہر صورت میں اس کا خیر خواہ رہے۔

سلام کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہم اُسے پہچانتے ہوں۔ سلام ہر ایک کو کرنا چاہیے خواہ ہم پہچانیں یا نہ پہچانیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ (کونسا اسلام سب سے بہتر ہے؟) حضورؐ نے فرمایا تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ (کھانا کھلانا اور سلام کرنا، اسے بھی جسے پہچانتے ہو اور اُسے بھی جسے نہیں پہچانتے)

سلام میں پہل کرنے والا اللہ کی رحمت و مغفرت کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ سلام میں پہل کرنا غرور و تکبر سے بری ہونے کی دلیل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چھوٹا، بڑے کو سلام کرے، سوار پیدل کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو سلام کرے، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔

عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا اور یوں سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اسے دس نیکیاں ملیں، پھر دوسرا شخص آیا اس نے یوں سلام کیا

Scanned by CamScanner

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، حضورؐ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا پھر فرمایا اسے بیس نیکیاں ملیں، اتنے میں تیسرا شخص آیا اس نے اس طرح سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، حضورؐ نے اس کا بھی جواب دیا اور فرمایا اسے تیس ۳۰ نیکیاں ملیں، ایک دوسری روایت میں ہے کہ چوتھے شخص نے آکر یوں سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ، حضورؐ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا اور فرمایا اسے چالیس نیکیاں ملیں۔ (ترمذی، ابوداؤد)

سلام کا جواب جس قدر ہوسکے اچھے سے اچھے طریقہ سے دینا چاہئے۔ ارشاد باری ہے وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا (نساء پ۵) جب تمہیں کوئی سلام کرے تو تم اس سے زیادہ اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہدو

ایک تابعی طفیل بن ابی بن کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روزانہ صبح انھیں لے کر بازار جاتے اور بازار میں جو بھی چھوٹا بڑا دوکاندار، امیر و غریب ملتا سب سے سلام کرتے، کسی دوکان پر کبھی رکتے نہیں تھے، نہ کوئی سامان خریدتے، بس سلام کرتے ہوئے گزر جاتے، طفیل کہتے ہیں کہ اسی طرح ایک دن عبداللہ بن عمرؓ نے مجھ سے کہا کہ چلو بازار چلیں۔ میں نے کہا آپ کا بازار میں کیا کام؟ آپ نہ کسی دوکان پر رکتے ہیں نہ کوئی سامان خریدتے ہیں، نہ کوئی بھاؤ تاؤ کرتے ہیں، نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں، پھر آپ بازار جاکر کیا کیجئے گا۔ آیئے یہیں ہمیں حدیثِ نبوی کا درس دیجئے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں بازار اس لئے جاتا ہوں تاکہ جو ملے اسے سلام کروں۔ (مشکوٰۃ)

اللہ اکبر! اتنے بڑے صحابی اور روزانہ صبح سویرے بازار اس لئے جایا کرتے تھے تاکہ ہر ملنے والے کو سلام کرسکیں، ظاہر ہے کہ بازار میں جتنے لوگ اور جس جس قسم کے لوگ ملتے ہیں کسی اور جگہ کہاں ملیں گے، لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

Scanned by CamScanner

چاہتے تھے کہ سماج کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو سلام کرکے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کریں اور صرف اسی کام کے لئے روزانہ بازار جایا کرتے تھے۔

سلام کا ایک حصہ مصافحہ بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں تَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ (تمہاری آپسی مبارکبادی اور سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے) ابو داؤد شریف کی روایت ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ جھڑتے ہیں اور ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں تَصَافَحُوا يُذْهِبُ الْغِلَّ وَتَهَادَوْا تَحَابُّوا وَتَذْهَبُ الشَّحْنَاءُ (موطا امام مالک) ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، یہ کینے کو دور کردیتا ہے، ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے اور دشمنی ختم ہو جاتی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

باتوں سے بھی بدلی ہے کسی قوم کی تقدیر
بجلی کے چمکنے سے اندھیرے نہیں جاتے

Scanned by CamScanner

طہارت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا وَجَعَلَهٗ نُوْرًا یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَاَشْکُرُہٗ عَلٰی سَوَابِغِ اَنْعَامِهٖ وَتَرَادُفِ اٰلَائِهٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی سَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ

صدرِ محترم! حاضرین جلسہ!

میں آج آپ حضرات کے سامنے پاکی اور طہارت کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، پاکی اور طہارت کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، پاکی کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ (طہارت نصف ایمان ہے)

ایمان کے ذریعہ ہم اپنے جسم کو کفر و شرک کی باطنی آلائش و نجاست سے پاک کرتے ہیں اور طہارت کے ذریعہ ظاہری نجاست یعنی پیشاب، پاخانہ اور دیگر گندگیوں سے ہم اپنے بدن کو پاک کرتے ہیں۔

ہمارے بہت سے بھائی طہارت اور پاکی کے اصولوں کا خیال نہیں کرتے استنجاء وغیرہ کو ایک معمولی فعل سمجھتے ہیں، اس لئے اس میں احتیاط نہیں کرتے اور پیشاب کے چھینٹے بدن پر پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ پیشاب کے چھینٹوں سے بھی بچنا لازمی اور ضروری ہے۔

Scanned by CamScanner

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ (ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے، اور عذاب قبر کسی بہت بڑے معاملہ میں نہیں ہو رہا ہے) پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اِن دونوں میں سے ایک شخص چغل خوری کرتا تھا، اور دوسرا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ (پیشاب سے نہیں بچتا تھا)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک صالح صحابی کے دفن سے فارغ ہوئے تو حضور کو بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا ہو گئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن صحابی کی بیوی کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا کہ وہ کیا کام کرتے تھے؟ بیوی نے جواب دیا

كَانَ يَرْعَى الْغَنَمَ وَلَا يَتَنَزَّهُ مِنْ بَوْلِهٖ۔ وہ بکریاں چراتے تھے لیکن ان کے پیشاب سے بچتے نہیں تھے۔

یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ پیشاب سے بچو، کیونکہ عام طور پر قبر کا عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

محترم دوستو! اچھی طرح استنجا کرنا کہ پیشاب کے قطروں کا احتمال نہ رہے اور انسان اچھی طرح پاک رہے، کتنی فضیلت رکھتا ہے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب سورۂ توبہ کی یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ قبا میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو خوب پاکی حاصل کرنا پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاکی حاصل کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قُبا کے انصار کو بلایا اور فرمایا

يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّ اللّٰهَ اے گروہِ انصار! اللہ نے تمہارے طہارت

Scanned by CamScanner

قَدْ اَثْنٰی عَلَیْکُمْ فِی الطُّھُوْرِ فَمَا — حاصل کرنے کے طریقے کی تعریف کی ہے۔ تمہارے
طُھُوْرُکُمْ — طہارت حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہم نماز کے لئے اچھی طرح وضو کرتے ہیں، حالت جنابت میں اچھی طرح غسل کرتے ہیں اور استنجا پانی سے کرتے ہیں، یعنی صرف ڈھیلے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا فَھُوَ ذَاکَ فَعَلَیْکُمُوْہُ (یہی بات ہے، پس تم ایسا ہی کرتے رہو)

طہارت کے اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی جب سو کر اٹھے تو پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، جب تک ہاتھ کو دھو نہ لے، حضورؐ فرماتے ہیں

اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِّنْ نَّوْمِہٖ — جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا
فَلَا یَغْمِسْ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی — ہاتھ برتن میں نہ ڈالے، یہاں تک کہ اسے تین
یَغْسِلَھَا ثَلَاثًا فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ — مرتبہ دھولے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے
اَیْنَ بَاتَتْ یَدُہٗ — ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے۔

حاضرین جلسہ! مختصر بات یہ ہے کہ ہم کو طہارت کے اصولوں کی پابندی کرنی چاہئے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت و استنجا کے سلسلے میں ہم کو جو ہدایات دی ہیں ان پر عمل کرنا چاہئے، تاکہ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں، نہ دکانِ آئینہ ساز میں

Scanned by CamScanner

ملکی مسائل کا حل

تعلیماتِ رسولؐ کی روشنی میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

عذاب دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں ؎ کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ

صدرِ محترم حاضرینِ جلسہ!

ہمارا وطن جو ساری دنیا میں ہندوستان جنت نشان کے نام سے مشہور ہے آج طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہے۔ مختلف تہذیبوں کا گہوارہ، مختلف قوموں کا مسکن، بھانت بھانت کی بولیاں بولنے اور قسم قسم کا طرز زندگی اپنانے والوں کا یہ وطن سرسبز و شاداب باغوں، من موہن جھیلوں اور آبشاروں، بل کھاتی ہوئی ندیوں نالوں، بلند و بالا پہاڑوں اور وسیع و عریض صحراؤں کا یہ دیش، آج ایسے مسائل میں گرفتار ہے کہ قائدین کی قیادت، رہنماؤں کی رہنمائی، مدبروں کی تدبیریں داناؤں کی دانائی اور عقلمندوں کی عقلیں بھی حیران و پریشان اور حل تلاش کرنے میں ناکام ہیں۔

وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنا مطمحِ نظر دنیا کو بنا لیا ہے اور دنیاوی اصولوں کے مطابق ہی ہم ان مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں، حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیاوی اصول اور ضابطے انسانوں کے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں اور انسانوں کے

Scanned by CamScanner

بنائے ہوئے اصول زندگی کے ہر مرحلے اور ہر موڑ پر رہنمائی کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ انھیں وہ مذہبی تقدس حاصل ہو تاکہ آدمی اُن پر اجر و ثواب سمجھ کر عمل کرے۔

ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے، اس کے ذرّہ ذرّہ سے پیار ہے، وطن کی مشکلات وطن کے مسائل اور دشواریوں کا ہمیں دکھ اور درد ہے اور ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ ہمارے ملک کے بڑھتے ہوئے مسائل اسی وقت حل ہو سکتے ہیں جب ہم خود ساختہ قوانین کو چھوڑ کر سید الاولین والآخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو گوش حق نیوش سے سنیں، دل صداقت شعار سے قبول کریں، اور اپنے اقوال و افعال اور اپنی حرکات و سکنات کو انھیں تعلیمات کا پابند بنالیں۔

ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ تعصب اور فرقہ پرستی کا ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ یہ آگ جب فسادات کی شکل میں لگتی ہے تو شہروں، آبادیوں کو تہس نہس کر ڈالتی ہے۔ انسان ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے، انسانیت کی جگہ حیوانیت اور درندگی لے لیتی ہے۔ شیطنت رقص کرتی ہے، آدمیت کا جنازہ نکل جاتا ہے، فرقہ پرستی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کو گالیاں دیتا ہے اس کے مذہبی مقامات و مراسم کی توہین کرتا ہے، مگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن مقدس فرقہ پرستی کی اس جڑ کو اکھاڑ پھینکتا ہے اور فرماتا ہے

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام)

اور انھیں برا نہ کہو جن کی یہ لوگ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں ورنہ وہ نادانستگی میں اللہ کو بُرا کہیں گے۔

فرقہ پرستی اور عصبیت کے درخت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں تیشہ چلاتے ہیں

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ وَ

وہ ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کی طرف بلایا

Scanned by CamScanner

لَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّۃً وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ (ابوداؤد)

وہ ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کی بنیاد پر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں جسکی موت عصبیت پر ہوئی

قرآن کہتا ہے

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (مائدہ)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے معاملہ میں انصاف کا دامن چھوڑ دو، انصاف سے کام لو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

ہمارے ملک کا اہم مسئلہ اونچ نیچ ظلم و بربریت بھی ہے۔ طاقتور کمزور پر ظلم کرتا ہے۔ بڑی قومیں چھوٹی قوموں کو ستاتی ہیں، انھیں ذلیل و حقیر سمجھتی ہیں، لیکن تعلیماتِ رسول ہمیں بتاتی ہیں کہ ظلم خواہ کوئی کرے، کسی حال میں کرے، ہرگز گوارہ نہیں کیا جاسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے جان بوجھ کر ظالم کی مدد کی وہ اسلام سے نکل گیا۔ ایک دوسرے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے، مگر ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپؐ نے فرمایا تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِکَ نَصْرُکَ اِیَّاہُ (اسے ظلم سے روکو یہی تمہاری اس کی مدد ہے)

آج ہمارا ملک اخلاقی بحران کا شکار ہے، کبھی کبھی ایسا بھی مرحلہ آجاتا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں کردار و کیرکٹر نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی، سائنس و ٹکنالوجی میں ہمارا ملک برابر ترقی کر رہا ہے مگر اخلاقی پستی اور اخلاقی زوال بھی ملک کا مقدر بن چکا ہے۔ ان حالات میں ہمیں اخلاق و کردار کی دولت وہاں سے ملے گی جس کی زندگی اخلاق و کردار کا سب سے اعلیٰ وارفع نمونہ تھی، جس نے اپنی آمد کا مقصد ہی یہ بتایا ہے کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ (میں اس لئے

Scanned by CamScanner

مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کروں) جس نے بتایا کہ انسان کو جو سب سے اچھی چیز عطا کی گئی ہے وہ حسن اخلاق ہے۔ جس کا ارشاد ہے کہ لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ (اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے) جس نے ساری مخلوق کو اللہ کا کنبہ کہا ہے اور اللہ کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے کو اللہ کا سب سے زیادہ محبوب بتایا، جس نے حیا و شرم کو ایمان کا شعبہ قرار دے کر ساری دنیا کو غیرت نفس اور عزت و خود داری سے سرفراز کیا۔

ملک کے مسائل کو گنتے جائیے، حساب لگاتے جائیے کوئی ایسا مسئلہ نہ ملے گا جس کا حل تعلیماتِ رسولؐ میں نہ موجود ہو، بلکہ میں تو بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ ملکی مسائل تو معمولی بات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ساری دنیا کے مسائل کا حل موجود ہے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ دنیا نے جب جب اپنے غم کا مداوا تعلیماتِ رسولؐ سے چاہا، جب جب اپنی مشکلات کا حل ارشاداتِ رسولؐ میں تلاش کیا، وہ کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہوئی، اور آج بھی ہمارے ملک سمیت ساری دنیا کو اپنے مسائل کے لئے انھیں تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضاء

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

Scanned by CamScanner

توبہ

اَلْحَمْدُ لِاَهْلِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِهَا اَمَّا بَعْدُ

محترم بزرگو اور دوستو!

انسان خطا اور نسیان سے مرکب ہے، کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی، کسی قسم کے گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا، انبیائے کرامؑ کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں، غلطیاں، چوک، گناہ ہر ایک سے ہوسکتے ہیں اور ہوجاتے ہیں، گناہ ہوجانا حیرت انگیز نہیں، لیکن گناہوں پر اصرار اور گناہوں پر اڑے رہنا حیرت انگیز بھی ہے اور بہت بڑی معصیت بھی، انسان سے جوں ہی کوئی گناہ ہو خواہ جان بوجھ کر یا غفلت ولاپرواہی سے، اس پر لازم ہے کہ فوراً نادم ہو، توبہ و استغفار کرے اور اس گناہ کا ارتکاب نہ کرنے کا عہد کرے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ (ترمذی)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر انسان خطاکار ہے اور سب سے اچھے خطاکار وہ لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

سورۂ تحریم میں ہے

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ

اے ایمان والو! اللہ سے خالص توبہ کرو، امید

تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ‏ ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

(پ ۲۸)

جب بندہ کوئی گناہ کرے، پھر اس کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ واستغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، اور کسی بھی بندہ کے لئے یہ بہت ہی سعادت ونیک بختی ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں زیادہ سے زیادہ توبہ و استغفار ہو۔

محترم حضرات! توبہ کے بعد پھر وہی گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کرنا چاہیئے، بار بار گناہ ہو جائے تو بار بار توبہ کرنا چاہیئے، اور کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ توبہ کرتا ہوں، پھر گناہ کر بیٹھتا ہوں اب بھلا اللہ تعالیٰ معاف کرے گا۔ ایسا سوچنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ‏ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو

جب توبہ کی جائے، خالص توبہ کی جائے، آئندہ گناہ نہ کرنے کا پورا عزم ہو، لیکن اگر خدانخواستہ نفس کے بہکاوے میں آکر پھر گناہ ہو جائے تو چپ نہ بیٹھے، پھر توبہ کرے اور جب جب ایسا ہو تب تب توبہ کرے، اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہے، اللہ غفور رحیم ہے، وہ گناہوں کو بخشدے گا، بار بار بخشے گا، خواہ گناہوں کی مقدار آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہو جائے، اور خوش بھی ہوگا کہ میرا بندہ میری بخشش ومغفرت کا امیدوار ہے اور جانتا ہے کہ میں غفور رحیم ہوں، میں ہی گناہوں کو بخشتا ہوں۔

Scanned by CamScanner

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً (ابوداؤد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس نے گناہوں پر اصرار نہیں کیا جس نے استغفار کرلیا۔ اگرچہ دن میں ستر مرتبہ ایسا ہوا ہو۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، اس لئے کہ میں ہر دن میں سو مرتبہ اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

سوچنے کا مقام ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود ایک ایک دن میں ستر ستر سو سو مرتبہ توبہ واستغفار کریں، اور ہم جیسے گنہگار، خطاؤں میں غرق، معصیت میں ڈوبے ہوئے توبہ کی بات بھی نہ سوچیں، جبکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اللہ کی رحمت و مغفرت ہمارا انتظار کر رہی ہے مگر ہم ہیں کہ اللہ کی رحمت و مغفرت سے دامن بھرنے کے لئے آگے نہیں بڑھتے۔

حدیث میں ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر توبہ واستغفار کرلے تو دھبہ صاف ہو جاتا ہے اور دل چمکنے لگتا ہے لیکن اگر توبہ نہ کرے اور گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے تو وہ دھبہ بھی بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ کو یوں سمجھے کہ پہاڑ کے نیچے کھڑا ہے اور ڈر ہے کہ پہاڑ اس پر گر نہ پڑے اور کافر و فاسق گناہ کو یوں سمجھتا ہے کہ جیسے ناک پر مکھی بیٹھی ہو۔

بزرگو اور دوستو! توبہ واستغفار دنیا کے غموں کا علاج اور کشائش رزق کا سبب ہے، اس سے دین بھی بنتا ہے اور دنیا بھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ

Scanned by CamScanner

رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

جس نے استغفار کو لازم کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اسکے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور ہر غم سے کشادگی پیدا کرے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیگا جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات پر چلائے، گناہوں اور خطاؤں سے محفوظ رکھے اور صدق دل سے توبہ واستغفار کی توفیق عطاء فرمائے۔

آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خدا وہ درد محبت ہر ایک کو بخشے
کہ جس میں روح کی تسکین پائی جاتی ہے

جگر مرادآبادی

بھیک مانگنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی، لَہُ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْہِہٖ وَعَظِیْمِ سُلْطَانِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَفْوَۃِ رُسُلِہٖ وَخَاتَمِ اَنْبِیَائِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

بزرگانِ ملتِ اسلامیہ!

جو تو حق و صداقت کے لئے تیار ہو جائے نگاہیں تیر بن جائیں زباں تلوار بن جائے

بھیک مانگنا، لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا، غیرت وحمیت کے خلاف ہے اس سے خودداری ختم ہو جاتی ہے، شرم وحیا جاتی رہتی ہے، انسان کاہل اور کام چور ہو جاتا ہے، سب کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے، وہ مانگتا ہے خوشامد کرتا ہے، کوئی دیتا ہے، کوئی نہیں، کوئی خوشی سے دیتا ہے، کوئی منھ بگاڑ کر، کوئی نرمی سے انکار کرتا ہے، کوئی جھڑک کر، مانگنے والے کو سب سہنا ہے۔ کیونکہ اس کا ہاتھ مانگنے والے کا ہاتھ ہے، مانگنے والے کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے، نیچا بن کر رہنا ہے۔ دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اوپر والا اونچا مانا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی وَالْیَدُ الْعُلْیَا ھِیَ الْمُنْفِقَۃُ وَالسُّفْلٰی ھِیَ السَّائِلَۃُ (بخاری ومسلم)

اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نچلا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

Scanned by CamScanner

بہت سے لوگ مانگنے کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں، گھر بھرا ہوتا ہے، کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی، اللہ کا دیا سب کچھ ہوتا ہے، مگر عادت پڑ گئی ہے، مانگیں گے ضرور، شرم و حیا کو طاق پر رکھ کر، عزت نفس کو بیچ کر، ڈانٹ پھٹکار سن کر، جھڑکیاں برداشت کر کے مانگے جائیں گے، ہاتھ پھیلائے جائیں گے۔ جسم تندرست و توانا ہوگا ہاتھ پاؤں میں کمانے کی طاقت ہوگی مگر بھیک مانگنا بند نہ ہوگا، جھوٹے سچے بہانے کر کے، روپ بدل کر، خود کو بیمار وا پاہج، ظاہر کر کے، مختلف حیلوں اور تدبیروں سے بھیک مانگنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ خود بھی شامل رہیں گے اور بیوی بچوں حتیٰ کہ معصوم ننھے منے بچوں کو بھی بے غیرت بنا دیں گے۔

بعض بھیک مانگنے والے یہ کہنے سے بھی نہیں چوکتے کہ ہم کیوں نہ مانگیں، یہی ہمارا پیشہ ہے، یہی ہماری روزی ہے، ہم فلاں برادری سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مانگنا ہمارا پیدائشی حق ہے، جبکہ شرعاً بھیک مانگنے کا تعلق کسی ذات برادری اور خاندان و قبیلہ سے ہرگز نہیں، اس کا تعلق ضرورت و حاجت سے ہے، بغیر ضرورت و حاجت جو مانگے گا وہ مانگ مانگ کر جہنم کی آگ اکٹھا کرے گا، اپنی جھولی، اپنے کشکول میں انگارے بھرے گا

ارشاد نبویؐ ہے

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ (مسلم)

جس نے لوگوں سے اُن کا مال زیادہ جمع کرنے کی نیت سے مانگا، وہ آگ کے انگارے مانگ رہا ہے، پس کم مانگے یا زیادہ۔

حجۃ الوداع کے موقع پر دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے آپؐ اس وقت صدقہ تقسیم کر رہے تھے، ان دونوں نے بھی مانگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نظر دونوں پر ڈالی، دیکھا کہ تندرست و توانا ہیں، کمانے

Scanned by CamScanner

کے لائق ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا "اگر میں چاہوں تو اس میں سے تم دونوں کو بھی دے سکتا ہوں، لیکن سن لو کہ اس میں کسی مالدار اور کمانے کے لائق تندرست و توانا کا کوئی حصہ نہیں ہے" (ابوداؤد) دوسری روایت میں ہے کہ صحیح الاعضاء کے لئے مانگنا جائز نہیں۔ (ترمذی)

مانگنا ایسے شخص کے لئے ہی جائز ہے جو کنگال و فقیر ہو یا سخت پریشان حال مقروض ہو، یا کسی کی ضمانت لی ہو تو ضمانت کے پیسوں کا انتظام اس کے پاس نہ ہو اور جو لوگ ان حالات کے بغیر مانگتے رہتے ہیں ان کے منھ پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی، سارا چہرہ زخموں سے بھرا ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

دنیا میں انھوں نے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنے چہرہ کو بے غیرت کیا، منھ کی رونق ختم کی، لہذا میدان حشر میں بھی ان کا چہرہ بے رونق، بدصورت اور کریہہ المنظر دکھائی دے گا۔

سہل بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر مال ہے جو اس کو غنی کردے تو وہ اس سوال کے ذریعہ آگ کی کثرت طلب کر رہا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "غناء کی حد کیا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا جائز نہیں" آپؐ نے ارشاد فرمایا قَدْرَ مَا يُغَدِّيْهِ اَوْ يُعَشِّيْهِ (اس قدر جو اس کے لئے صبح وشام کی غذا کا کام دے سکے) دوسری روایت میں ہے شِبَعُ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ (ایک دن یا ایک رات اور ایک دن پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہو) (ابوداؤد)

زبیر بن عوامؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی رسی لے کر لکڑی کا گٹھا اپنی پشت پر اٹھا کر لائے اور اس کو فروخت کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی آبرو بچالے، یہ اس سے بہتر ہے کہ

Scanned by CamScanner

لوگوں سے سوال کرے، وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔ (بخاری)

حدیث میں ہے کہ جو شخص مانگنے اور سوال کرنے سے بچتا ہے، اللہ اس کو بچاتا ہے، جو لوگوں کے مال سے بے پروائی ظاہر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بے پروا بنا دیتا ہے، جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا کرتا ہے، اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور فراخ عطیہ کوئی نہیں ملا۔ (بخاری و مسلم)

لالچ کے ساتھ مال کو لینا بے برکتی پیدا کرتا ہے، گویا کھاتا جا رہا ہے لیکن پیٹ بھرنے کا نام نہیں لیتا، اسی طرح مانگنے کا حریص، ہاتھ پھیلانے کا عادی شخص خواہ کتنا ہی پا جائے، اس کی حرص نہیں جاتی، ہر وقت اور اور کی طلب رہتی ہے بے غیرتی کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ پیچھے پڑ کر لیتا ہے، جھڑکیاں سہہ کر لیتا ہے، ڈانٹ پڑتی ہے مگر باز نہیں آتا، رسوائی ہوتی ہے، ذلیل و خوار کیا جاتا ہے مگر بھیک مانگنے کا سلسلہ بند نہیں کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ مانگنے سے جو ملتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی، محتاج سمجھ کر کوئی خود سے دیدے، بے طلب مدد کرے، اس میں برکت ہوتی ہے۔ (مسلم)

عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا	جس شخص کو فاقہ پہونچے اور وہ لوگوں پر اسکو
بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهٗ وَ	ظاہر کر دے، اس کی ضرورت پوری نہ کی جائیگی
مَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ اَوْشَكَ	اور جو اللہ تعالیٰ سے ہی فریاد کرے قریب ہے کہ
اللّٰهُ لَهٗ بِالْغِنٰى اِمَّا بِمَوْتٍ	اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو غنا کے ذریعہ پوری فرما دے
عَاجِلٍ اَوْ غِنًى اٰجِلٍ (ترمذی، ابو داؤد)	کسی کے جلد مر جانے سے یا بدیر تونگری سے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "لوگو! جان لو کہ

Scanned by CamScanner

لالچ اور طمع فقر و غربت ہے اور نا امید و مایوس ہونا غناء اور لاپروائی ہے، آدمی جس چیز سے نا امید ہو جاتا ہے اس سے لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ (رزین)

لہٰذا لوگوں کے مال سے بے نیاز اور لاپرواہ رہا کرو، مایوس اور نا امید رہا کرو تاکہ تمہارے اندر غناء کی صفت پیدا ہو اور بھیک مانگنے کی عادت نہ پڑے۔

وہ شبنم کا سکوں ہو یا کہ پروانے کی بے تابی
اگر اڑنے کی دھن ہوگی تو ہوں گے بال و پر پیدا

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ لوگوں سے کبھی کوئی سوال نہیں کرے گا، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں، حضرت ثوبانؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا "میں ضمانت دیتا ہوں" اس کے بعد حضرت ثوبانؓ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو ایک ایک دو دو لقموں کے لئے در در ٹھوکریں کھائے، صدائیں لگائے، حقیقت میں مسکین وہ ہے جو اپنا کام چلانے کے لئے کچھ بھی نہ پائے اور لوگ بھی سمجھ نہ پائیں کہ خود ہی دیدیں اور اس کی خودداری کا یہ حال ہو کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کے لئے کھڑا بھی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم) یہی مسکین ہے، یہی صدقہ و خیرات کا اصل مستحق ہے، اس کی امداد و اعانت کرنی چاہئے، ڈھونڈھ کر اور تلاش کر کے ایسے لوگوں کو دینا چاہئے، کیونکہ ایسے لوگوں کی مدد سراسر اجر و ثواب ہے، کار خیر ہے۔ حصولِ جنت کا ذریعہ ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اس کا پورا پورا ثواب

وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

بقرہ — ۲۷۲ و ۲۷۳

تم کو مل جائے گا اور تمہارے لیے اس میں کوئی کمی نہ کیجائے گی۔ صدقات میں اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو اللہ کے راستے میں محدود ہو گئے ہیں یا اسی وجہ سے وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا عادۃً امکان نہیں رکھتے، سوال سے بچنے کی وجہ سے، ناواقف انھیں تونگر سمجھتا ہے، تم ان کو اُن کے طرز سے پہچان سکتے ہو (کیونکہ فقر و فاقہ سے چہرہ پر اثر ضرور آجاتا ہے) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے، اور تم جو مال بھی خرچ کروگے اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔

بزرگان محترم! آپ حضرات کے سامنے جو باتیں بیان کی گئیں، ان سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اسلام میں بھیک مانگنا منع ہے، دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی اجازت نہیں، وہ محنت و مزدوری کر کے کمانے کھانے پر زور دیتا ہے دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے کی اجازت بدرجہ مجبوری ہے، پیشہ ورانہ بھیک مانگنے اور خاندانی حق سمجھنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔

عہد رسالت کے ایک واقعہ سے ہماری مزید تائید ہو گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپؐ سے سوال کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا "تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ جواب دیا ہاں! ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصہ کو ہم بچھاتے اور اوڑھتے ہیں، کچھ کو بچھاتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی

Scanned by CamScanner

وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

تم کو مل جائے گا اور تمہارے لئے اس میں کوئی کمی نہ کیجائے گی۔ صدقات میں اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو اللہ کے راستے میں محدود ہو گئے ہیں اسی وجہ سے وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا عادۃً امکان نہیں رکھتے، سوال سے بچنے کیوجہ سے، ناواقف انھیں تونگر سمجھتا ہے، تم ان کو اُن کے طرز سے پہچان سکتے ہو (کیونکہ فقر و فاقہ سے چہرہ پر اثر ضرور آجاتا ہے) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے، اور تم جو مال بھی خرچ کروگے اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔

بقرہ — ۲۷۲ و ۲۷۳

بزرگان محترم! آپ حضرات کے سامنے جو باتیں بیان کی گئیں، ان سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اسلام میں بھیک مانگنا منع ہے، دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی اجازت نہیں، وہ محنت و مزدوری کر کے کمانے کھانے پر زور دیتا ہے دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے کی اجازت بدرجہ مجبوری ہے، پیشہ ورانہ بھیک مانگنے اور خاندانی حق سمجھنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔

عہد رسالت کے ایک واقعہ سے ہماری مزید تائید ہو گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپؐ سے سوال کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا "تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ جواب دیا ہاں! ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصہ کو ہم پہنتے اور اوڑھتے ہیں، کچھ کو بچھاتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا دونوں چیزیں لے آؤ، وہ دونوں چیزیں لے کر آئے،

Scanned by CamScanner

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا مَنْ يَشْتَرِي هٰذَيْنِ (انھیں کون خریدتا ہے؟) ایک شخص نے کہا "میں ان دونوں کو ایک درہم میں خریدتا ہوں"۔ آپؐ نے فرمایا مَنْ يَزِيدُ عَلٰى دِرْهَمٍ (ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟) آپؐ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ فرمائی، گویا آپؐ نیلام فرما رہے تھے۔ ایک دوسرے آدمی نے کہا اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ (میں ان دونوں کو دو درہم میں خریدتا ہوں) آپؐ نے بولی اسی پر ختم کر دی، سامان اس آدمی کو دیدیا اور اس سے دو درہم لے کر انصاری صحابی کو دیدیئے اور فرمایا "ایک درہم کا کھانا وغیرہ خرید کر گھر والوں کو دے دو، اور دوسرے درہم کا تیشہ (کلہاڑی کا پھل) خرید کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ انھوں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لکڑی کا دستہ اپنے دستِ مبارک سے لگایا۔ اور فرمایا

اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا — جاؤ لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بیچو، اور دیکھو پندرہ دن تک میں تمہیں نہ دیکھوں (پندرہوں تک لگاتار محنت کرتے رہو)

چنانچہ وہ جنگل سے لکڑیاں لالا کر فروخت کرتے رہے، جب پندرہ دن پورے ہوئے تو وہ دس درہم کما چکے تھے، کچھ کا کپڑا خریدا، کچھ کا کھانا، آپؐ نے ان کی محنت و مزدوری کی یہ کمائی دیکھ کر فرمایا

هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيْءَ الْمَسْئَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — یہ تمہارے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن مانگنے کی وجہ سے تمہارے چہرہ میں برا نشان ہو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوال کرنا، تین شخصوں کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں، ایسا محتاج جس کی بیچارگی نے اسے زمین پر ڈال دیا ہے ایسا شخص جس کے ذمہ بھاری قرض ہے جس کے اتارنے کی اسے طاقت نہیں،

Scanned by CamScanner

یا کسی خون والے کے لئے (خون بہا ادا کرنے کے لئے) جس کی ادائیگی اس کے لئے سخت مشقت اور تکلیف کا سبب ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

بزرگو اور دوستو! کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس دین نے بھیک مانگنے سے سب سے زیادہ منع کیا ہو، محنت سے کمانے کھانے اور کوشش وجد وجہد سے روزی حاصل کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہو، اسی مذہب کے نام لیواؤں میں بھکاریوں کا تناسب سب سے زیادہ ہو، ہر چوراہے، گلی کوچے اور مسجد کی سیڑھیوں اور دروازوں پر بھیک مانگنے والوں کی بھیڑ دکھائی دے، قطار لگی نظر آئے۔

اپنے خورشید پہ پھیلا دیئے سائے ہم نے
مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ

ہمیں ایک نیا سماج بنانے کی ضرورت ہے، ایسا سماج جس میں بھیک مانگنے والے نہ ہوں، محنت کرکے کمانے والے ہوں، دوسروں کے آگے دست سوال دراز کرنے والے نہ ہوں، کسب حلال کی روزی کھانے والے ہوں، بھکاریوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ترغیب دی جائے، ان کی مدد کرکے انھیں روزی روٹی سے لگا دیا جائے، پیشہ ور فقیروں، برادری کے نام پر مانگنے والوں اور ایسے لوگوں کو بھیک ہرگز نہ دی جائے جو تندرست وتوانا ہوں، کمانے کھانے کے لائق ہوں، گھر بھرا ہو، کسی طرح کی محتاجگی نہ ہو پھر بھی مانگتے پھریں، یہ لوگ اسلام کی پیشانی پر کلنک کا داغ ہیں، اس داغ اور دھبے کو صاف کرنا مسلمانوں کی اہم ذمہ داری ہے۔

بھنور سے لڑو، تند لہروں سے الجھو
کہاں تک چلوگے کنارے کنارے

وما علینا الا البلاغ

Scanned by CamScanner

خودکشی حرام ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَجَعَلَ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا وَّاَجَلًا مُطَابِقًا لِعِلْمِہٖ وَحِکْمَتِہٖ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ فِی الْاُلُوْھِیَّۃِ وَالْخَلْقِ وَالتَّدْبِیْرِ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الْبَشِیْرُ وَالنَّذِیْرُ وَالسِّرَاجُ الْمُنِیْرُ اما بعد

جو غم میں گھبرا رہے ہیں شاعر کوئی یہ اے کاش ان سے پوچھے
اگر سمجھنا ہے زندگی کو تو زندگی سے فرار کیوں ہے؟

محترم بزرگو اور دوستو!

جان کتنی پیاری چیز ہے، جان قدرت کا کتنا بہترین عطیہ ہے، جان ہو تو زندگی ہے، جان نہ ہو تو زندگی نہیں۔ اس جان اور زندگی کے لئے آدمی کیا کیا جتن کرتا ہے، کیا کیا کوششیں کرتا ہے، جان ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے، جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے، کوئی مرنا نہیں چاہتا، کوئی جان سے جانا نہیں چاہتا، مگر یہ ساری باتیں عقل و ہوش کی ہیں، فہم و فراست کی ہیں، اس وقت کی ہیں جب عقل گم نہ ہو، حواس قابو میں ہوں۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ کبھی کبھی آدمی عقل سے بیگانہ ہو جاتا ہے، ہوش و

Scanned by CamScanner

حواس کھو بیٹھتا ہے، سمجھ بوجھ کی صلاحیت اور اچھائی برائی کی استعداد سے محروم ہو جاتا ہے۔ تب جان جیسی عزیز و پیاری چیز بھی اس کے نزدیک عزیز نہیں رہتی، زندگی جیسی نعمت و دولت بھی اس کی نظر میں بے وقعت ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے اپنی جان دیدیتا ہے، اپنا گلا گھونٹتا ہے، دریا میں چھلانگ لگاتا ہے، کسی بلڈنگ سے کود جاتا ہے، ریل کی پٹری پر لیٹ جاتا ہے زہر پی لیتا ہے، چھرا گھونپ لیتا ہے، گولی مار لیتا ہے۔

کس لئے؟ ذہنی سکون کے لئے؟ دنیا کی نگاہوں سے بچنے کے لئے؟ ندامت و شرمندگی کی وجہ سے، کسی مرحلہ میں ناکام ہو جانے کی وجہ سے، کسی معاملہ میں ذلیل و رسوا ہو جانے کے خوف سے؟ کسی جذبات میں آکر، دنیا والوں کی نگاہوں میں سرخ رو ہونے اور بہادر گنے جانے کے لئے؟

حالانکہ ایسے شخص کو ان میں سے کچھ نہیں ملتا، نہ سکون ملتا، نہ رسوائی سے نجات ملتی، نہ وہ بہادر گنا جاتا، نہ سماج میں اس کا مقام بلند ہوتا بلکہ مزید رسوائی اور بدنامی ہاتھ آتی ہے، ذلیل و خوار ہوتا ہے، لوگ اس کا نام برائی سے لیتے ہیں، وہ حرام موت کا مرتکب ہوتا ہے، لوگ اس کے کفن اور نماز جنازہ میں شریک ہونے سے بھی کتراتے ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد دنیا کا آخری مرحلہ جو تجہیز و تکفین کا ہوتا ہے، کفنانے اور دفنانے کا ہوتا ہے، نماز جنازہ پڑھنے اور دعائے مغفرت کا ہوتا ہے اس میں بھی لوگ بے دلی سے ہی شرکت کرتے ہیں، غم اور افسوس کم ہوتا ہے، نفرت پائی جاتی ہے۔ آنسو کم نکلتے ہیں کراہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے بالکل قریبی اعزاء اولاد، بیوی، والدین بہن بھائی بھی کدورت ہی محسوس کرتے ہیں، غم واندوہ کی وہ کیفیت بالکل نہیں ہوتی جو طبعی موت کے نتیجے میں ہوتی ہے۔ مرنے والوں سے وہ لگاؤ،

Scanned by CamScanner

تعلق اور محبت ذرا بھی نہیں لگتی جو فطری اور عام حالات میں موت ہونے سے لگتی ہے۔ سب جلد از جلد اس کے آخری مراسم ادا کرنا چاہتے ہیں۔ جلد از جلد اس کی لاش کے بوجھ سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں، گھر کو اس کے وجود سے پاک وصاف کر دینا چاہتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس نے خودکشی کی، حرام موت مرا، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، حکم شریعت کا مذاق اڑایا، فرمانِ خداوندی کو پس پشت ڈالا، اللہ نے جس چیز کا اختیار اسے نہیں دیا تھا، وہ اس نے کر ڈالا، ایسا کام کیا جو قرآن کے بھی خلاف ہوا۔ حدیث کے بھی خلاف، مزاجِ شریعت کے بھی خلاف، اور دنیاوی قانون وسماج کے بھی خلاف۔ اور ہر ایک کے نزدیک قابلِ سزا جرم ہے۔

حادثاتِ وقت ہم سے کر رہے ہیں اک سوال
کس گھڑی ظرفِ بشر کا امتحاں ہوتا نہیں

موت اور زندگی انسان کی اختیاری نہیں، موت وزندگی کا مالک اللہ ہے۔ خودکشی کرنے والا اللہ کی ملکیت میں دخل دیتا ہے، اس پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ موت وحیات اگر انسان کی اختیاری چیز ہوتی تو انسان جب چاہتا مر جاتا، جب چاہتا مرنے سے بچ جاتا، لیکن ہمارا مشاہدہ ہے کہ بہت سے خودکشی کرنے والے، موت کو دعوت دینے والے، اپنے آپ کو موت کے حوالہ کرنے والے موت سے بچ جاتے ہیں، مر نہیں پاتے، اور بہت سے موت سے بچنے کی کوشش کرنے والے موت سے بچ نہیں پاتے۔

معلوم ہوا کہ موت وحیات انسان کی چیز نہیں، انسان کی ملکیت نہیں، موت وحیات کا مالک اللہ ہے، وہ جب چاہتا ہے مارتا ہے، جب

Scanned by CamScanner

چاہتا ہے موت سے بچا لیتا ہے، زندگی، انسان کے لئے اللہ کا عطیہ ہے، امانت ہے، وہ اس سے فائدہ اٹھائے، لیکن اس میں تصرف نہ کرے، اپنی مرضیات نہ چلائے، مالکانہ اختیار کا دعویدار ہو کر اسے بنانے اور بگاڑنے کی کوشش نہ کرے، زندگی سے کھیل نہ کرے، اس عطیۂ خداوندی اور نعمتِ الٰہی کو اسی کے مطابق گزارے جو حکمِ الٰہی ہے، جو منشائے خداوندی ہے۔

قرآن کہتا ہے

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (نساء-۲۹) اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ خود کو مار ڈالنا یا مار ڈالنے کی کوشش کرنا درکنار، موت کی تمنا بھی نہ کرو، موت کی چاہت بھی نہ رکھو، زندگی جو اللہ نے دی ہے اس کی قدر کرو، اسے عزیز رکھو، اس سے محبت رکھو، اس سے پیار کرو۔ جاں کنی کی تکلیف سے ڈرو۔

لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَاِنَّ هَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِيْدٌ وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَةِ اَنْ يَّطُوْلَ عُمُرُ الْعَبْدِ وَيَرْزُقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْاِنَابَةَ (مسند احمد)

موت کی آرزو نہ کرو، بیشک جاں کنی کا ہول سخت ہے، بندے کی نیک بختی یہ ہے کہ عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اسے طاعت نصیب کرے۔

حضرت ابوامامہ رضؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے ہمیں نصیحت فرمائی اور ہمارے دل نرم کئے، حاضرین میں حضرت سعد بن ابی وقاص بھی تھے وہ رو پڑے اور بہت زیادہ روئے اور کہا يَا لَيْتَنِيْ مِتُّ (اے کاش میں مرجاتا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعدؓ! میرے پاس بیٹھ کر تم موت کی تمنا کرتے ہو؟ آپؐ نے یہ کلمات تین بار دہرائے۔ پھر فرمایا

Scanned by CamScanner

اِنْ كُنْتَ خُلِقْتَ لِلْجَنَّةِ فَمَا طَالَ عُمُرُكَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ (مسند احمد)

اے سعد! اگر تم جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو جس قدر تمہاری عمر لمبی ہوگی اور تمہارا عمل اچھا ہوگا، تمہارے لئے بہتر ہے۔

دوسری روایت میں ہے

لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَيْرًا (مسلم)

مومن کے لئے مومن کی عمر بھلائی میں ہی اضافہ کرتی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو شاید وہ نیکی اور زیادہ کرے اور اگر برا ہے تو ممکن ہے وہ توبہ کرے اور اللہ کی رضا حاصل کرے۔ (بخاری)

ڈر دنہ غم کی رات سے تموج حیات سے
بلا سے سخت ہی سہی یہ امتحاں چلے چلو

مصائب و آلام میں گھرا ہوا شخص جو اپنی زندگی کو بے فائدہ سمجھ رہا ہو، زندگی سے مایوس اور بیزار نظر آتا ہو، حد سے حد یہ جملہ کہہ سکتا ہے

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ (بخاری و مسلم)

اے اللہ! مجھ کو زندہ رکھ جب تک زندہ رہنا میرے لئے بہتر ہے اور مجھ کو مار، جس وقت مرنا میرے لئے بہتر ہو۔

محترم حضرات! غور کا مقام ہے، جب موت کی آرزو اور تمنا کرنا بھی حرام ہے، اس کی چاہت و خواہش بھی حرام، اس کی طلب اور لپک بھی حرام، پھر بھلا خود کو موت کے آغوش میں ڈھکیلنا، موت کے منھ میں ڈالنا، موت کے لئے پیش کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، اسی لئے خودکشی حرام ہے اور خودکشی کو حرام موت کہا جاتا ہے، ایسی موت جو قابل نفرت ہے، باعث ننگ ہے۔ ایسی

Scanned by CamScanner

موت جو جہنم میں لے جانے والی ہے، دوزخ کا ایندھن بنانے والی ہے، جو اسلام میں بھی حرام ہے اور دنیاوی قانون میں بھی جرم اور قابل سزا ہے۔

جس خود کشی کرنے والے نے جس اذیت سے گزر کر موت کو گلے لگایا ہوگا اسی اذیت سے جہنم میں بھی گزرتا رہے گا، زہر کا پیالہ پینے والا زہر کا پیالہ پیتا رہے گا، چاقو مارنے والا چاقو مارتا رہے گا، کنویں میں چھلانگ لگانے والا جہنم کے کنویں میں چھلانگ لگاتا رہے گا، پستول مارنے والا پستول مارتا رہے گا۔ غرضیکہ وہ مسلسل اسی اذیت اور کرب سے گزرتا رہے گا جس طریقے سے اس نے خود کشی کی ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيْهَا خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَسَمُّهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَوَجَّاُ بِهَا فِيْ بَطْنِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا (بخاری و مسلم)

جو شخص پہاڑ سے گرا اور اپنی جان کو قتل کر ڈالا وہ دوزخ کی آگ میں گرتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، جس نے زہر پیا اور اپنی جان کو قتل کر ڈالا، اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا جس نے اپنی جان کو کسی تیز ہتھیار سے قتل کیا، اس کا ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا وہ اس کو اپنے پیٹ میں گھونپے گا اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

دوسری حدیث میں ہے

جو شخص گلا گھونٹ کر اپنی جان کو مار ڈالتا ہے، وہ دوزخ میں اس کو

گھونٹے گا۔ اور جو نیزہ مار کر اس کو قتل کرتا ہے، دوزخ میں اس کو نیزہ مارتا رہے گا۔ (بخاری)

اپنے دامن کے لئے خار چنے خود ہم نے
اب یہ چبھتے ہیں تو پھر اس میں شکایت کیا ہے

حضرت جندب بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا، اس کے ہاتھ پر زخم آگیا اس نے چھری لی اور اپنے ہاتھ کو کاٹ دیا، اس کا خون بہنا شروع ہوا اور بہتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ وہ مرگیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا "میرے بندے نے اپنے نفس کے ساتھ مجھ سے جلدی کی، میں نے اس پر جنت حرام کردی۔
(بخاری ومسلم)

ایسے ہی ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ چنانچہ شریعت کا حکم یہی ہے کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ میں اہم افراد شرکت نہ کریں، بس چند لوگوں کے ذریعہ معمولی طور پر اس کی نماز جنازہ پڑھ لی جائے تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو اور سبق ملے۔

بزرگو اور دوستو! خودکشی کی ایک اور قسم ہے جسے لوگ خودکشی نہیں سمجھتے، خودکشی نہیں کہتے، جبکہ وہ بھی خودکشی ہے اور وہ ہے "مرن برت" یہ چیز بھی بہت عام ہو رہی ہے، یہ ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر کسی پر دباؤ ڈالنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسے سلوڈیتھ (سست روی سے مرنا) کہا جاسکتا ہے۔ یہ بھی اسلام میں اسی طرح حرام اور ناجائز ہے جس طرح خودکشی کی دوسری قسمیں حرام ہیں۔ تامرگ بھوک ہڑتال اور خودکشی میں کوئی فرق نہیں۔

Scanned by CamScanner

یاد رکھئے! کوئی واقعہ کتنا ہی دردناک ہو، کتنا ہی اذیت ناک ہو، مصائب سے پُر ہو، وہ ہمیشہ اسی طرح نہیں رہتا، وقت کے گزرنے کیساتھ اس کی اہمیت، اس کی ہولناکی، اس کا کرب ختم ہو جاتا ہے، خودکشی کا ارادہ کرنے والا اگر اس بات کو ذہن میں رکھے اور خود سے سوال کرے

"یہ واقعہ جو آج مجھے اس قدر پریشان اور دکھی کئے ہوئے ہے، کیا آج سے ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک ماہ بعد بھی اس کی اہمیت اس قدر ہوگی؟"

ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ملے گا۔ دردناک سے دردناک اور تکلیف دہ سے تکلیف دہ واقعہ کی بھی دردناکی اور تکلیف وقت کے ساتھ کم ہو جاتی ہے، اس کا احساس بہت ہی معمولی رہ جاتا ہے۔

حادثوں کا کیا ہے یہ تو زندگی کے ساتھ ہیں
ایک سے بچ کر چلو گے دوسرا مل جائے گا

وقت ہر زخم کا مرہم ہے۔ زندگی جیسی قیمتی چیز کے بدلے اگر کسی کو دکھ کے چند دن اور چند ماہ بھی گزارنا پڑیں تو یہ سودا مہنگا نہیں۔ ایسے لوگوں کو بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا چاہیے اور یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا — اے اللہ! میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے اس کا بدل عنایت فرما۔

یہ وہ ہتھیار ہے جو ہر درد کا درماں ہے، ہر مصیبت کا علاج ہے، ہر مصیبت کا علاج ہے، ہر زخم کا مرہم ہے، ہر رنج و غم کا مداوا ہے۔

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

حوادثِ زمانہ اسلام کی راہ میں حائل نہیں ہوتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَعَدَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالنَّصْرِ وَالتَّائِیْدِ وَدَافِعَ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کَیْدَ کُلِّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ جَاھَدَ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ لِاِعْلَاءِ التَّوْحِیْدِ اَمَّا بَعْدُ

نہ حیات میں مرگِ سکوں سے ڈرتا ہوں
نہ حادثات میں گزرے وہ زندگی کیا ہے؟

بزرگو اور دوستو!

آج ہر ایک کی زبان پر مسلمانوں کی پستی اور کم ہمتی کا رونا ہے، مسلمانوں کے انحطاط اور زوال کی کہانی ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کی ناکامی کے چرچے ہیں، پیچھے رہ جانے کا تذکرہ ہے۔ معاشی، اقتصادی، تہذیبی، ثقافتی، اخلاقی روحانی ہر قسم کا انحطاط، ہر قسم کی کمزوریاں مسلمانوں میں موجود ہیں، مسلمانوں کی پستی کا رونا رونے اور آنسو بہانے والے غلط نہیں کہتے، ان کی باتیں اخلاص پر بھی مبنی ہیں اور حق و صداقت پر بھی۔ مگر بزرگان ملت! مجھے اس مسئلہ کو دوسرے رخ سے دیکھنا ہے۔ میں آج تصویر کا دوسرا پہلو لے کر آپ کے سامنے آیا ہوں۔ ایسا پہلو جو روشن و تابناک ہے، خوشگوار و خوش منظر ہے۔ ملت اسلامیہ کی بہتری کی ضمانت ہے، اس کے عالی شان مستقبل کا پرتو ہے۔

Scanned by CamScanner

بزرگو اور دوستو! مجھے کہنے دیجئے کہ اسلام اور مسلمان دو چیزیں ہیں، مسلمانوں کے زوال سے اسلام کو زوال نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کی کمزوری سے اسلام کمزور نہیں ہو سکتا، مسلمانوں کا انحطاط۔ اسلام کے انحطاط کی دلیل نہیں ہے — اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اسلام کے عملی مظاہر، مسلمان ہیں۔ اسلام کی جلوہ سامانیاں، مسلمانوں کی زندگیوں سے ہی اجاگر ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی پستی اور انحطاط کا ذمہ دار، اسلام نہیں، مسلمانوں کی بدعملی ہے۔ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کا سبب، اسلام نہیں، خود مسلمان ہیں۔ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں اسلئے پیچھے ہو گئے، وہ اسلامی تعلیمات کے متبع نہیں، اس لئے کامیاب نہ ہو سکے۔

اسلامی تاریخ کے سنہرے واقعات ہماری دلیل کے لئے کافی ہیں، اوراق ماضی الٹیے اور اسلاف کی داستان پارینہ کا مطالعہ کیجئے اور سوچئے! دل کی گہرائیوں سے دماغ کی وسعتوں سے، آخر وہ کامیاب کیونکر ہوئے؟ زندگی کی ہر شاہراہ اور ہر محاذ پر کامرانی اور فتحمندی نے ان کے قدم کیوں چومے؟ اس کی صاف وجہ ہے کہ وہ نام کے مسلمان نہ تھے، سچے پکے مسلمان تھے، وہ اسلام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان کی زندگیوں میں اسلام چلتا پھرتا نظر آتا تھا، ان کے ہوتے ہوتے یہ بتانے کی ضرورت نہیں رہتی تھی کہ اسلام اسے کہتے ہیں، دنیا انھیں کو دیکھ کر اسلام کو سمجھ لیتی تھی، ان کے عادات و اطوار، اخلاق و کردار، رہن سہن اور بود و باش سے پتہ چل جاتا تھا کہ اسلام کیا ہے؟ اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ ان سے معاملہ کرنے والا، اسلام کی معاملاتی تعلیم سے واقف ہو جاتا تھا، ان سے خرید و فروخت کرنے والا، اسلام کے خرید و فروخت کے اصول جان لیتا تھا، ان سے صلح و جنگ کرنے والا، اسلام کے آئین صلح و جنگ سے آگاہ ہو جاتا تھا۔ ان کے سماج و معاشرہ کو دیکھنے والا، اسلام کے سماجی و معاشرتی نظام سے مطلع ہو جاتا تھا۔ وہ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے

ان کی عمل سے بھرپور زندگیاں، اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر دیتی تھیں۔ لٹریچر اور تقریر کی ضرورت باید و شاید ہی کبھی پڑی ہو۔

اگر آنکھیں کھلی ہوں، دل دیکھتا ہو، دماغ ہوش و حواس میں ہو تو ہر شخص یہ ماننے پر مجبور ہے کہ اسلام انسانیت کے لئے کامیابی کا ضامن ہے، دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، وقتی زخم، وقتی حوادث، اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتے، وہ دشواریوں کو حل کرتا ہوا، حوادث روزگار سے مورچہ لیتا اور نبرد آزما ہوتا ہوا اپنی راہ بناتا جاتا ہے، آگے بڑھتا جاتا ہے، آخر کار سربلندی، سرفرازی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ (آل عمران ـ ۱۴۰)

ہمت نہ ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔ اگر تم کو زخم پہونچ جائے تو اس قوم کو بھی ویسا ہی زخم پہونچ چکا ہے اور ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔

اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ اسلام نہ فتنۂ تاتار سے مغلوب ہو سکا، نہ اندلس کے عیسائی حکمرانوں کے ظلم و ستم سے، نہ روس کے ستر سالہ کمیونزم کے سرخ اندھیروں سے، نہ چین کی جارحیت سے، نہ کسی ملک کی سامراجیت، نہ کسی ملک یا قوم کی مسجدوں و مدرسوں پر یورش و یلغار سے، نہ اور کسی نظام جبر سے۔

زمانہ داستانِ عزم جب ترتیب دیتا ہے
سرِ فہرست آجاتے ہیں دیوانوں کے نام اکثر

بالفاظ دیگر حقیقت یہ ہے کہ

سمندر کانپ جاتا ہے مری کشتی کی جرأت پر
کبھی گرداب سے الجھی، کبھی ساحل سے ٹکرائی

Scanned by CamScanner

اسی لئے سارے حوادثات اور مصائب و آلام کی یلغار کے باوجود اسلام ہندوستان سمیت ساری دنیا میں پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ بابری مسجد کی شہادت جیسے ہزاروں واقعات بھی اسلام کے قدم نہیں روک سکتے، اسے زندگی سے محروم نہیں کرسکتے

طوق و دار کی ساری منزلوں کو طے کرکے
اے اجل تجھے لینے خود حیات آئی ہے

اسلام کے دشمن منھ کی کھاتے رہیں گے، مٹانے والے خود مٹ جائیں گے مگر اسلام بڑھتا جائے گا، پھیلتا جائے گا۔ دلوں پر چھاتا جائے گا۔

یہ تو ممکن ہے کہ مسلمان ختم کر دیئے جائیں، قتل کر دیئے جائیں، تباہ و برباد کر دیئے جائیں، ان کا اثاثہ لوٹ لیا جائے، گھر سے بے گھر کر دیئے جائیں، در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جائیں، انھیں دار پر کھینچا جائے، تہ تیغ کیا جائے، انھیں پابند طوق و سلاسل کر دیا جائے، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پیروں میں بیڑیاں ہوں، زبانوں پر مہر سکوت لگادی جائے، اپنی دانست میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنیکے سارے حربے استعمال کر ڈالے جائیں، مگر پھر بھی اسلام ختم نہیں ہو سکتا، مسلمانوں کی بربادی، اسلام کی بربادی کو مستلزم نہیں، مسلمانوں کا ختم ہو جانا، اسلام کے ختم ہو جانے کو لازم نہیں کرتا۔

حادثات زندگی میں ہے پیام زندگی
برق سے کھیلیں گے طوفاں سے ٹکرائیں گے ہم

اللہ کو اسلام کی بقا منظور ہے، اسلام باقی رہے گا۔ ہم جیسے بے عمل اور نام نہاد مسلمان ختم ہو سکتے ہیں، اسلام نہیں، اللہ تعالیٰ ہماری جگہ دوسرے باعمل مسلمان پیدا کر دے گا، بلکہ عین ممکن ہے کہ مسلمان دشمن قوموں کو ہی اسلام

Scanned by CamScanner

کی دولت سے مشرف کر دے اور انھیں کو اسلام کے تحفظ و بقاء کا ذریعہ بنا دے، وہی اسلام کے لئے کھڑے ہو جائیں، سینہ سپر ہو جائیں۔

یہ کوئی انہونی یا عجوبہ کی بات نہیں، تاریخ گواہ ہے کہ ایسا بار بار ہوا ہے۔ اور فتنۂ تاتار میں اس وقت کی سب سے بڑی دشمنِ اسلام قوم تاتاریوں کا مسلمان ہو جانا، تاریخ کی ایک روشن مثال ہے۔ وہی جو اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے، ایک دوسرے سے سبقت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جس کے افسر مسلمانوں کی کھوپڑیوں کے اونچے اونچے مینار بنا کر خود کو دوسرے سے بڑا دشمنِ اسلام ثابت کرنے کا مقابلہ کر رہے تھے، دین اسلام کے متبع بن گئے، اسلام کے پھیلانے والے، ترویج دینے والے ہو گئے، چنگیز و ہلاکو کی اولاد اور اس کا خاندان اسلام کا پاسباں اور محافظ بننے کے لئے مضطرب ہو گیا، بلکہ خود کو اسلام اور مسلمانوں کا خادم قرار دیکر خوشی و مسرت محسوس کیا، اسی خاندان میں محی الدین اورنگ زیب عالمگیر جیسا ولی صفت عالم باعمل بادشاہ پیدا ہوا۔ بقول علامہ اقبالؔ

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

قرآن کہتا ہے اے مسلمانو! تم اگر بد عملی کی زندگی گزارنا بند نہیں کرو گے ہماری طاعت اختیار نہیں کرو گے، ہمارے حکموں پر نہیں چلو گے تو ہمیں تمہاری ضرورت نہیں، تم ہمارے کام کے نہیں، ہم تمہیں مٹا دیں گے، اور دوسروں کو اسلام کے لئے کھڑا کر دیں گے، ہم اسلام کے لئے تمہارے محتاج نہیں، یہ کام ہم دوسروں سے لے سکتے ہیں اور لیں گے، ہم نے تم کو اسلام کے لئے چنا، یہ تم پر احسان کیا۔ تم مسلمان بنے، اپنے فائدے کے لئے

Scanned by CamScanner

تمہارا ہم پر کوئی احسان نہیں۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

تم اسلام پر قائم رہو یا نہ رہو، ہمیں تمہاری پروا نہیں، اگر تم اسلام پر قائم رہو گے تو تمہیں حیات سرمدی عطا کریں گے۔ پاکیزہ خوشگوار زندگی سے نوازیں گے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (نحل ـ ۹۷)

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو، ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے۔

اور اگر تم اسلام پر قائم نہ رہے تو ہمارے کام کے لئے بہت سے لوگ موجود ہیں، ہم اپنا کام دوسروں سے لے لیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کر دے گا جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اس قوم کو اللہ سے محبت ہوگی۔ وہ مسلمانوں پر مہربان ہوگی اور کافروں پر تیز ہوگی۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوں گے وہ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (مائدہ ـ ۵۴) چاہے عطا فرماتے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔

گویا اسلام کی دولت مل جانا، اللہ کا خصوصی فضل ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اس فضل سے نواز دیتا ہے۔ اگر کوئی اس فضل کی ناقدری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایسے لوگوں کو یہ دولت دیدیتا ہے جو اس کے قدرداں ہوتے ہیں۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ (محمد ـ ۳۸) اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دیگا، پھر وہ تم جیسے نہ ہونگے

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ (انعام ـ ۱۳۴) اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھالے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کردے۔

بزرگان محترم! اسلام دنیا سے فنا نہیں ہوسکتا، حوادثات زمانہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، وہ قیامت تک باقی رہنے کے لئے ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ کیونکہ یہی دین اللہ کو پسند ہے، یہی دین، اللہ کا دین ہے اس کے سوا کوئی دین، کوئی مذہب اللہ کو قبول و منظور نہیں۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران ـ ۱۹) بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران ـ ۸۵) جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو طلب کریگا وہ اس سے قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں سے ہوگا۔

Scanned by CamScanner

اسلام اللہ کا دین ہے، اللہ کا پسندیدہ دین ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ روئے زمین پر اگر کسی کو دین کہا جا سکتا ہے تو صرف اسلام کو۔ اسلام کے سوا کوئی مذہب، کوئی دھرم دین نہیں، نہ عیسائیت دین ہے، نہ یہودیت، نہ مجوسیت، نہ ہندوازم، نہ بدھسٹ، دین تو صرف ایک ہے، اور وہ ہے اسلام۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ میں کلمۂ حصر کے ذریعہ اس حقیقت کو واشگاف کر دیا ہے۔ لہٰذا نہ اسلام سے جاتے فرار کی گنجائش ہے۔ نہ اسلام کو چھوڑ کر نجات کا کوئی راستہ ہے۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ (آل عمران ــــ ۸۳)

کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی اور بے اختیاری سے۔ اور سب اللہ ہی کیطرف لوٹائے جائینگے

اسلام کا چراغ روشن ہے اور روشن رہے گا۔ دشمنانِ اسلام کی پھونکیں اسے بجھا نہ سکیں گی اور کبھی نہ بجھا سکیں گی۔ اسلام دنیا کے چپے چپے میں پھیلے گا۔ اس کی دعوت خشکی اور تری کے ہر حصے اور انسانی آبادی کے ہر گوشے تک پہونچے گی۔

حضرت مقداد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ اَوْ ذُلِّ ذَلِیْلٍ اِمَّا یُعِزُّ

زمین کی پشت پر کوئی مٹی کا بنا ہوا گھر یا خیمہ باقی نہیں رہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس میں اسلام کو داخل کر دے، عزت دار کے عزت دینے اور ذلیل کے ذلت دینے کیساتھ یا اللہ ان کو عزت

هُمُ اللّٰهُ فَيَجْعَلُهُمُ اللّٰهُ مِنْ اَهْلِهَا اَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا قُلْتُ فَيَكُوْنُ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (مسند احمد)

دے گا پس انھیں اس کلمہ والوں میں سے بنادے گا یا ان کو ذلیل کرے گا پس وہ اسکے تابعدار بن جائیں گے، مقدادؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا پس تمام دین اللہ کے لئے ہو جائے گا۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

حوادثِ زمانہ، اسلام دشمن عناصر، فرقہ پرست طاقتیں، متعصب مورخین، مفاد پرست سیاست داں، لادینی طاقتیں، کینہ پرور حاسدین، خواہ کتنی ہی کوشش کر ڈالیں اسلام کے غلبہ کو روک نہیں سکتے۔

اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى / اسلام غالب ہی رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

ارشاد ربانی ہے

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

(توبہ ــــ ۳۲ و ۳۳)

وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (اسلام) کو اپنے منہ سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہونچائے بغیر نہیں مانے گا خواہ کافر کتنا ہی ناخوش ہوں۔ وہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت کا سامان (قرآن) اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اسکو سارے دینوں پر غالب کردے، خواہ مشرک کتنا ہی ناخوش ہوں۔

قدم جو آگے کو اٹھتے ہیں پھر نہیں سکتے
کنارِ بحر پہ ہم کشتیاں جلا آئے

Scanned by CamScanner

جنت کے راستے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

محترم بزرگو اور دوستو!

دنیا میں نیک عمل کرنے والے آخرت میں جنت کے مستحق ہونگے نعمتوں، راحتوں اور ہر قسم کی لازوال آسائشوں سے بھری جنت ایمان والوں کے لئے ہے، رب کائنات کی طرف سے بندگانِ خدا کا یہ وہ اعزاز ہے جس سے بڑھ کر کوئی اعزاز نہیں، یہ وہ اکرام ہے جس سے بڑھ کر کوئی اکرام نہیں

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (قمر ۵۴ و ۵۵)

پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے، ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ہوں گے۔

اس اعزاز و اکرام کے لئے مقابلہ کرنا چاہیئے، اس کو حاصل کرنے کا حریص بننا چاہیئے۔

Scanned by CamScanner

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ٥ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ٥ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ ٥ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ٥ خِتٰمُہٗ مِسْکٌ ۔ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ٥ (المطففین ۔ ۲۲ تا ۲۶)

نیک لوگ بڑی آسائش میں ہونگے، مسہریوں پر بیٹھے بہشت کے عجائبات دیکھتے ہونگے تم انکے چہروں میں آسائش کی بشاشت دیکھوگے، ان کو پینے کیلئے شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی، ملے گی، حرص کرنیوالوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیئے

یہ اعزاز واکرام، یہ عزت افزائی نیکوکاروں کے لئے ہے، عبادتِ الٰہی میں راتوں کو جاگنے والوں کے لئے ہے، توبہ واستغفار کرنیوالوں کیلئے ہے

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ٥ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ ط اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ ٥ کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ ٥ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ (ذٰریٰت ۔ ۱۵ تا ۱۸)

بیشک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے، اُن کے رب نے انھیں جو ثواب عطا کیا ہوگا اس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے وہ لوگ اس سے قبل دنیا میں نیکوکار تھے، وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے، اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

اللہ تعالیٰ نے جنت کے بے شمار راستے بتائے ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایمان والا کسی نہ کسی طرح جنت کا حقدار ہو جائے، کوئی راستہ چن لے کسی پر تو عمل کرلے، فارسی مثل ہے

"رحمتِ خداوندی بہانہ می جوید"

اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے، مغفرت کا، گناہوں کے

Scanned by CamScanner

بخشنے کا، جنت میں پہونچانے کا۔

فرزندانِ ملتِ اسلامیہ!

راستہ سے تکلیف دہ چیز اینٹ، پتھر، شیشہ کا ٹکڑا، کانٹا کیلے کا چھلکا ہٹا دینا بھی ایمان کا شعبہ ہے، جنت کا ذریعہ ہے، راستہ میں چلنے میں نگاہیں نیچی رکھنا، دوسروں کو دھکا دینے اور تکلیف پہونچانے سے بچنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا، گمشدہ کی رہنمائی کرنا، محتاج کی مدد کرنا، کسی کا بوجھ اٹھوا دینا، کسی کا سامان اتار دینا بیچ راستہ میں بیٹھ کر باتیں کرنے سے پرہیز کرنا، راستہ، درخت کے سایہ دھوپ حاصل کرنے کی جگہ یا گھاٹ پر بول و براز کرنے سے بچنا۔ اگرچہ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اور معمولی باتیں لگتی ہیں مگر سب ترقی درجات کا باعث اور حصولِ جنت کے ذرائع ہیں، احادیث کریمہ میں ان سب کی تاکید آئی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کی خواہش کی، آپؐ نے فرمایا تقویٰ اختیار کرو، یہ تمہارے سارے کاموں کو مزین کردے گا، تلاوتِ قرآن اور اللہ کا ذکر کرو، تمہارا ذکر آسمان میں ہوگا، اور یہ تمہارے لئے زمین میں نور بنے گا، زیادہ تر خاموش رہا کرو، خاموشی، شیطان کو بھگا دینے کا ذریعہ اور تمہارے دینی کاموں میں مددگار بنے گی، زیادہ ہنسنے سے بچو، زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے اور چہرہ کا نور چلا جاتا ہے، ہمیشہ حق بات کہا کرو، اگرچہ کڑوی ہو، اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرو، اپنے عیوب پر برابر نظر رکھو تاکہ دوسروں کے عیوب کے چکر میں پڑنے سے بچ سکو۔ (بیہقی)

Scanned by CamScanner

بخاری و مسلم میں ہے

تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ

لوگوں کے ساتھ شر کرنا چھوڑ رکھو، یہ بھی صدقہ ہے۔

ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا عَلِّمْنِیْ عَمَلاً یُدْخِلُنِیْ الْجَنَّةَ (مجھے وہ عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے) آپؐ نے اُسے جنت کے کئی کام بتائے، انھیں میں فرمایا

وَالْمِنْحَةُ الْوَکُوْفُ وَالْفَیْءُ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِکَ فَاَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْاٰنَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْکَرِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِکَ فَکُفَّ لِسَانَکَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ (بیہقی)

تھوڑا تھوڑا عطیہ، ظالم رشتہ دار کیساتھ حسن سلوک، اگر تم اس کی طاقت نہ رکھو تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ، نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو، اگر اُس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان روکے رکھو بولو تو صرف بھلی بات بولو۔

بزرگو اور دوستو!

ہم روزانہ کوئی نہ کوئی کام کرتے رہتے ہیں، عام طور پر ہم اپنے کام کو اچھا سمجھتے ہیں، ہمارا خیال ہوتا ہے کہ ہم نے جو کیا ہے وہ صحیح کیا ہے، لیکن کیا ہمارا اپنے کام کو ٹھیک اور اچھا سمجھنا ہمارے کام کو ٹھیک اور اچھا بنا دیگا؟ پھر آخر کیا معیار ہو؟ جس سے یہ پتہ چل سکے کہ ہمارا کیا ہوا کام اچھا ہوا کہ خراب، ٹھیک ہوا یا غلط،

یہی سوال ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا

Scanned by CamScanner

كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ أَوْ إِذَا أَسَأْتُ

کیسے میں جانوں گا کہ میں نے اچھا کام کیا اور کیسے جانوں گا کہ میں نے برا کام کیا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا

إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ (ابن ماجہ)

جب تم اپنے پڑوسیوں کو سنو کہ وہ کہتے ہیں کہ تم نے اچھا کام کیا تو تم نے اچھا کام کیا، اور جب سنو کہ وہ کہتے ہیں کہ تم نے برا کام کیا تو تم نے برا کام کیا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ پڑوسیوں کا اچھا یا برا کہنا، اچھائی یا برائی پہچاننے کا بہت بڑا معیار ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اس معیار پر پورا اترنے اور مستحق جنت بننے کیلئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے، یہ مقابلہ آرائی کی چیز ہے، اس میں مقابلہ ہونا چاہئے فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ

سورہ توبہ میں ارشاد باری ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥ (آیت ۷۲)

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جسکے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا وعدہ کیا ہے جو ان ہمیشگی کے باغوں میں ہونگے اور ان نعمتوں کیساتھ اللہ کی رضامندی سب نعمتوں سے بڑی چیز ہے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

شوقِ منزل نہ ذوقِ راہ گزر
محوِ آرام ہو گئے ہم لوگ

Scanned by CamScanner

چند اہم طبی کتب

مخزن المفرادت (کارڈ ایڈیشن)	حکیم کبیر الدین	180/-
مخزن المفرادات (ڈیلکس ایڈیشن)	حکیم کبیر الدین	300/-
بیاضِ کبیر کامل ۳ جلد	حکیم کبیر الدین	225/-
شرح اسباب کامل ۴ جلد	حکیم کبیر الدین	300/-
افائدہ کبیر	حکم کبیر الدین	75/-
معالجات باہ	پنڈت ٹھاکر دت شرما	180/-
مجلس خلوت	حکیم یوسف حسن	35/-
کنز التشخیص	حکیم رفیق حجازی	75/-
طب اکبر	حکیم محمد اکبر	300/-
طب حیات	حکیم محمد شریف	100/-
علاج الغرباء		75/-
ہمدرد مطب		40/-
قرابادین مجیدی		85/-

فیصل پبلیکیشنز
جامع مسجد دیوبند

Pdf by: Shahid Jamal

Scanned by CamScanner

Visit us at
http ://www.faisalindia.com

Printed & Distributed by

Faisal Brothers

468 gali bahar wali chatta lal mian
delhi gate delhi.2

Pdf by: Shahid Jamal

Scanned by CamScanner